ملفوظات

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رح

مرتبہ

حمید شاعر القلندر

ناشر

واحد بک ڈپو جونا مارکیٹ کراچی ۲

۷۸۶

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

کتاب مستطاب سراج المجالس

اردو ترجمہ

خیر المجالس

یعنی

ملفوظات

چراغِ طریقت ماہر شریعت حضرت
خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی خلیفۂ اعظم
سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی

ناشر

واحد بک ڈپو۔ جونا مارکیٹ کراچی ۲

(مطبوعہ جاوید پرنٹرس کراچی)

قیمت، سات روپے پچاس پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلحَمدُ لِلّٰہِ المَلِکِ العَلَّامِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ خَیرِ الاَنَامِ
صَاحِبِ الحَوضِ وَالمَقَامِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ الکِرَامِ وَاَولِیَائِہٖ دَاعِینَ اِلٰی دَارِ
السَّلَامِ اما بعد یہ ہیچ میرز کج مج زبان معصیت اندود احمد علی بن محمد علی
عفی عنہما بحکم مواخاۃِ اسلامی برادرانِ دینی کے واسطے تحفۂ مرضیہ و ہدیہ پسندیدہ
پیش کرتا ہے تاکہ سلوک الی اللہ میں شیخِ کامل اور تحصیلِ اخلاق میں استادِ شفیق ہو
اور وہ بنظر افادۂ عام ترجمۂ خیر المجالس کتاب فارسی ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین
محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے ہیں۔ جس کو مجالسِ معدودہ میں آپ کی زبانِ
فیض ترجمان سے سن کر اُن کے خلیفہ نامی حضرت حمید شاعر معروف بقلندر
رحمہ اللہ نے ۷۵۶ھ ہجری بعبارت فارسی قلمبند کر کے بعد ملاحظہ جناب شیخ
قدس سرہ نقل فرما کر دستور العمل مریدان صادق الارادت خاندانِ چشت کا
خصوصاً اور باقی صوفیہ کا عموماً مقرر کیا۔ اس کے ملاحظہ سے احوال و افعال و اخلاق
خواجگان علیہ الرحمۃ کے بخوبی ظاہر ہو جائینگے۔ اور تمیز خوب و زشت بسہولت ہاتھ
آئیگی۔ کہ جو مُرید مخالفِ پیر ہو وہ ہرگز مرتبۂ ارشاد کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ راہزنِ سلوک
ہے۔ گمراہ، اور گمراہ کرنے والا۔ پس جب تک قلب و جوارح ظاہراً و باطناً اعتقاداً و عملاً
قدم بقدم اِن حضراتِ کرام کے نہ ہوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور خواجگان سے
شرمائے کہ سابق بنائے تصوف ترکِ دنیا اور محبتِ الٰہی اور نفع رسانی پر تھی اور اب
تحصیلِ مال اور خود نمائی اور راحت طلبی پر ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ کہ خاصانِ حق
سے دنیا خالی نہیں۔ اور اس کتاب میں تقریباً سو مجلسیں ہیں جملہ حکایاتِ عجیبہ
اور فوائدِ نفیسہ سے۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اخبار الاخیار"

میں اِس کا ذکر حالاتِ جناب خواجہ موصوف میں لکھا ہے بعنایت الٰہی سالہا سال کی جستجو کے بعد یہ کتاب ملی اور امدادِ الٰہی سے ترجمہ تمام ہوا۔ بعد اُس کی تمامی کے ترجمۂ جوامع الکلم ملفوظات حضرت جناب خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ کا لکھا جاتا ہے۔ پروردگار قدیم توفیق انعام عنایت فرمائے۔ مگر وہ کتاب قریب تیس[۳۰] چالیس[۴۰] جزو کے ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور نام اس کا سراج المجالس رکھا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور سب برادرانِ طریقت کو فائدہ مند کرے اور ہمیشہ سلف سے آج تک اللہ تعالیٰ کی عادت اس پر جاری ہے کہ ہر زمانہ میں بعض لوگوں کو مقبول فرما کر واسطے ہدایتِ مخلوق طالبانِ دُنیا فانیہ کے مقرر فرماتا ہے کہ مواعظ و نصائح سے لوگوں کو طرف تحصیل منجیات کے راغب کریں اور مہلکات سے باز رکھیں اور بیاناتِ لائحہ اور تالیفاتِ واضحہ سے بحکمِ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ رغبت عبادت اور اخلاقِ حسنہ کی دلائیں۔ اور ذکر حالاتِ اولیاء کرام اور علماء عظام اس باب میں مفید تر کہ بے شائبۂ ریا وخود نمائی ہے اور جو بندۂ خُدا اِس خدمتِ مرضیہ کے ادا پر آمادہ ہو کر اپنے اوقاتِ عزیزہ اِس میں صرف کرے۔ تو بموجب تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ہے۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ ع بدمے یا درمے یا قلمے یا قدمے، اس کے شریک ہو کر اعانت میں حتی الامکان کوشش کرتے رہیں۔ لہٰذا مجھ سے جو کچھ ہو سکا اپنی فکرِ سُست اور فہم نادرست سے اس کوشش میں شریک ہوا۔ اللہ تعالیٰ سعادتِ دارین اور محبتِ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں دیرگاہ سرگرم رکھے ، آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع ترجمہ کتاب مستطاب خیر المجالس

سُبحان اللہِ والحمدُ لِلّٰہِ ولآ اِلٰہ اِلاَّ اللہُ واللہُ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاّباللہِ العلی العظیم

پہلی مجلس

سعادت پائبوس کی حاصل کی، اس وقت حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے واسطے ایصال ثواب روح مطہر مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ کے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کی تھی۔ اور اُن کا عُرس تھا۔ بعدِ افطار اپنی زبانِ مبارک سے یوں دُعا کی کہ واسطے روح پاک مولانا برہان الحق والدین کے دُعا کرتے ہیں ہم۔ یہ سُن کر میں نے دل میں کہا کہ فقراء کے کیا خوب اخلاق ہوتے ہیں کہ مولانا برہانُ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مدت ہوئی کہ وفات کی اور یہ اُن کی حکایات و کرامات کا کس شوق سے بیان فرماتے ہیں۔ اور کیسے تعظیم سے نام لے کر دُعا کرتے ہیں یہی بزرگوار رعایت محبت رکھنے والے ہیں کہ ہر سال ایک مدت سے اُن کا عرس فرماتے ہیں۔ بلیشک اُن کو اپنے پیر و مُرشد کی خدمت سے پورا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ غرض جب بعد دعوت کے لوگ رخصت ہوئے بندہ روبرو ہوگیا۔ اور سر جھکا کر عرض پرداز ہوا کہ فدوی نے حال آپ کی ملاقات کا مولانا برہان الدین سے اور ایک حکایت آپ کی جو زبان مبارک سے سُنی تھی قلمبند کرلی ہے۔ فرمایا روبرو پڑھو۔ یہ فرما کر احباب کی رخصت کو کھڑے ہوئے اور اسی حال میں سننا چاہا۔ آپ کے بھانجے شیخ زین الدین نے خاص طور پر عرض کی کہ بڑی حکایت ہے حضرت خواجہ بیٹھ کر سنیں۔ جناب

بیٹھ گئے اور کہا پڑھو - میں نے یہاں سے شروع کیا کہ مولانا برہان الدین سے میں نے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک بار مجھ کو خواجہ نظام الحق والدینؒ نے کلاہِ نمدین عنایت فرمائی تھی وہ میرے پاس سے جاتی رہی، مجھ کو اُس کا نہایت غم ہوا - اور دل میں سوچا کہ اس حال کو اپنے دوست مولانا محمودؔ سے جاکر بیان کروں - غرض اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر کلاہ گم ہوجانے کا حال بیان کیا اُس رات مولانا محمودؔ کچھ کام میں تھے - فرمایا جاؤ اس سے بہتر اور بیشتر نعمت تم کو ملیگی - میں نے اُن کے اِس کہنے سے نیک فال لی اور مجھ کو یقین ہوا پھر میں جنابِ شیخ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں گیا تو شیخ نے جائے نماز مجھ کو عنایت کی اور یہ اُس سے بہتر اور برتر نعمت تھی کہ فقراء میں عطائے مُصلّٰی دلیل جمعیت و برکت کی ہے - جب میں نے یہ حکایت تمام کی تو فرمایا کہ بعد بہت مدّت کے یہ قصہ تم نے یاد دلایا - اور خوشی آپ کے حال سے ظاہر ہوئی - فرمایا، ملفوظ مولانا برہان الدین غریب کا لاؤ - میں نے عرض کیا کہ مولانا برہان الدین نے آپ کی عقیدت میرے دل میں ایسی جمادی ہے کہ بارہا مجھ کو خیال آتا ہے کہ ایسا بزرگ صاحبِ کشف و کرامات واصل الی اللہ صاحبِ ولایت جب آپ کی خدمت شریف سے استمداد کرے اور نعمت پائے تو بزرگی آپ کی کس درجہ کی ہوگی - پھر ہمیشہ مجھ کو دل میں یہی شوق رہتا تھا کہ خُداوندا میں کب اُن کی قدم بوسی سے مستفیض ہوں گا - پھر مجھ سے فرمایا ہم تجھ کو قلندر کہیں یا صوفی؟ قلندر کیسے کہیں کہ تو طالب علم ہے - میں نے عرض کی کہ ایک بار میں حضرت سلطان الاولیاء کی خِدمت میں حاضر تھا اور دسترخوان حضرت کے روبرو آراستہ کیا گیا تھا - اور آپ نے افطار فرمایا تھا - کھانا نوش فرمانے کے دوران ایک روٹی توڑی نِصف اپنے روبرو رکھی اور نصف میرے آگے - میں نے اُسے لیکر اپنی آستین میں رکھ لیا جب آپ کے پاس سے باہر آیا تو راہ میں چند قلندر ملے اور مجھ سے کہا:

اے شیخ زادے ہم کو کچھ دے۔ میں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ قلندروں نے بہ کشف معلوم کیا اور کہا وہ نصف نان جو حضرت شیخ سے پائی ہے ہم کو دے میں کم عمر تھا حیران رہ گیا کہ اُنہوں نے کیسے جان لیا اُن میں سے تو کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ بہ لاچاری وہ نصف نان آستین سے نکال کر اُن کو دی۔ قلندروں نے لے کر وہیں دہلیز خانہ میں کہ نزدیک جامع کیلوکھڑی کے ہے بیٹھ گئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھالی۔ پیچھے سے میرے والد بھی خدمتِ شیخ سے رخصت ہو کر میرے پاس آئے۔ کہا وہ روٹی کھالی۔ میں نے کہا قلندروں کو دیدی۔ یہ سُن کر غصّہ ہوئے کہا کیوں وہ تو بڑی نعمت تھی۔ وہیں سے پھر حضرت شیخ کی خدمت میں لوٹ گئے۔ اور عرض حال کیا۔ حضرت نے فرمایا مولانا تاج الدین خاطر جمع رکھو۔ یہ لڑکا تمہارا قلندر ہوگا۔ حضرت کے اِس ارشاد سے اطمینان ہوا۔ مگر جب خدمت شیخ نے قلندر فرمایا ہے تو آپ بھی قلندر ہی فرمائیں۔ جب جناب خواجہ نے یہ حکایت سُنی تو فرمایا مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ تم مُرید میرے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے ہو۔ آؤ بغلگیر ہو جائیں۔ میں اُٹھ کر نزدیک گیا اور خواجہ خوش ہو کر بغلگیر ہوئے۔ وہ عجب وقت بابرکت تھا۔ والحمدللہ رب العٰلمین ۔

دُوسری مجلس

سعادت پابوس کی حاصل کی۔ بموجب ارشادِ سابق کے میں نے ملفوظ مولانا برہان الدین کا پیش کیا۔ فرمایا اپنی تالیف میں یہ مقام نکالو۔ میں نے اُس جگہ پہلے سے ورق نشانی توڑ رکھا تھا۔ نکال کر روبرو کیا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے وہ حکایت تمام پڑھی۔ اور پسند فرمائی۔ پھر سرے سے میری تالیف کو نکال کر چند مقام پڑھے۔ اور پھر بار بار فرماتے تھے، درویش تم نے خوب لکھا اور

بہت عنایت فرمائی۔ اُس وقت میں نے عرض کی کہ مولانا برہان الدین بیشک درویش واصل الی اللہ تھے مگر آپ کی ذاتِ عالی علم میں ابوحنیفۂ وقت ہے اور زہد وورع میں بجائے حضرت شیخ نظام الدین کے۔ مجھ کو شوق ہے کہ آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ توفیق اس کے اتمام تحریر کی دے۔ غرض باعثِ تحریر اِن مجالس کا یہ تھا۔ میں نے ۷۵۵ھ میں اسے شروع کیا۔ اور مدت ایک سال میں کہ ۷۵۶ھ تھا تمام کرکے خیر المجالس نام رکھا۔ اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ کو بہت دنوں تک سلامت رکھے اور بندہ کو اتمام کی توفیق عنایت فرمائے + والحمدللہ رب العٰلمین +

تیسری مجلس

سعادتِ پابوس حاصل ہوئی۔ اُس وقت حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالےٰ بالخیر "ذکرِ قیامت" میں مصروف تھے۔ فرمایا، یارو قیامت نزدیک آئی ہے۔ اور اس بیان میں بشرہ مبارک سپید ہوگیا تھا۔ سب حاضرین محو تھے اُسی حال میں فرمایا کہ یاروں کے واسطے شیرینی لاؤ۔ حاضرین کی خوفِ قیامت سے زندگی تلخ تھی۔ شیرینی درمیان میں رکھی رہی کسی کو خبر نہ ہوئی۔ خود خادم کو فرمایا ابھی شیرینی لے جا پھر لانا۔ اُس وقت ہم کو نہیں معلوم ہم آسمان پر ہیں یا زمین پر رات ہے یا دِن غرضکہ اُسی خوف وخشیت میں ایک پہر گذرا کوئی دم نہیں مارتا تھا نہ بات کہتا تھا آخر ایک مُلّا نے محفل میں آکر باآواز بلند سلام علیک کی اس کی آواز سے بعضے ہوش میں آئے بعضے اُسی طرح یادِ قیامت میں مستغرق رہے۔ حضرت خواجہ نے اس مُلّا سے باتیں کیں۔ اور حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا تمام دِن دیوان خانہ میں حاضر رہتا ہوں اور احکام وغیرہ کے ادا سے فرصت نہیں ہوتی میرے واسطے دُعائے خیر

فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ مخلوق سے نیکی کرنے والے کو محکمۂ دیوانی میں رہنا کچھ نقصان نہیں کرتا۔ اِس پر یہ حکایت فرمائی کہ ایک درویش بیابان میں جا رہا تھا اُسے ایک بوڑھا ملا اور درویش سے کہا جب تو اس شہر میں جائے تو فلاں محلہ میں عبداللہ حاجب کا گھر دریافت کرنا اور اس سے مل کر سلام کہنا۔ اور میری طرف سے کہنا کہ میری سلامتیٔ ایمان کے واسطے دُعا کرو مگر اس بوڑھے نے اپنا نام نہ بتایا غرض وہ درویش جب شہر میں گیا عبداللہ حاجب کا مکان پوچھا اور جا کر اس سے مِلا اور کہا مجھے راہ میں ایک بوڑھا مِلا تھا اُس نے کہہ دیا ہے کہ جب شہر میں پہنچے تو عبداللہ حاجب کے مکان پر جانا اور سلام کہہ کر میرے حفظِ ایمان کے واسطے اُس سے دُعا کرانا یہ سُن کر عبداللہ حاجب نے اس کے واسطے فاتحہ پڑھ کر حفظِ ایمان کی دُعا فرمائی، اور درویش سے کہا اب تم جاؤ۔ درویش نے کہا اے خواجہ مجھ سے یہ تو کہدو کہ وہ پیر مرد کون تھا، عبداللہ نے کہا بھائی تو جا یہ مت تحقیق کر۔ درویش نے اصرار کیا کہ مجھ کو اُس کا نام ضرور بتلائیے۔ جب ردّ و کد بہت ہوئی تو کہا وہ پیر مرد حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ درویش نے کہا مجھے بیابان بہت بوڑھے ملے ہیں۔ آپ نے کیسے جانا کہ وہ خضر تھے بولا مجھے معلوم ہے تم کو اس سے کیا بحث۔ درویش نے کہا اے خواجہ کشف و کرامات اور بزرگی تو مقام مشائخ کبار کا ہے۔ اِس لباس میں کہ تم نوکری شاہی رکھتے ہو یہ کرامات و ولایت کیسے حاصل ہوئی؟ عبداللہ حاجب نے کہا جو کچھ ریاضت و عبادت مشائخ گوشۂ خانقاہ میں کیا کرتے ہیں میں اُسے کوچۂ و بازار اور گھر اور بارگاہِ شاہی میں پورا کرتا ہوں۔ جب پہر رات رہتی ہے اٹھ کر وضو کرتا ہوں اور تلاوتِ قرآن اور ذکر میں مشغول ہوتا ہوں جب صبح ہوئی پھر تازہ وضو کیا اور سنت فجر گھر پڑھ کر ادائے فرض کو مسجد میں جاتا ہوں پھر وہاں سے آکر اور مصلے پر قبلہ رُو بیٹھ کر اوراد پڑھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا ہے تو اشراق پڑھ کر گھر آتا ہوں زبان

میری کسی دم ذکر سے خالی نہیں رہتی اور گھر میں آکر پروردگار سے بعجز وزاری یہ دعا کرتا ہوں کہ "اے پروردگار میرے، میں سوا تیرے کسی غیر کو نہ جانتا ہوں نہ دیکھتا ہوں گویا تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیری نظر میں چلتا پھرتا ہوں اب ایک امیر کی خدمت کے واسطے کمر باندھتا ہوں اور اے پروردگار ہر دم تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جس کسی کا کوئی کام میرے امیر سے پڑے تو مجھ کو اِسقدر قوت عنایت فرما کہ زبان اور ہاتھ پاؤں سے نقد و مال سے اس کی حاجت پوری کروں" پھر چاشت کے وقت دربار سے ہو کر گھر لوٹ آتا ہوں اور دوبارہ وضو کر کے نماز چاشت پڑھتا ہوں اور مراقبہ کرتا ہوں اور دوپہر کو قیلولہ کر کے اٹھتا ہوں اور وُضو اور سنّت سے گھر میں فارغ ہو کر فرضِ ظہر جماعت سے مسجد میں پڑھتا ہوں پھر گھر آکر ذکر میں مشغول رہتا ہوں اور عصر و مغرب جا کر جماعت سے مسجد میں پڑھتا ہوں اور گھر میں آکر اوّابین وغیرہ نوافل عشاء تک ادا کرتا ہوں اور عشاء جماعت سے پڑھ کر نصفِ شب تک مراقبہ میں مشغول رہتا ہوں اَب کہو مشائخ اس کے سوا اور کیا کرتے ہیں۔ اُن کا کام بھی نماز وظیفہ روزہ دوام و قیام شب ہے۔ دائمی صائم رہتا ہوں۔ غرض جو کچھ وہ گوشۂ خانقاہ میں ذکر و عبادت یا مجاہدہ کرتے ہیں مجھ کو اللہ تعالیٰ مدد اور توفیق سے وہ باتیں گھر میں بے شائبۂ ریا میسر کرتے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم نے بعد اتمامِ حکایت فرمایا کہ وہ دربانِ بادشاہ اگرچہ کارِ دُنیا میں رہتا تھا مگر اس کو مقامِ مشائخ مِلا کہ معاملہ نیک رکھتا تھا لہذا اس کو شغلِ دُنیا مضر نہ ہوا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سا کامل شخص واسطے حفظِ ایمان اور خاتمہ بالخیر ہونے کے اُس سے طالب فاتحہ اور دُعا کا ہوا۔

پھر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا۔ یارو! اس میں یہ نکتہ خیال کرنے کا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے مردِ کامل حفظِ ایمان کی دُعا چاہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خاتمہ کار کس حال پر ہونے والا ہے۔ خدا تعالیٰ جانے سعادت پر ہو یا نعوذ باللہ

شقاوت پر، اسی واسطے کہا گیا ہے کہ الامورُ معتبرۃٌ بالخواتیم یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے.
ظاہر حال لائقِ اعتماد نہیں ۔ پھر ایک حِکایت بیان فرمائی کہ کسی بادشاہ کا ایک
ترکش بند یعنی قراول تھا، ہمیشہ اوقات طاعات میں صَرف کرتا اور جہاد وغزا میں
دلیر چُست و چالاک رہتا اور وہ زمانہ سلطان العارفین خواجہ بآیزید بسطامیؒ
کا تھا۔ موضع بسطام پر کفار نے ہجوم کر کے محاصرہ کر لیا تھا ۔ اہل اسلام
بسطام کے تیار ہوئے اور ان کی مدافعت کو نکلے ۔ وہ ترکش بند سب سے پہلے صدقِ
نیت سے جنگِ کُفار کو نکلا اور خوب مکرّر حملے کر کے قیدی مسلمانوں کو کہ مُغلوں نے
پکڑ لیا تھا، چھڑایا۔ اور بہت مغلوں کو مارا اور اُن کے لشکر کو بھگایا اور بقضائے الٰہی
اُس زد وخورد میں بہت زخم کھا کر شربتِ شہادت نوش کیا اس رات خواجہ بایزید
رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ بہشت میں مرصّع تخت پر بیٹھا ہوا ہے
اور حُورانِ بہشتی اس کے روبرو صف بستہ ایستادہ ہیں ۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ
نے اس کو دیکھ کر خواب ہی میں یہ تمنّا کی کہ اے پروردگار اس شخص کو یہ سعادت
اور رتبۂ عالی کہاں سے ملا آواز آئی اے بایزید یہ پاک مرد ہے دینِ اسلام کے واسطے
لڑ کر راہِ خُدا میں شہید ہوا ہے یہ مرتبہ جو تم نے اُس کا دیکھا یہ اس کے ہزار میں سے ایک
حصّہ ہے ۔ پھر حضرت خواجہؒ نے یہ آیت پڑھی وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ

اِس حکایت کے بعد حضرت خواجہؒ نے یہ حدیث شریف بیان کی قال رسولُ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لابُدّ للمرءِ مِنْ جزاءِ عَملِہٖ یعنی کسی کو جزائے عمل سے چارہ نہیں ہے اگر نیک کام کیا ہے
اچھا عوض پائے گا جو بد کیا بُرا پائے گا۔ پھر آپ نے اس حدیث کا شانِ نزول فرمایا کہ
قصہ اس حدیث کا یوں ہے کہ ایک عورت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے پاس آئی اور عرض کی میں نے آج خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہوئی ہے
اور جس راہ سے میں جاتی ہوں وہ آگے دُوراہہ ہے ۔ ایک شاخ دہنی طرف گئی ہے

دوسری بائیں طرف - میں دہنی طرف کی راہ پر چلی وہاں اپنے باپ کو ایک حوض کے کنارے دیکھا کہ خود بھی اس حوض سے پانی پیتا ہے اور دوسروں کو بھی پلاتا ہے میں نے آگے بڑھ کر کہا، یَا اَبِیْ اَیْنَ اُمِّیْ؟ اے پدر میری ماں کہاں ہے - بولا، مَا لَحِقَتْنِیْ اُمُّكِ یعنی وہ میرے پاس نہیں آئی - میں وہاں سے لوٹ کر اُلٹی طرف کی راہ پر چلی دیکھا میری ماں ایک حوض پر کھڑی وَاعَطْشَاہ وَاعَطْشَاہ پکارتی ہے میں اس کے پاس گئی - اور کہا اے مادر مہربان حوض تیرے رُوبرو پاس پانی کیوں نہیں پی لیتی بولی کیا کروں میرا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا میں نے بڑھ کر تھوڑا پانی لیا اور ماں کے مُنہ میں ڈالا غیب سے یہ آواز سُنی - قَدْ یَبِسَتْ یَدُ مَنْ سَقَاهَا یعنی سوکھ جائیو ہاتھ اُس کے پانی پلانے والے کا - جب میں جاگی تو ہاتھ میرے خشک و بیکار ہو گئے تھے اب اس کی چارہ جوئی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُس عورت کا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا - آنحضرت نے جناب صدیقہؓ سے فرمایا اس عورت سے دریافت کرو کہ تیرا باپ کیسا آدمی تھا اور ماں کیسی تھی؟ اُن کے کیا عمل تھے؟ عورت نے کہا میرا باپ مردِ صالح تھا بہت خیرات کیا کرتا مگر میری ماں اُس کے برعکس تھی - جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرما کر اُن دونوں کا حال آنحضرتؐ کی خدمت شریف میں عرض کیا اُس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لابد للمرء من جزاء عملہ یعنی ضرور ہے انسان کو عوض ملے اپنے عمل کا +

پھر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے اس کے موافق دوسری حِکایت فرمائی کہ کسی شہر میں ایک قاضی تھا، ایک غریب اس کے پاس محکمہ شریعت میں آیا اور فریاد کی کہ بادشاہ نے میری زمینِ مملوکہ غصب کر کے اپنے محل شاہی میں داخل کر لی ہے - قاضی نے پیادۂ شریعت سے کہا کہ یہ حکمنامہ لے جا اور بادشاہ کے پاس جا - اُس سے کہنا یہ حکم شریعت ہے وہ سُن کر تعظیم کرے گا یا نہیں کرے گا - اگر

بادشاہ حکم شرع کی کچھ تعظیم نہ کرے تو حکم نامہ لپیٹ کر اُس کے آگے رکھ دینا اور کہنا قاضی نے کہا ہے خدمتِ قضا اور کسی کے سپرد فرمائیں اور مجھ کو اس کام سے معاف فرمائیں۔ اور اگر تعظیم سے پیش آئے اور کھڑا ہو کر حکمنامہ لے تو کہنا آپ نے ایک غریب کی زمین بہ زور لیکر اپنے محل میں لے لی ہے اور وہ محکمہ شرع میں فریادی ہوا ہے، خود حاضر ہو کر اس سے رُوبکاری کر اور جواب دے، یا مدعی کو راضی و خوشنود کر اور راضی نامہ اُسکا میرے پاس محکمہ میں بھیج۔ اگر یہ سُن کر بادشاہ یہاں نہ آئے یا مدعی کو راضی نہ کرے تو پھر اس کو یہ حکمنامہ دینا اور کہنا قاضی نے کہا ہے میں استعفیٰ چاہتا ہوں کسی اور کو قاضی کریں غرض محکمہ کے سپاہی نے وہ حکم لیا اور محل شاہی پر آکر بادشاہ کو اطلاع کرائی کہ اعلام شرع آیا ہے چوبداروں نے بادشاہ کو جاکر مطلع کیا سنتے ہی بادشاہ نے اس کو قصرِ شاہی میں بلوالیا۔ جب وہ آکر تخت کے روبرو کھڑا ہوا تو بادشاہ بھی تخت سے اتر کر برابر اُس کے کھڑا ہوا اور کہا کیا کہتے ہو حکم شریعت بیان کرو۔ پیادۂ شرع نے کہا: ایک غریب قاضی کے روبرو دادخواہ ہوا ہے کہ بادشاہ نے میری زمین چھین کر بہ زور اپنے محل میں لے لی ہے اب شریعت میں چل کر یا اُس سے رُوبکار کریں یا اسے بُلوا کر خوش کریں اور راضی نامہ لے کر قاضی کے پاس بھیجیں۔ اور اگر آپ نہ روبکاری کو جائیں نہ اس کا راضی نامہ داخل کریں تو کسی اور کو قاضی مقرر فرمائیں وہ کل سے محکمہ میں نہ جائیں گے بادشاہ نے کہا یہ جو قاضی نے کہا تھا کہ دیکھ وہ تعظیمِ حکمنامۂ شریعت کرتا ہے یا نہیں۔ تو تُو نے دیکھ لیا کہ میں نے حکم شرع شریف کی کیسی تعظیم کی ہے۔ اور یہ جو کہا کہ مدعی کو راضی کروں تو میں اس کو بلواتا ہوں اور جس طرح ہو سکے گا راضی کروں گا اور مجھ کو جو بلوایا ہے کہ میں خُود محکمہ میں چلوں۔ تو قاضی سے کہنا میں بھی حاضر ہوں گا اور یہ جو کہا تھا کہ مثالِ قضاء دیدینا کہ اور کو قاضی کروں تو یہ حکمنامہ تُو قاضی کے پاس لے جا اور کہنا یہ کام

تمہارا ہے اور کو نہ دیا جائے گا۔ پھر بادشاہ نے اُس مدعی کو بلوایا اور کہا کہ تو قاضی کے پاس کس لئے گیا تھا اگر میرے پاس آکر نالش کرتا تو میں تجھ پر ہرگز ظلم نہ ہونے دیتا۔ پھر بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا اِس شخص کے ساتھ جاؤ جہانتک یہ اپنی زمین بتائے وہاں تک میرا محل گرادو اور زمین اِس کے قبضہ میں دیدو اور راضی نامہ بگواہی لکھوالو۔ مدعی یہ سُن کر روبرو ہوا اور بعجز و نیاز عرض کی کہ حضور میں دعوئے زمین سے دست بردار ہوا آپ محل کھودنے کا حکم نہ فرمائیں۔ بادشاہ نہ مانا۔ اور لوگوں سے کہا جاؤ میرا محل گرادو۔ مدعی نے دوبارہ عرض کی کہ آپ ایسا نہ فرمائیں ورنہ میں اپنے آپ کو ہلاک کروں گا۔ میں برائے خدا آپ سے راضی اور خوش ہوا اب آپ بھی یہ حکم نہ دیں اور لِلّٰہ محل گرانے سے باز آئیں۔ بادشاہ نے پوچھا تیری زمین کتنے گز تھی۔ غریب نے کہا اتنے گز۔ فرمایا اسے پیمائش کرکے فی گز دو دو اشرفی دو۔ غرض پیمائش کرکے اس قدر اشرفیاں اسے دیں پھر اسے خلعت دیا اور عُذر کیا۔ پھر کہا اب مجھ پر تیرا کچھ حق نہیں رہا، کیا خوش ہوا؟ غریب نے کہا، میں بہت خوش ہوا۔ بعد اس کے بادشاہ سوار ہوا اور قاضی کے پاس آیا اس وقت قاضی حکمنامے اور فتوے لکھ رہے تھے۔ بادشاہ کی طرف کچھ ملتفت نہ ہوئے جب وہ لکھ چکے تو بادشاہ کی تعظیم کی اور اپنے نصف مصلّے پر بٹھایا پھر قاضی نے پیالہ شربت کا منگوایا اور خود پی کر بادشاہ کو دیا۔ غرض کہ اُس بادشاہ نے سب حکم قاضی کے مانے، اِعلام شرع کی تعظیم کی اور مدعی کو راضی کیا اور خود قاضی کے پاس بھی آیا۔ میں نے عرض کیا، کیا اچھا قاضی تھا اور کیا اچھا اس کا حکم اور کیا خوب بادشاہ حضرت مخدوم ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا، یہ کام اور کوئی نہیں کرسکتا مگر وہ قاضی جو اپنے کام چھوڑنے پر آمادہ ہو۔

حضرت خواجہ نے یہ حکایت تمام ہی کی تھی کہ ایک شخص مشتاقِ ملازمت

سلام کو آیا آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ عرض کیا میں جوہری ہوں
اسی اثنار میں گفتگو عقیدہ میں آئی کہ بعضوں کو فقراء سے عقیدہ نہیں ہوتا اس پر
ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ صاحبِ ولایت تھے۔ اُس شہر میں ایک قاضی
متعبّد بھی تھا جو اُن بزرگ کی کرامات دیکھتا مگر مُرید نہ ہوتا۔ ایک دن قاضی اُن بزرگ
کے پاس بیٹھا تھا ایک جوہری وہاں آیا اور ایک قیمتی موتی بطور نذرانہ شیخ کے روبرو
رکھا۔ شیخ اُسے ہاتھ میں رکھ کر دیکھنے لگے اور قاضی سے پوچھا یہ کیا ہے قاضی نے کہا،
موتی ہے پھر شیخ نے وہ موتی ہاتھ میں لے کر قاضی کو دکھایا کہا دیکھو یہ کیا ہے وہ موتی
پانی ہوگیا تھا۔ قاضی نے کہا پانی ہے پھر شیخ نے وہ قطرۂ آب زمین پر گرادیا۔ قاضی یہ
کرامات دیکھ کر بھی مُرید نہ ہوا اور شیخ سے کہا، میں جب مُرید ہوں گا کہ ہم تم مل کر
ایک چلہ عبادت میں بیٹھیں۔ قاضی مجاہدے میں مضبوط تھا۔ شیخ نے سُن کر کہا
مردوں کا چلہ بیٹھو گے یا عورتوں کا۔ قاضی سُن کر حیران ہوا کہ چلہ زنان کہیں کتابوں
میں نہیں دیکھا۔ متعجب ہو کر پوچھا چلہ مردوں اور عورتوں کا کیا معنی؟ شیخ نے کہا،
چلہ مردوں کا تو یہ ہوتا ہے کہ روز دو بکرے اور دو من روٹیاں کھائیں اور چالیسوں
دن اُسی وضو سے جو پہلے دن کر کے بیٹھے تھے باہر نکلیں اس عرصہ میں نہ کھانا کم ہو
نہ وضو نیا کرے۔ اور عورتوں کا چلہ یہ ہے کہ اول دن غسل و وضو کرے اور چلہ میں بیٹھ کر
اتنے دنوں کچھ نہ کھائے اور اُسی پہلے وضو سے باہر نکلے قاضی یہ سُن کر حیران ہوا
کہا البتہ یہ ہو سکے گا کہ چالیس دن کچھ نہ کھائیں اور آخر دِن اسی وضو سے باہر
نکلیں مگر یہ ممکن نہیں کہ ہر روز دو بکرے اور دو من روٹیاں کھائیں اور چلہ بھر
تازے وضو کی حاجت نہ ہو۔ شیخ نے کہا میں مردوں کا چلہ کرتا ہوں اور قاضی سے
کہا یہ دو حجرے خانقاہ میں خالی ہیں تم اس میں بیٹھو۔ میں اُس میں تمہارے برابر
بیٹھتا ہوں۔ اور مُریدوں سے چالیس دن کے سامان کی درستی کا فرما دیا۔ جب پہلا

دن چلّے کا تمام ہوا اور وقتِ افطار آیا مریدوں نے سالن دو بکروں کا اور دو من روٹیاں شیخ کے حجرے کے رُوبرو لاکر رکھ دیں اور اسی قدر جداگانہ حجرۂ قاضی کے دروازے پر۔ اور ایک چراغ جلادیا۔ جب بعد مغرب قاضی اور شیخ دونوں حجروں سے باہر نکلے اور کھانا کھانے لگے۔ شیخ نے تو وہ دونوں بکرے اور دو من روٹیاں تمام کیں۔ اور قاضی صاحب ریاضت کش تھے کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا تھا صرف دو روٹی کھاکر اٹھ کھڑے ہوئے شیخ نے دیکھا کہ قاضی رہ گئے تو قاضی کے پاس آکر کہا یاروں کو خالی نہ چھوڑنا چاہیئے اور بیٹھ کر کھانا قاضی کا بھی کھالیا اور اپنے حجرے میں آکر نمازِ عشاء پڑھی اُدھر قاضی کے شکم میں درد ہوا نمازِ عشاء بحیلہ گزاری، شیخ نے قاضی سے آکر کہا ایسی نماز مکروہ ہے۔ اُٹھ اپنا چلّہ توڑ ڈال۔ قاضی حجرے سے نکلا اور اپنا چلّہ توڑا اور شیخ کے قدموں میں گر پڑا۔ شیخ نے کہا میں نے جو چیز اپنے اُوپر لازم کرلی ہے البتہ اُس کو پُورا کرنا ضروری ہے۔ ہر روز چار بکرے اور چار من روٹیاں شام کو حجرے کے دروازے پر رکھ دی جاتیں۔ شیخ بعد نمازِ مغرب نکل کر وہ سب کھالیتے۔ جب بیس روز اس طرح پورے ہوئے تو کہا میرا چلّہ تمام ہوا۔ اور جس وضو سے چلہ بیٹھے تھے اُسی سے باہر نکلے اور اس عرصہ میں تازہ وضو کی حاجت نہ ہوئی۔ یہ کرامت دیکھ کر قاضی شیخ کا مُرید ہوا۔

جب یہ حکایت کہ "عجائبِ روزگار" سے ہے تمام ہوئی تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ شربت و شیرینی لاؤ۔ جب خادمِ خانقاہ شربت و شیرینی میرے رُوبرو لایا تو میں نے شربت پی کر یہ شعر پڑھا کہ موسم گرما تھا اور حرارت نے بہت اثر کیا تھا:

شعر

ازیں شربت دلم را زندہ کردی — خدایت شربتِ دیدار بخشد

چوتھی مجلس

سعادتِ پائبوس حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے تقویٰ کا بیان شروع کیا تھا۔ یہ آیت شریفہ پڑھی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ۔ فرمایا اس آیت کے نزول کے بعد صحابۂ کرام غمگین ہوئے کہ حقِ تقویٰ کا پورا ادا کرنا کسی کا مقدور نہیں۔ اِس پر یہ دوسری آیت نازل ہوئی۔ فَاتَّقُوا اللہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ بعضے علماء نے یہ کہا پہلی آیت کی یہ دوسری آیت ناسخ ہے اور بعضوں نے اِس کو مُبیّن کہا ہے۔ یعنی حق تقوٰی استطاعت کے ساتھ مقید ہے۔ پھر ارشاد فرمایا حق تقوٰی یہ ہے اَنْ یُّطَاعَ وَلَا یُعْصٰی وَاَنْ یُّشْکَرَ وَلَا یُکْفَرَ وَاَنْ یُّذْکَرَ وَلَا یُنْسٰی پھر یہ آیتِ شریفہ پڑھی۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اس کے شانِ نزول میں مفسروں نے دو قول بیان کیے ہیں۔

پہلا یہ کہ عوف بن مالک اشجعی رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا لڑکا گم ہوگیا ہے، سالم نام ہے، تجارت کو گیا تھا، کفار پکڑ کر لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے عوف! جا پارسائی اختیار کر اور یہ بہت پڑھا کر سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ عوف بن مالک رضؓ لوٹ گئے اور اُس کے وظیفہ میں مشغول ہوئے درویشی اختیار کی ناگاہ ایک دِن دیکھا کہ لڑکا اُن کا مع سات سَو اُونٹ اور بیشمار مالِ غنیمت کے آیا۔ اِنہوں نے مل کر قصّہ دریافت کیا۔ اُس نے کہا کافروں نے مجھ کو اپنے اُونٹ چرانے پر مقرر کیا تھا اور مجھ پر اعتماد رکھتے تھے۔ ہمیشہ صبح کو نکلتا اور تمام دن اُونٹ چراتا۔ شام کو اُونٹ گھر لے آتا۔ غرض جس دن میں بھاگا ہوں اُس روز آدھی رات کو باہر نکلا۔ اور گلۂ شتران میں آکر ایک تیز چلنے والے اُونٹ پر سوار ہوا اور باقیوں کی

مہار ایک دوسرے کی دم سے باندھی اور چل دیا اللہ تعالیٰ مجھ کو سب سے محفوظ یہاں جلد لے آیا۔ عوف بن مالک بعد اس کے جناب آنحضرت ؐ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ جاء بنی مع غنائمہ کثیرۃ فھل لی مباح یعنی میرا فرزند بہت مال لے کر آیا ہے کیا وہ مجھ کو مباح ہے۔ فرمایا آنحضرت ؐ نے اصنع بھا ماتصنع بمالك یعنی وہ غنیمت ہے اور جو تصرف اپنے مال میں کرتا ہے اس میں بھی کر۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب۔

دوسرا قول اس کے شان نزول میں مفسروں کا یہ ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں قحط پڑا تھا غلہ نایاب ہوا اگر کوئی غلہ دیتا لیتا تو پوشیدہ یہ معاملہ کرتا۔ اہل مدینہ سے حبیب کلبی ایک نوجوان تھا۔ غلہ خریدنے کو گھر سے باہر نکلا اور اونٹ پر سوار ایک نصرانی کے گھر کے روبرو سے نکلا اس کی عورت نہایت حسین تھی اس نوجوان خوبصورت کو دیکھ کر فریفتہ ہوئی اپنی لونڈی کو دوڑایا کہ اس نوجوان کو اندر بلالا اور کہہ دے کہ اگر غلہ لینے والا ہے تو آکر خرید لے۔ لونڈی آئی اور اس سے کہا اگر غلہ لینا چاہتا ہے تو بقیمت ہم سے خرید لے جوان یہ سن کر لوٹ آیا اور دروازہ کے اندر جا بیٹھا۔ عورت نصرانیہ نے کہلا بھیجا اگر میں غلہ باہر نکالوں گی ہجوم ہوگا۔ گھر کے اندر ایک حجرے میں آبیٹھ تا کہ غلہ تول دوں۔ جوان اونٹ باہر باندھ کر اندر ایک حجرے میں جا بیٹھا عورت اس کے پاس آئی۔ اور لونڈی سے کہا جاکر باہر کا دروازہ بند کر آ۔ لونڈی دروازہ میں قفل ڈال آئی عورت آراستہ ہو کر پاس آئی اور فسق وفجور میں اس کو آلودہ کرنا چاہا۔ جوان یہ قصد اس کا دریافت کر کے اٹھا اور دروازے پر آیا دروازہ مقفل دیکھا اپنا سر در پر رکھ کر حیران کھڑا ہو گیا۔ عورت نے آکر کہا اے شخص تو جوان حسین ہے اور میں بھی جوان شکل وصورت میں بے مثل گھر خالی خاوند سفر کو گیا ہے آکہ ہم تم وصال سے مزا اٹھائیں اور عیش وعشرت کریں غلہ اور مال بہت ہے بے فکری سے چندے بسر ہوگی جب میرا خاوند آئیگا تو تو اپنے گھر

چلا جانا۔ جوان نے کہا اے ماں مجھ سے کوئی کام خدا کی نافرمانی کا نہ ہوگا۔ تب عورت نے کہا اگر میرا کہا نہ مانے گا تو چھوکری کو حکم کروں گی کہ کوٹھے پر چڑھ کر پکارے کہ لوگو ایک جوان نگر سے گھر میں گھس آیا ہے اور عزم فساد رکھتا ہے کہ عصمت میں فرق ڈالے۔ آخر یہ خبر تمہارے رسولؐ تک پہنچے گی اور تو تمام مدینہ میں فضیحت ہوگی۔ جوان نے کہا میری جان قربان دین محمدیؐ کے ہو اچھا میں دنیا میں رسوا ہوں گا نہ آخرت میں عورت نے کہا میں تجھ کو لونڈیوں سے پریشان کراؤں گی ورنہ میری رضامندی مدنظر رکھ جوان نے کہا جو چاہے سو کر مجھ سے ایسا کام ہرگز نہ ہوگا۔ عورت نے دامن جوان کا پکڑ لیا۔ جوان نے کہا صبر کر جب تیری یہی خوشی ہے تو مجھ کو جائے ضرور بتلا کہ اول بول سے فارغ ہو لوں بعدہٗ تیری مراد بر لاؤں۔ عورت نے ایک حجرہ بتایا اور طشت و آفتابہ وہاں رکھوایا۔ جوان اس حجرہ میں گیا اور چھری اپنی کمر سے نکال کر اپنا عضو تناسل کاٹنا چاہا۔ چھری کنٹھل (کند) ہوگئی جوان نے لاچار ہو کر ہاتھ دعا کو اٹھائے کہ خداوندا جو حبیب کلبی کی قدرت میں تھا کر لیا اب تیرے فضل و دستگیری کا امیدوار ہے۔ فی الحال دیوار پھٹ گئی۔ حبیب ادھر سے باہر نکل کر پاس اپنے اونٹ کے آیا دیکھا غلہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے سوار ہو کر اپنے گھر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا قصہ عرض کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب بعد اس کے فرمایا قول اول مشہور ہے مگر یہ قصہ بھی اس معنی میں آیا ہے اور یہی مناسب تر ہے اس لئے کہ تقویٰ کیا اور راہ نجات کی پائی اور جب باہر نکلا اونٹ غلہ سے بھرا پایا۔ بعد اس کے فرمایا کہ بعد نزول اس آیت کے آنحضرت نے فرمایا انی اعلم ایۃ لواخذ الناس بہا لاغنتہم۔

پھر مطابق اس کے ایک اور حکایت فرمائی کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور حکومت کسی ملک کی

طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تو نے قرآن پڑھا ہے یا نہیں۔ عرض کی نہیں پڑھا۔ فرمایا جا قرآن پڑھ آ کہ تجھ کو کسی ملک کا حاکم کروں کہ حکم موافق قرآن کے کرنا ہوگا۔ جب نہیں پڑھا تو حکم کیسے کرے گا۔ وہ گیا اور قرآن سیکھنے میں مشغول ہوا اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس نہ آیا۔ بعد مدت ایک بار آپ راہ میں جاتے تھے وہ شخص روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا اے فلانے ہم سے ملنا۔ اس نے عرض کی یا امیر المؤمنین آپ ایسے نہیں کہ کوئی آپ سے ملنا ترک کرے مگر میں نے قرآن میں ایک ایسی آیت پائی ہے کہ اس نے مجھ کو اے عمرؓ آپ سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ پوچھا وہ کونسی آیت ہے اس کو پڑھو اس نے یہ آیت ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب پڑھی۔ پھر فرمایا جو کوئی اس آیت کو کسی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے غموں سے نجات دے گا اور رزق ایسی جگہ سے پہنچائیگا کہ گمان اس کا نہ ہوگا۔

پھر ارشاد فرمایا ایک حق تقوای کا ہے کہ فرمایا واتقوا اللہ حق تقاتہ اور ایک حق عبادت کا کہ ما عبدناک حق عبادتک اور ایک حق تلاوت قرآن کا ہے کہ یتلونہ حق تلاوتہ وارد ہے اور ایک حق معرفت کا اگر مراد اس سے توحید لی جائے تو یہ ہے کہ پہچانے اس کو ساتھ وحدانیت کے جیسا کہ وہ ذات صفات میں یگانہ ہے اور اگر معرفت اسرار ربوبیت سے مراد لی جائے تو اس کی حقیقت کی معرفت دشوار ہے اور آدمی اس کی معرفت میں مختلف المراتب ہیں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ما قدروا اللہ حق قدرہ ای ما عرفوا اللہ حق معرفتہ۔ بندہ نے عرض کی کہ توحید میں شرک خفی کی معرفت دشوار ہے۔ فرمایا ہوسکتا ہے کہ طالب صادق کو اللہ تعالیٰ حق توحید اپنا عنایت کرے کہ شرکِ خفی سے محفوظ ہو۔ چنانچہ انبیاء اور صحابہ اور اولیاء کو عنایت کرتا ہے مگر حق اسرار ربوبیت کا حاصل ہونا دشوار ہے کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ والحمد للہ رب العالمین ۵

پانچویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی، بیان نیت کا فرمارہے تھے کہ بندہ پہنچا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمام کاموں میں نیت خالص درکار ہے۔ میں نے عرض کی کہ خلوص نیت کس کو کہتے ہیں، فرمایا جس کام کی نیت کرے اس میں رضامندی ذات پاک اللہ تعالیٰ کی ہو۔ پھر فرمایا کہ جب بندہ میں امانت پیدا ہوتی ہے تو منشا ارادت اس کا ظاہر قلب ہوا کرتا ہے یا باطن قلب یا لطیفۂ سر۔ پس اگر انابت ساتھ خیر و ندامت کے ہے تو جان لے کہ منشاء اس کا ظاہر قلب ہے اور اگر شوق و ذوق سے ہے تو منشاء اس کا باطن قلب ہے اور اگر ساتھ ترک ماسوا اللہ کے ہے تو منشا ارادت اس کا سر ہے۔ ایک نے حاضرین میں سے سوال کیا کہ کیا باطن قلب کا اولیاء کے سوا اور کو نہیں ہوتا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اکثر عوام کو عبادت اور حالت سماع یا تذکرۂ حبیب کے اثنا میں ذوق شوق باطن قلب سے پیدا ہوتا ہے کہ کچھ حد اس کے انداز کی نہیں لیکن ترک ماسوی اللہ کہ سر ہے خاصہ اولیاء و انبیاء ہی ہے ترک ماسوائے اللہ عوام کا رتبہ نہیں مگر نادر مگر خواص کو تینوں صفتیں حاصل ہیں بعض یاروں نے سوال کیا کہ بعضے اولیاء اللہ کو شغل اللہ تعالیٰ سے پیش آتا ہے کہ نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ ایسے لوگ پیشوائے طریقت نہیں ہوتے اقتدار کے واسطے نگہداشت شریعت کی واجب ہے پھر فرمایا کوئی مقام مقام نبوت سے برتر نہیں اور انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ سے ایسی مشغولی باطنی ہوتی تھی کہ اور کو نصیب نہیں مگر باوجود اس کے ان کی مشغولی ظاہر میں سر مو فرق نہ آتا تھا وہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ سے ایسی مشغولی رکھتے تھے کہ وہ ایک وقت ان کا جملہ اوقات اولیاء پر شرف رکھتا ہے۔ سو جس قدر عبادت میں نقصان واقع ہوگا تو

اسی قدر ان کی ولایت میں نقصان ہو جائیگا۔ معاذ اللہ من ذٰلک۔

پھر فرمایا۔ جب معنی نہایت کا رجوع بہ ہدایت ہے حسب قول فقراء کے کہ النہایۃ ھوالرجوع الی البدایۃ اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ جیسے سالک نے اول راہِ حق میں قدم رکھ کر طاعات و عبادات کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے چاہیے کہ نہایت میں بھی ویسا ہی رہے دوسرا یہ کہ جیسا سالک پہلے مرفوع القلم تھا ویسا ہی نہایت میں مرفوع القلم ہو، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ابناء و ثمانین عتقاء اللہ تعالیٰ یعنی اس سے کوئی گناہ نہ صادر ہو جس سے پکڑا جائے۔ اس پر حکایت حضرت جنید بغدادی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کی بیان کی کہ آپ ہر شب دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ جس رات انتقال فرمایا اس شب بھی دو سو رکعت نماز پوری کر کے رحلت کی۔

پھر معنی استغراق مشغولی بحق میں یہ ایک اور قصہ بیان کیا کہ ایک بزرگ کا نام لے کر کہا، اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھ کو اپنے کسی دوست سے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈالا کہ میرے دوست جنگل میں رہا کرتے ہیں نہ شہر میں۔ وہ صحرا کی طرف گیا وہاں موسم شدت گرما میں دوپہر کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ ایک سنگ گرم پر برہنہ پا کھڑا ہوا ہے آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے ایسا محو ہو رہا تھا کہ اس کو اپنی کچھ خبر نہیں۔ اس درویش نے دل میں کہا کہ وہ ولی اللہ یہی ہوگا پس اس کے پاس گیا اور اس کے قدموں پر اپنی آنکھیں ملیں اس کو کچھ خبر نہ ہوئی جب بسر دیر تک قدموں سے ملتا رہا تو وہ ہوش میں آیا اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا بس کر دوست غیور ہے مبادا اس قدر مدت میں کہ تجھ سے مشغول ہوا ہوں۔ غیرت فرما کر تجھ کو مجھ سے اور مجھ کو تجھ سے مشغول و آشنا کر دے اس بیان خواجہ نے لوگوں میں وہ ذوق پیدا کیا کہ سب نے سر زمین پر رکھ کر بے حد گریہ و زاری کی اور اس وجد میں ایک نے حاضرین سے نعرۂ جاں سوز مارا۔

پھر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے ذکر میں اولیاء اللہ کے فرمایا کہ متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور ہے۔ قولاً و فعلاً و ارادۃً ہر طرح سے تا محبت حق تعالیٰ کی دل میں قرار پکڑے اس واسطے کہ محبت خدا بے متابعت حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے حاصل نہیں ہوتی اور یہ آیت پڑھی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ میں نے عرض کی دوسری اس آیت میں اللہ تعالیٰ لفظ یحبونہ کا سابق محبت بندہ سے فرماتا ہے کہ محبت خُدا سابق ہے بہ نسبت محبت بندہ کے اللہ تعالیٰ سے اور جملہ مشائخ اس طرف ہیں کہ محبت بندہ کی سابق چاہیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اس میں توفیق کس طرح ہو، آپ نے افادہ فرمایا کہ یہ آیت شانِ کفار میں نازل ہوئی ہے کہ جب کہنے لگے نحن ابناء اللہ واحبائہٗ تو آنحضرت علیہ السلام کو حکم ہوا کہ۔ قل یا محمد ان کنتم تدعون حب اللہ فاتبعونی فانی حبیب اللہ والحبیب لایعادی حبیب الحبیب وانتم عادیتمونی فانتم اعداء اللہ تعالیٰ پھر فرمایا علامت محبت خدا کے بجا آوری احکام اور بچنا منکرات و قبائح شرعیہ سے ہے۔ من بعد یہ ارشاد کیا محبت تین قسم ہے ایک اسلامی دوسری وہبی جو نتیجہ کسب کا ہے۔ تیسری محبت خاص ہے کہ ثمرہ اس کا ترک ماسوی اللہ ہے پھر فرمایا مقدمہ محبت کا میلانِ طبیعت اس شئے کی طرف ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ایک کافر مسلمان ہوا تو پہلے میلانِ خاطر اس کا طرف اسلام کے ہوگا یہ محبت اسلامی ہوئی بعد اس کے محبت وہبی ہے اس واسطے کہ موہبت نتیجہ مکاسبت کا ہے تو اول کسب چاہیے کہ بعد اس کے محبتِ وہبی ہوئی یہ حاصل ہوتی ہے متابعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے ارشاد ہوا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور بعد ان دونوں کے مرتبہ محبت خاص کا ہے اور یہ نتیجہ جذبہ الٰہی کا ہوا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ

جذبتہ من جذبات الرحمٰن یوازی اعمال الثقلین کہ ثمرہ اس محبت کا ہے سو محبت اسلامی نصیب عوام کا ہے اور محبت موہبی حصہ ابرار کا اور محبت خاص بہرہ مقربانِ بارگاہ الٰہی کا۔ والحمد للہ رب العالمین ؕ

؁۶ چھٹی مجلس

سعادت قدمبوس حاصل ہوئی میں اول جزو کتاب خیر المجالس کا صاف کر کے ملاحظۂ خواجہ کو لایا تھا۔ مخدوم نے مجھ سے لے کر خود مطالعہ فرمایا اور پسند فرما کر آفرین فرمائی اور مجالس بزرگوں کی یاد رکھنے کے فوائد پر یہ حکایت فرمائی کہ مولانا حمید الدین ضریر (نابینا) رحمۃ اللہ علیہ شاگرد مولانا شمس الدین کردیزی کے تھے، جو مصنف بزدوی ہیں، اور شمس الدین فقیہہ سرخسی شاگرد ہیں شمس الائمہ حلوانی کے اور حسام الدین سرخسی اور تمام علمائے بخارا شاگرد مولانا شمس الدین کردیزی کے ہیں پھر ابتداء حال مولانا حمید الدین ضریر کا بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے بچپن میں ماں سے کہا کہ اے والدۂ مہربان چونکہ میں نابینا ہوں مجھ سے کوئی کام دنیا کا نہ ہو سکے گا۔ مجھ کو ایسی جگہ لے چل جہاں میں قرآن شریف یاد کرلوں۔ ان کے پڑوس میں ایک حافظ رہتا تھا۔ ماں ان کو وہاں لے گئی اور حافظ سے کہا یہ میرا لڑکا کہتا ہے کہ مجھ کو ایسے شخص کے سپرد کر جو مجھ کو قرآن یاد کرا دے لہٰذا تمہاری خدمت میں اس کو لائی ہوں کہ للہ اس کو تعلیم کراؤں۔ حافظ نے قبول کیا اور پہلے دن اب ت ث پڑھائی جب مولانا حمید الدین ضریر نے حروف تہجی یاد کر لئے تو الحمد و معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) سیکھے اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک پارہ یاد کر لیا اور رفتہ رفتہ کم مدت میں حافظ ہو گیا۔ پھر ماں سے کہا میں نے قرآن تو یاد کر لیا اب مجھ کو کسی عالم کے پاس لے چل کہ مسائل نماز سیکھوں۔ ماں اس کو ایک اور استاد عالم کے پاس لے گئی اور بولی اس میرے

لڑکے نے قرآن یاد کرلیا ہے اب مسائل نماز وغیرہ سیکھنا چاہتا ہے ملّا نے اس کو مقدمہ صلوٰۃ شروع کرایا اس نے وہ بھی چند روز میں یاد کرکے ماں سے کہا کہ جو کچھ اس استاد نے مجھ کو پڑھایا وہ سب میں نے یاد کرلیا اب جانتا ہوں کہ یہ استاد اس سے زیادہ نہیں پڑھا سکتا، مجھ کو کسی اور استاد کے پاس بھجوا۔ ماں نے لوگوں سے پوچھا اس کو کہاں لے جاؤں انہوں نے کہا بڑے مدرسہ میں لے جا۔ اس وقت بخارا کے بڑے مدرسہ میں مولانا شمس الدین کرویزی مدرس تھے اور سب علماء بخارا ان کے درس میں آیا کرتے تھے، مولانا ممبر پر بیٹھے اور جماعت کو سبق پڑھاتے جب انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت مدرسہ میں آئی ہے پوچھا یہ عورت کیا کہتی ہے اس کو آگے لاؤ لوگ اس کو قریب لے گئے۔ پوچھا کیا کہتی ہے۔ بولی اس لڑکے نے قرآن یاد کرلیا اور مقدمۃ الصلوٰۃ بھی پڑھ لیا ہے اب چاہتا ہے کہ کسی استاد کے پاس بیٹھے لوگوں نے آپ کی تعریف کی لہذا اس کو آپ کی خدمت میں لائی ہوں للہ اس کو آپ کچھ سکھادیں۔ مولانا شمس الدین کرویزی نے اسے منظور کیا اور کہا میں اس کی خبرگیری خود کروں گا پھر اپنے شاگردوں سے کہا کوئی آدمی بھیج کر اس کو روز اس کے گھر سے بلوالیا کرو اور شام کو گھر تک پہنچادیا کرو اور ہر سہ ماہی میں ایک نیا جوڑا کپڑوں کا ملے اور ہر ہفتہ میں سر تراشی اور جامہ شوئی کا خرچ دیا جائے تا یہ فارغ البال پڑھنے میں مشغول ہو وہ شاگرد ہمیشہ حسب الحکم مولانا کے آدمی بھیج کر اسے بلواتے اور شام کو گھر پہنچادیا کرتے۔ جب پہلے روز مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا نے اس کو ابتداء کی ایک کتاب دی اس نے جلدی اسے تمام کرلیا اور لوگوں کے سبق بہت خیال و غور سے سنا کرتا۔ جب مولانا کے پاس درس کے وقت بیٹھتا تو دامن سامنے پھیلا لیتا جب درس ہوجاتا تو دامن سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگا لیتا۔ چند روز میں ایسا ہوا کہ جب مولانا کوئی تقریر شروع کرتے تو یہ حمید الدین ضریر اس کو بہ تفصیل تمام یاد

کیا کرتے آخر جب وقت رحلت مولانا کا قریب ہوا شاگردوں نے عرض کی کسی
کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیجئے جو آپ کی جگہ بیٹھے ۔ آپ نے مولانا حمید الدین ضریر کو
جانشین مقرر فرمایا غرض کہ ان کے بعد انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کیں وہ سب
علمائے بخارا بعد مولانا مرحوم کے شاگرد مولانا حمید الدین ضریر کے ہوئے بعد اس کے
حسن ادب اور رعایت حق استادی کا حال بیان کیا کہ جب اس کو گھر سے مدرسہ
لایا کرتے تھے تو دو راستے درمیان میں تھے ایک دور کا دوسرا قریب کا ۔ لے جانے
والا پوچھتا کونسی راہ سے تم کو لے چلوں تو وہ دور کی راہ سے لے چلنے کو کہتا ۔ اور
کہتا کہ نزدیک کی راہ ہرگز نہ جاؤں گا ۔ جب لوگ پوچھتے قریب کی راہ چھوڑ کر دور
کی راہ کیوں جاتے ہو تو کہتے قریب کی راہ ایک شخص مخالف میرے استاد کا رہتا
ہے اور اکثر ان کو برا کہا کرتا ہے تو جس راہ میں بدگو میرے استاد کا ہو میں وہ راہ
کیوں چلوں غرض ادب مجلس استاد کا وہ تھا اور محبت یہ ۔

جب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے یہ حکایت تمام کی تو میں نے بھی روبرو
خواجہ کے کہ استاد و مربی و مخدوم میرے ہیں دامن پھیلایا اور واسطے قوت
حافظہ کے درخواست فاتحہ کی اور دل میں نیت کی کہ جو محب و معتقد حضرت خواجہ
کا نہ ہوگا اس سے محبت نہ کروں گا اور اس کی گلی سے نہ گذروں گا ۔ بلکہ حتی
الامکان اس کا منہ نہ دیکھوں گا ۔ اسی عرصہ میں مولانا مجد الدین امام زادہ ملاقات
کو آئے تھے حضرت خواجہ نے ان سے متوجہ ہو کر پوچھا کہ تمہارے بھائی اب بھی وعظ
کہا کرتے ہیں ۔ عرض کی کہ ہاں کہتے ہیں فرمایا واعظ کو چاہیئے مرد صالح تارک دنیا ہو
اور کسی کے در پر نہ جائے ۔ مخلوق سے مطامع نہ ہو جو کچھ کہے خدا کے واسطے کہے نہ
اپنے نفع کے خیال سے نہ اپنی شہرت کی غرض سے ۔

بعد اس کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا رکن الدین امام زادہ کہ مصنف کتاب

شریعۃ الاسلام ہیں اور یہ کتاب علماء میں معتمد اور معتبر ہے بخارا میں پارسا اور صالح تارک الدنیا تھے، وعظ کہا کرتے تھے اساتذۂ شہران کے وعظ میں جمع ہوتے اور وہ ایسے نکات اور فوائد بیان کرتے کہ کسی کان نے نہ سنا ہو اور وہ باتیں کسی کتاب میں نہ ہوتیں اور قواعد علمیہ سے مخالف بھی نہ ہوتیں ایک دن سب اساتذہ اور علماء نے جمع ہو کر ان سے پوچھا کہ یہ باتیں تم کہاں سے کہتے ہو کہ ہم کو نہ کسی کتاب میں ملتی ہیں نہ کتاب سے باہر ہوتی ہیں۔ کہا میں ریزہ چین تمہارے احسان کا ہوں، یہ سب کچھ تمہارا دیا ہوا ہے۔ علماء نے کہا خیر جو کچھ تم نے کہا اور بتایا ہم کو معلوم ہے اور یہ کہنا تمہارا کسرِ نفسی اور حسنِ ادب سے ہے لیکن کچھ حقیقت اور تو کہو کہ جو کچھ بیان کرتے ہو ہم کہیں نہیں پاتے نہ کتاب کے مخالف ہوتی ہیں یہ کہاں سے کہتے ہو۔ چونکہ یہ سب استاد اور بزرگ مولانا رکن الدین امام زادہ کے تھے جب ان سے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا اے حضرات جب میں منبر پر وعظ کو بیٹھتا ہوں تو ایک کاغذ سبز تحریر کا غیب سے میرے روبرو رکھ دیتے ہیں میں اس میں دیکھتا جاتا ہوں تب ان کو یقین ہوا اور بولے ہم جب ہی کہتے تھے کہ یہ بیان طاقتِ دانشِ انسانی سے خارج ہے۔

پھر اس کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی اور حضرت شیخ العالمین نظام الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے آپ کی زبانی سنا ہے کہ فرمایا ایک واعظ تھا اس کے وعظ میں لوگوں کو رقت اور ذوق بہت ہوا کرتا تھا اور اس کے بیان بہت پسند کرتے تھے، اور اس کا کوئی وعظ نہ ہوتا تھا جس میں اکثر بندگان خدا تائب نہ ہوتے ہوں بہت لوگ اس کے وعظ میں کپڑے پھاڑ کر بیہوش ہو جاتے وہ اتفاق سے زیارت کعبہ شریف کو مشتاق ہو کر گیا وہاں بھی لوگ مشتاق ہوئے کہ اس کا بیان ایسا ہی موثر تھا جب حج اسلام ادا کر کے لوٹا تو لوگ

منتظر اور مشتاق تر ہوئے کہ بعد حج اثر ان کے وعظ کا صد گنا بڑھ گیا ہوگا جب آیا اور
لوگوں نے وعظ سنا تو عشر عشیر بھی اس اثر کا نہ پایا جو سابق تھا۔ لوگ اس کے پاس
جمع ہوئے اور دریافت کیا کہ ہم تمہارے آنے کے نہایت مشتاق و منتظر تھے کہ آپ
آئیں گے اور اپنے وعظ سے ہمارا ذوق اور راحت بڑھائیں گے اب حج سے آکر
آپ نے وعظ کہا تو نسبت سابق کے دسواں حصہ بھی اس اثر کا نہیں پایا یہ کس
فعل کی شامت ہے۔ واعظ نے کہا یارو خداوند عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ جیسے
میں گیا اور آیا ہوں کوئی جرم و گناہ مجھ سے نہیں ہوا ہے سوا ایک قصور کے۔ اور
میں نے جب ہی جان لیا تھا کہ عمدہ نعمت مجھ سے چھین لی جائے گی اور ویسا ہی
ہوا اور وہ خطا یہ تھی کہ ایک نماز جماعت کی مجھ سے راہ میں فوت ہوئی کہ امام کے
ساتھ ہو کر جماعت سے محروم رہا یہ بے لطفی اس کی شامت سے ہے یہ کہہ کر حضرت
خواجہ روئے اور حاضرین بھی رونے لگے کہ بسبب فوت ایک نماز باجماعت کے کہ وہ بھی
وقت پر پڑھی مگر تنہا، یہ خرابی واقع ہوئی، اور قبولیت عام جاتی رہی۔ جو لوگ
بیچارے بالکل جماعت میں نہیں جاتے یا اکثر ان کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں ان کا کیا
حال ہوگا اور کتنی نعمتوں اور فوائد سے محروم رہتے ہوں گے۔ پھر مناسب اس کے ایک
اور فائدہ بیان فرمایا اس باب میں کہ رعایت حفظِ اوقات نماز پنجگانہ کی بڑا کام ہے۔
چنانچہ ایک بزرگ کے پاس لوگ بہت جایا کرتے تھے اور اس کے باوجود کہ شہر میں
دوسرے شیوخ موجود تھے اِس کے پاس مجمع بہت زیادہ ہوتا اس نے دل میں خیال
کیا کہ خداوندا مجھ میں نہ کچھ طاعت ہے نہ عبادت جس قدر اور بزرگوں کو ہے۔ یہ ہجوم
خلق کا میرے پاس کیا باعث اور اس قبولیت کا کیا سبب غیب سے آواز آئی کہ اس
کا یہ سبب ہے کہ تو جماعت کے شامل ہونے میں بہت کوشش کیا کرتا ہے اور ہر دم
منتظر رہتا ہے کہ مبادا فوت نہ ہو جائے یہ بات ہم کو پسند آئی اور ہم نے اس

کے عوض تجھ کو یہ قبولیتِ عام عنایت فرمائی - وَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

ساتویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی اکثر مریدان حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر جو علم وعمل میں کامل تھے حاضر ہوئے مجھ کو جس روز خدمت میں آنا ہوتا تھا اس کی شب کو نیند نہ آتی اس شوق میں کہ صبح کو مجلس خواجہ میں کہ از روئے علم مجلس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور از روئے سلوک وفقر کے مجالس مشائخ طبقات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حاضر ہونا ہے دیکھئے آپ کیا فوائد فرمائیں اور مجھ کو کیا کچھ ذوق ولطف ہوگا متع اللہ المسلمین بطول بقائہ غرض حضرت خواجہ نے ہر ایک یار ومرید کو اس کے مرتبہ سے بٹھایا بعد اس کے بیان فوائد میں مشغول ہوئے اور فرمایا میں اس وقت اس فکر میں تھا کہ النوم اخ الموت کے کیا معنے ہیں یعنی خواب موت کا بھائی ہے پھر وجہ مناسبت اس کی فرمائی کہ جو خیالات انسان کو بیداری میں لاحق ہوتے ہیں جب سوتے ہیں تو وہی خیالات ان کو پیش آتے ہیں اسی طرح جب مرتا ہے تو جو کچھ حیات میں شغل رکھتا تھا اور جس کو چاہتا تھا وہ پیش آتا ہے جیسا ارشاد ہوا ہے کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون اگر خواستگار دنیا تھا تو دُنیا کو اس کی نظر میں آراستہ کرکے پیش کرتے ہیں اور اگر آخرت اور بہشت وحور وقصور سے محبت رکھتا تھا تو وہ اس کو دکھاتے ہیں پھر گریہ کرکے کہا اگر وہ نہ طالب دنیا تھا نہ نعیم آخرت کا مائل بلکہ کوشش اس کی فقط رضاء ذات پاک حق تعالیٰ کے تھی، بعد موت مشاہدہ حضرت عزت میں ہوگا پھر فرمایا جو کوئی کام موافق اپنی خواہش اور ہوائے نفس کے کرتا ہے تو اللہ اس کا وہی ہوائے نفس اس کا ہے اس پر یہ

آیت پڑھی أفرأيت من اتخذ إلٰهه هَوَاهُ اور آہ سرد سینہ مبارک سے کھینچ کر کہا کہ جب مردہ کو قبر میں رکھتے ہیں اور مٹی اوپر ڈالتے ہیں تو منکر نکیر آکر اس کو بٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ از سرِ نو اس کو زندہ کر دیتا ہے اور اس سے یہ تین سوال کرتے ہیں مَنْ ربك وما دينك ومن نبيك یعنی پروردگار تیرا کون ہے اور دین تیرا کیا ہے اور پیغمبر تیرا کون ہے اگر وہ مردہ مسلمان تھا اور اعمال شرعیہ بجالاتا تھا اور حالت ایمان و اسلام میں مرا تو جواب دے گا الله ربي و ديني الاسلام و نبيّ محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم فرشتے اسے کہیں گے۔ عِشتَ حميدًا مُتَّ حميدًا اور اس کی قبر میں دروازہ بہشت کا کھول دیتے ہیں اور یہ حدیث پڑھی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے القبر روضة من رياض الجنة اوحفرة من حفر النيران اور اگر العیاذ باللہ وہ شخص حیات میں مشغول بدنیا تھا اور خداوند کریم سے کچھ خبر نہ رکھتا تھا اور ناشائستہ کاموں میں مشغول رہتا تھا اور بے توشۂ آخرت حاصل کئے مرا تو جب منکر نکیر آکر قبر میں تینوں یہ سوال کریں گے تو چونکہ امور دنیا واہیات میں مشغول اور اس کے تحصیل میں حریص تھا۔ غافل پروردگار سے رہتا تھا تو حیران ہو کر چپ ہو جائے گا فرشتے یہ دیکھ کر کہیں گے عِشتَ شَقِيًّا وَمُتَّ شَقِيًّا یعنی بدبخت جیا اور بدبخت مرا۔ پھر اسکی قبر میں ایک کھڑکی دوزخ کی طرف کھول دیتے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے اوحفرة من حفر النيران کا۔ بعدہٗ فرمایا حب الدنیا رأس كل خطيئةٍ یعنی دنیا کی دوستی جملہ گناہوں کی جڑ ہے پھر کہا جو دنیا نہیں رکھتا مگر دنیا کی دوستی اس کے دل میں ہے اور اس کی یاد میں شب و روز سرگرداں رہتا ہے تو وہ بھی اہلِ دنیا سے ہے کہ ارشاد نبوی ہے حبّ الدنيا رأس كل خطيئةٍ محبت فعل دل کا ہے اور حبّ ہر چیز کی اس کے وجوہ پر تقاضا کرتی ہے۔

پھر مناسب ان فائدوں کے یہ حکایت فرمائی کہ ایک بزرگ تھا خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ کرسیٔ زر پر بہشت میں بیٹھا ہوا ہے اور اقسام نعمتوں کے اس کے روبرو رکھے ہیں اور حور و غلمان دست بستہ روبرو کھڑے ہیں اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون جوان ہے کوئی ولی ہے یا نبی فرشتوں نے کہا اس کا نام مالک بن دینار ہے اس نے دنیا میں طاعت و عبادت بہت کی تھی اور مقصود اس کا حور و قصور بہشت تھی یہاں وہی پایا پھر وہ خواب دیکھنے والا یہ سن کر آگے چلا گیا دیکھتا ہے کہ ایک اور جوان اس سے برتر مقام میں ہاتھ کمر پر رکھے مشاہدہ حق میں ٹکٹکی باندھے مست و حیران کھڑا ہے اس نے پھر فرشتوں سے پوچھا کہ یہ ولی ہے یا نبی جو ایسا درجہ بلند اور مقامِ عالی پایا ہے مگر اس کے آگے کچھ کھانا پینا، حور و غلمان نہ تھے فرشتوں نے کہا یہ نبی نہیں، ولی اللہ ہے معروف کرخیؔ نام، پوچھا اس کے آگے بہشت کی نعمتوں سے کس واسطے کوئی چیز نہیں اور نہ حور و غلمان روبرو کھڑے ہیں اور یہ ہاتھ کمر پر رکھے نظر اوپر کی طرف لگائے کھڑا ہے فرشتوں نے کہا اس کو دنیا میں تمنا حور و قصور کی نہ تھی طاعت و عبادت خاص واسطے مشاہدہ ذات خداوند تعالیٰ کی کیا کرتا تھا سو اب بھی مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں بے خبر ماسوا سے کھڑا ہے اور حور و قصور، طعام و شراب سے، من و تو سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے جب یہ حکایت تمام فرمائی تو کہا یہ سب مثالیں اور نظیریں اسی حدیث شریف کی ہیں جو سابق پڑھی گئی تھی کہ النوم اخ الموت۔ سننے والوں کو اس بیان و حکایت سے ذوق بے حد و اندازہ حاصل ہوا بعد اس کے یہ آیت پڑھی قل کل یعمل علی شاکلتہ یعنی عمل کرتا ہے موافق مذہب اور طریقہ اپنے کے اور بعضے مفسروں نے کہا کہ معنی شاکلتہ کے یہ ہیں کہ بقدر ہمت اور طاقت اپنی کے۔ پھر یہ رباعی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔

رباعی

دنیا شہ را و قیصر و خاقاں را　　دوزخ بد را بہشت مر نیکاں را

تسبیح فرشتہ را صفا مر انساں را　　جاناں مارا و جان ما جاناں را

من بعد یہ حکایت فرمائی کہ شیخ ابو القاسم فارمدی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سفر میں تھے کسی شہر میں گئے ایک دیوانے کو دیکھا کہ طوق گلے میں ہتکڑی ہاتھوں میں بیڑی پاؤں میں پہنے ایک شفاخانے کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ اِن کو دیکھ کر کہا۔ اے مرد خراسانی میرے پاس آ۔ حضرت ابو القاسم اس کے قریب گئے اس نے کہا آج رات کو جب تو مشغول ہو تو میرا یہ پیغام دوست سے کہہ دینا کہ میرا گناہ اسی قدر تھا کہ میں نے ایک بار کہا تھا کہ تجھ کو دوست رکھتا ہوں اس پر طوق و ہتکڑی اور بیڑی پہنی۔ مجھ کو تیری عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر بلائیں ہفت آسمان و زمینوں کی طوق و ہتکڑی اور بیڑی بنا کر مجھ کو ان میں جکڑ دیں تو بھی سر مو تیری محبت ان تکلیفوں سے میرے دل سے کم نہ ہوگی۔ اس بات کے اثر سے ذوق یاروں کے دل میں حاصل ہوا پھر اس پر حضرت نے یہ مصرعہ پڑھا ع

بادل گفتم کہ جامہ عشق مپوش

بعد اس کے یہ اور حکایت فرمائی کہ حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں ایک رئیس تھا اور ایک فرزند رکھتا تھا ابو القاسم نام یہ لڑکا ایک عورت پر عاشق ہو گیا ایک رات اس عورت نے اپنے عاشق امیر زادہ کو کہلا بھیجا کہ میں فلاں شب دولہن بن کر با زینت و آرائش تیرے دروازہ کے آگے سے نکلوں گی سر راہ حاضر و مستعد رہنا وہ حسب وعدہ پہلی شب سے بیدار منتظر بیٹھا اور زار زار روتا اور یہ شعر پڑھتا ؎

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا　　زیرا کہ بدیدنت شتاب است مرا

گویند بخسپ تا بخوابش بینی — اے بے خبراں چہ جائی خواب است مرا

آخرِ شب خواب نے اس پر غلبہ کیا، سو رہا۔ صبح کے قریب ڈولہ اس کا نکلا یہ خواب غفلت میں بے خبر پڑا رہا جب دن ہوا تو وہ دن حضرت ابو سعید ابو الخیر کے وعظ کا تھا لوگ ان کا وعظ سننے کو جمع ہوئے وہ رئیس مع پسر بھی محفل وعظ میں گیا حضرت شیخ نے بیان شروع کیا ایک شخص نے حاضرین محفل سے کھڑے ہو کر سوال کیا اے شیخ علامت محبت کیا ہے حضرت نے فرمایا اے سائل بیٹھ جا۔ جب اثنائے بیان میں دریائے محبت جوش میں آئے گا اس وقت اس کا جواب دوں گا تھوڑی دیر میں شیخ کو حال و وجد پیدا ہوا پکارا، اے سائل اٹھ آگے آ اپنا سوال پیش کر اس نے کھڑے ہو کر وہی سوال کیا کہ علامت محبت کیا ہے فرمایا علامت محبت یہ ہے کہ خواب و طعام فراموش ہو جائے اور اگر سوئے گا تو اپنے مقصود سے محروم رہے گا جیسے یہ جوان اپنے حبیب کے دیدار سے محروم رہا اور اس کہنے میں انگشت سے اشارہ طرف اس امیر زادہ ابو القاسم کے کیا پھر شیخ نے فرمایا اسے وعدۂ دیدار آخر شب کو تھا یہ شب بھر منتظر بیدار اشعار پڑھتا رہا جب وقت وصل آیا سو رہا محروم رہا اور یہ مصرعہ پڑھ کر کہ ع در دیدہ بجائے خواب آب است مرا۔ اس جوان سے کہا کہ ہاں، اس کے آگے کیا مصرعہ ہے وہ جوان بیچارہ یہ سن کر بے ہوش گر پڑا۔ شیخ یہ شعر پڑھتے ہوئے منبر سے اترے ؎

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا — زیرا کہ بدیدنت شتاب است مرا

گویند بخسپ تا بخوابش بینی — اے بے خبراں چہ جائی خواب است مرا

اتفاقاً رئیس اس روز کے وعظ کا باعث ہوا تھا اور دعوت کا طعام تیار تھا حضرت شیخ معہ خدام رئیس کے آئے حرارت زیادہ ہو گئی تھی۔ رئیس نے

اپنے فرزند سے کہا کہ کوزۂ آب سرد لئے قریب کھڑا رہ - جب حضرت پانی مانگیں ، پیش کرنا حضرت نے جب اس کو آمادہ خدمت فقراء میں دیکھا اس کے باپ سے فرمایا ابو القاسم ہمارا نیک مرد ہو گا - غرض وہ ابو القاسم اپنے عہد میں بڑے بزرگ ہوئے -

پھر مناسب ان باتوں کے یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شب مناجات میں کہا یا اللہ آپ نے جو دو فرقوں کا ذکر فرمایا ہے کہ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ میں ان دو فرقوں میں سے کس فرقہ میں ہوں - ہاتف نے آواز دی کہ تو فریق فی الجنۃ میں سے ہے - پھر دعا میں دوبارہ عرض کی کہ الہٰی جب مجھ پر نظر کرم کی اور فرقۂ ناجیہ میں سے کیا ہے تو یہ بھی بتلا دے کہ مصاحب و ہمنشین میرا بہشت میں اہل دنیا سے کون ہو گا - غیب سے آواز آئی کہ فلاں نام کا چرواہا اور فلاں شہر کا بہشت میں تیرا دوست و مصاحب ہو گا - بعد صبح حضرت جنید رح اس شہر کی طرف روانہ ہوئے تا جا کر اس یار بہشتی سے ملاقات کریں اور اس کا حال و معاملۂ باہمی دریافت فرمائیں - غرض اس شہر میں جا کر دریافت کیا کہ اس نام کا چرواہا کہاں رہتا ہے لوگوں نے کہا وہ ایک پہاڑ میں رہتا ہے اور بعد ہفتہ کے شہر میں آتا ہے - حضرت جنید رح اس پہاڑ کی طرف گئے دیکھا کہ چند شباّن باہم رہتے ہیں حضرت جنید رح وہاں تین دن رہے تا ان کا معاملۂ باہمی دیکھیں - دیکھا وہ سب نماز پنج وقتی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں جب وقت ہوتا ہے اذان کہتے ہیں ایک بڑھ کر امام بنتا ہے باقی مقتدی ہوتے ہیں بعد ادائے فرائض و سنن کے شبانی میں مشغول ہوتے ہیں اس کے سوا اور کچھ ان کا عمل مجاہدہ اور طاعت کا نہیں - حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے جا کر ان سے پوچھا کہ درمیان تمہارے یہ نام کس کا ہے ایک بولا میں ہوں فرمایا میرے پاس آ

تجھ سے کچھ مصلحت کرنا ہے کہا بہتر وہ ان کے پاس آیا اور ایک جگہ باہم بیٹھے اور شبان سے کہا۔ تم مجھ کو پہچانتے ہو میں کون ہوں بولا نہیں، انہوں نے کہا میں جنید رح ہوں۔ جب چرواہے نے نام جنید کا سنا تعظیم کو اٹھا اور کہا کیا ارشاد ہے انہوں نے کہا میں تیرے پاس آیا ہوں شبان نے کہا مجھ سے آپ کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ سے مناجات میں درخواست کی تھی کہ میں کس فرقہ سے ہوں، آیا فریق فی الجنۃ سے یا فریق فی النار سے۔ الہام ہوا کہ تو فریق فی الجنۃ سے ہے پھر میں نے عرض کیا کہ جب مجھ کو اپنے فضل وکرم سے فرقۂ ناجیہ میں شامل کیا ہے تو براہ کرم یہ بھی بتلا دے کہ بہشت میں میرا یار و مصاحب کون ہوگا آواز آئی وہاں تیرا ہم نشین فلاں نام فلانے شہر کا ایک چرواہا ہے میں نے چاہا جا کر ملوں اور مصاحبِ بہشتی کا معاملہ دیکھوں یہاں میں تین دن سے ہوں تم فقط پنج وقتہ نماز جماعت سے پڑھتے ہو اور کوئی کام سوا اس کے نہیں معلوم ہوتا مگر یہ مرتبہ عالی قبولیتِ پروردگار کا جو تم نے پایا ہے شاید تمہارے کسی معاملۂ باطنی کے سبب ہوگا وہ مجھ سے بیان کرو کہ معاملہ باطنی تمہارا اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ چرواہے نے کہا اے خواجہ جنید رح میں ایک مرد جاہل عامی ہوں نہیں جانتا معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے مگر البتہ مجھ میں دو خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہوں اگر وہ سب میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے نہ ہونے کا کچھ رنج وغم نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے احسان و وفا کرے تو میں وہ جفا و وفا اس کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں اور اسی کو فاعل مختار علی الاطلاق سمجھتا ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر کہا اے عزیز اصل سبب

نیک خصلتوں کی تو یہی دونوں ہیں جنکی برکت سے تم کل کو بہشت میں میرے ہمنشین ہوگے۔ پھر حضرت خواجہ نے گریہ فرمایا اور کہا یارو دیکھو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سا بزرگ دریافت کرتا ہے کہ میں کون سے فرقہ سے ہوں نہ معلوم خاتمہ کار ایمان پر ہو یا نعوذ باللہ تعالیٰ شقاوت پر پھر فرمایا یہ محال ہے کہ مخلوق کیساتھ دنیا میں مشغول رہے اور طالبِ خدا بھی بنے اور یہ میرا شعر زبان مبارک سے پڑھا۔

در عشق چہ جائے خانہ داری است مجنوں شو وکوہ گیرو بخسرو شں

اور چند بار اس کو پڑھا سب کو ذوق و لذت پیدا ہوئی۔ پھر فرمایا وہ بھی کیا دل ہے جو بغیر خدا تعالیٰ کے آرام پائے اس پر یہ آیت شریفہ پڑھی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ فرمایا بذکر اللہ جار مجرور ہے مقدم فعل پر حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی دلوں کو اطمینان نہیں ہوتا مگر ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ کے پھر یہ مصرعہ پڑھا جانان مارا و جان ما جانان را۔

آٹھویں مجلس

سعادت پابوس کی حاصل ہوئی ایک عزیز آیا اور خدمت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر میں کہنے لگا یہ کہاں سے درست ہوا کہ مزامیر و دف و نائے و رباب محفل میں ہوں اور صوفیہ انکی آواز پر رقص کریں اگر کوئی طریقت سے کرے تو چاہیئے شریعت کے اندر رہے اور اگر شریعت سے گرے گا تو کہاں جائے گا اور نجات کی کیا صورت ہو گی۔ اول سماع ہی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کئی شرطوں سے مباح ہے وہ بھی اس کے اہل کو۔ مگر یہ مزامیر تو کسی کے نزدیک درست نہیں۔ چونکہ گفتگو سماع اور اس کے اہل میں تھی۔ حضرت خواجہ

نے یہ حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ لہذا اس کو چاہتا تھا شب و روز اپنے سے دور نہ ہونے دیتا ناگاہ وہ لڑکا بیمار ہوگیا اطباء و حکماء بلائے گئے۔ ہر چند نبض و قارورہ دیکھا کچھ تشخیص مرض نہ ہوئی جو علاج کریں سب نے لاچار ہو کر بے علمی اپنی ظاہر کی کہ جب مرض اور اس کا سبب نہ دریافت ہو تو ہم علاج کیا کریں۔ ادھر لڑکے نے کھانا پینا، بات چیت سب کچھ چھوڑ دیا۔ مبہوت و متحیر رہا کرتا جب ہوش میں ہوتا تو اسی قدر بیان کرتا کہ میرا دل چلا جاتا ہے پھر بے ہوش ہو جاتا اور سوا اس کے اور کچھ نہ کہتا آخر اس نے اِس عارضہ میں انتقال کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کا شکم چاک کر کے دیکھو اندر کیا مرض تھا کہ وہ یہی کہا کرتا تھا میرا دل چلا جاتا ہے ہر چند اطباء نے تحقیق کی مرض نہ پایا۔ غرضکہ جب موافقِ حکم شکم چیرا تو اندر سے ایک پتھر نکلا وہ حکماء کو دکھایا کہ یہ کیا بیماری ہے وہ بولے ہم نے یہ مرض کہیں طب میں نہیں دیکھا بادشاہ کو چونکہ وہ لڑکا بہت عزیز تھا لہذا حکم دیا کہ اس پتھر کی دو انگوٹھیاں بنائیں تاکہ یادگار اس کی رہیں جب دو انگوٹھیاں تیار ہوئیں بادشاہ نے ایک خزانہ میں رکھی ایک آپ پہن لی جب ماتم اٹھا اور بادشاہ مسند پر جلوہ گر ہوا تو ایک دن قوال سرود بجا کر سامنے گانے لگے بادشاہ گانا سننے میں مشغول تھا خبر نہ ہوئی کہ وہ انگوٹھی راگ سے پگھل گئی اور خون بن گئی جب بادشاہ کے ہاتھ کو تری لگی دیکھا کہ انگوٹھی پگھل کر خون ہو گئی ہے اور کپڑا اس سے بھرا ہوا ہے حیران ہو کر اطباء کو دکھایا کہ یہ کیا بھید ہے سب نے اس وقت پہچانا۔ اور بادشاہ سے کہا وہ لڑکا آپ کا عاشق ہو گیا تھا اور افسوس تب ہمیں معلوم نہ ہوا اگر اس کے روبرو گانا ہوتا تو یہ سنگ شکم میں پگھل جاتا اور اسے صحت ہو جاتی بنا بر زیادہ تحقیق بادشاہ نے دوسری انگوٹھی خزانہ سے منگوائی اور پہن کر

قوالوں کو حکم گانے کا دیا جب وہ گانے لگے بادشاہ اور سب لوگ اس انگوٹھی کو دیکھتے تھے وہ بھی سب کے سامنے پگھل کر خون ہو گئی۔ خلاصہ یہ کہ اہل سماع کے حق میں سماع جملہ درد و امراض کی دوا ہے۔

پھر اہل سماع کی کرامت میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار کسی بادشاہ نے کہا تھا کہ فرقہ صوفیہ شہر میں نہ رہنے پائیں۔ دیہات اور قریات میں رہا کریں۔ ایک دن بادشاہ کچھ ناخوش تھا غلام نے وہ حکم یاد دلایا بادشاہ نے حکم کیا کہ جا اہل کاروں کو حکم پہنچا دے کہ سب مشائخ اس شہر سے چلے جائیں اور کسی بڑے شہر میں نہ رہنے پائیں بلکہ دیہات میں رہا کریں۔ جب یہ فرمان شاہی مشائخوں سے کہا انہوں نے قبول کیا اور کہا بہتر ہم سب جاتے ہیں مگر بادشاہ سے عرض کریں کہ ہم کو سماع سنوا دے بعد اس کے باہم رخصت اور ہمکنار ہو کر چلے جائیں گے بادشاہ نے کہا کیا مضائقہ ہے اچھا مجلس سماع مع دعوت ان کے واسطے درست کرا دو جب حکم شاہی ہو تو کیا تاخیر ہو گی اسی وقت اسباب جمع کیا۔ کھانے پکوائے، بارگاہ آراستہ کی، فروش بچھائے مشائخ کو بٹھایا بادشاہ محل کے اوپر سے ان کو دیکھتا تھا بعد فراغت کے کھانے سے قوالوں کو بلایا اور سماع شروع ہوا مشائخ وجد و حال میں تھے کہ ناگاہ پسر بادشاہ کا خورد سال جو گود میں باپ کے بیٹھا تھا کھڑکی میں اٹھ کر جھانکنے لگا ادھر اس کا جھانکنا تھا ادھر نیچے گرنا، محل بہت بلند تھا زمین پر گرتے ہی ہاتھ پاؤں سر پھوٹ گئے اور قضا کی۔ بادشاہ نے بھی چاہا کہ اوپر سے گر پڑے لوگوں نے پکڑا بولا ان فقراء کا قدم گھر میں نامبارک ہوا ایک بزرگ اس جماعت سے نکل کر بادشاہ کے پاس آیا اور لڑکے کو گود میں لے کر ایک چادر منگوائی اور لڑکے کو اس میں لپیٹ کر محفل صوفیہ میں لے آیا اور پھر سماع شروع ہوا تو بادشاہ بھی وہاں

آکر حیران کھڑا تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے جب مشائخ کو حال شروع ہوا تو انہیں بزرگ نے لڑکے کے سر پر آکر کہا اٹھ کھڑا ہو لڑکا تندرست صحیح سالم اٹھ کھڑا ہوا بادشاہ فقراء کے قدموں پر گرا اور عذر کیا فرمایا تم سب اپنے گھروں میں بدستور رہو مجھ سے لاعلمی میں غلطی ہوئی تم سب میرا قصور معاف کر دو پھر سب کو انعام و خلعت دلاکر رخصت فرمایا۔

بعد اس کے ایک اور حکایت بیان کی اوّل کہا حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز شاید اس قصہ کے وقت حیات تھے یا شاید قضا فرمائی تھی خوب یاد نہیں۔ قاضی حمید الدین ناگوری زندہ تھے اس وقت بارش کی حاجت زیادہ ہوئی لوگ خشک سالی سے گھبرا گئے تھے بادشاہ نے مشائخ کے پاس کہلا بھیجا جنگ و جدال ہمارا کام ہے اور دُعا ہنگام حاجت تمہارا ذمہ اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت برسائے قاضی حمید الدین ناگوری نے محفل سماع کی فرمائش کی اور کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پانی برسے گا۔ بادشاہ نے درستی سامان کا حکم دیا کھانا تیار رہو افقراء حاضر ہوئے قاضی حمید الدین بھی آئے۔ بعد طعام سماع شروع ہوا فقراء وجد میں آئے ادھر بارش شروع ہوئی اس قدر پانی برسا کہ لوگ کہنے لگے اب موقوف ہو جائے تو بہتر ہے ٭

نویں مجلس

سعادت قدمبوس میسر ہوئی۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر اس وقت حال و کیفیت میں تھے پوچھا کیا لکھتا ہے پھر فرمایا اس باب میں کچھ کہو۔ گہے صوفی گہے قلندر۔ بندہ نے فی الحال یہ مصرعہ کہا۔ ع گاہ

صوفی و گہہ قلندرچیست۔ فرمایا دوسرا بھی کہو کہ ع چوں قلندر شدی قلندر باش پھر تھوڑی دیر فکر فرمائی اور کہا کیا لکھنا ہے پھر فرمایا میرا کیا وقت ہے کہ وعظ کہوں اور تیرا کیا وقت ہے کہ قلندر ہو جائے۔ بہتر سب سے مشغولی بخدا ہے جا۔ گوشہ گیری اختیار کر۔ یہ صورت جس شخص کی تو نے اختیار کی ہے وہ اُن میں سے تھا کہ موئے سر بھی اس پر گراں ہوئے تھے سر منڈا کر ایک پرانی قبر میں قبلہ رو جا بیٹھا اور آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر حیران و مبہوت ہو گیا دیکھ خود تو نے کیا کہا ہے ے

درعشق چہ جائے خانہ داریست   مجنوں شو دکوہ گیر و بجر وش

مجھ پر اس بات نے اثر کیا مگر میں نے اس طرح عرض داشت کی کہ اگرچہ مست ہوں مگر آپ کی عنایت سے لوگوں میں رہتا ہوں اور لباس پہنتا ہوں اور تحصیل علم میں کوشش کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے بعد فکر کے سر اٹھایا اور آہ کی، اشک چشم حق بیں سے بہائے۔ فرمایا اگر ارشاد جناب شیخ کا نہ ہوتا کہ ٹھہرا رہنا اور جفاو قفا خلق کے اٹھانا تو کہاں میں اور کہاں شہر ہوتا۔ میں ہوتا اور اور کوہ دشت۔ اور مکرّر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا ے

درعشق چہ جائے خانہ داری است   مجنون شو دکوہ گیر و بجر وش

مجھ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ محفل سے باہر نکل آیا حیران تھا کہ کیا کروں کبھی دل میں کہتا تھا کہ مقام خضر علیہ السلام میں جا کر مشغول ہوں کہ موضع باترہ عمدہ جگہ ہے۔ کنارہ دریا نفزار وہاں حضرت خضرؑ سے ملا کرتے پھر یہ سوچا کہ جمعہ و جماعت فوت ہو گی بہتر ہے کہ کیلو کھڑی میں جا بیٹھوں وطن مالوف میرا اور قرب دریا بھی ہے۔ میرے والد مولینا تاج الدین رح وہیں رہتے تھے اور میرا مولد بھی وہیں ہے اور مزار شریف حضرت شیخ

قدس سرہ العزیز کا بھی نزدیک ہے۔ پھر یہ سوچا کہ یہ سب باتیں اپنی نمود کی ہیں کہاں جاؤں یہیں رہنا بہتر ہے کہ ملفوظات جناب شیخ الاسلام نصیر الحق والدین محمود سلمہ اللہ تعالیٰ کی جو شروع کی ہیں اگرچہ احاطہ ان سب باتوں کا نہ ہو سکے مگر جو کچھ میری فہم ناقص میں آئے لکھا کروں کہ یادگار زمانہ رہے اور خیال میں آنا کہ حضرت خواجہ اب کوئی فائدہ بیان نہ فرمائیں گے مگر بعد چار دن کے جب حاضر خدمت شریف ہوا تو آپ نے بہت فوائد بیان فرمائے بلکہ پچھلے فوائد کہے ہوئے بھی مکرر رہے۔

دسویں مجلس

دولت قدمبوس حاصل ہوئی۔ میرے آنے سے پہلے چند احباب بہار کی طرف سے آئے ہوئے تھے اور حضرت خواجہ فوائد بیان کر کے استغراق میں تھے خبر کچھ نہ تھی آنکھ اُٹھا کر مجھ کو دیکھا اور بیٹھنے کا حکم کر کے پھر آنکھیں بند کر لیں، اور دیر تک مستغرق رہے پھر آنکھیں کھول کر فرمایا اس وقت حضرت خواجہ فضیلؒ کی حکایت بیان ہو رہی تھی کہ جاذبۂ حق آیا اور حق کی جانب کھینچ لے گیا۔ پھر فرمایا سالک متدارک ساتھ جذبہ کے ہے اور مجذوبات مطلق ہیں اور فرمایا سلوک مشروط بارادت ہے ہاتھ کسی مرشد کا پکڑنا چاہیئے کہ رہبر ہو اور طریقہ ذکر و فکر کا تعلیم کرے اور جہاں وقفہ عارض ہو دستگیری کر کے نکال لے جائے میں نے عرض کیا جس کا شیخ موجود ہو کیا اس کو بھی وقفہ واقع ہوتا ہے فرمایا ہاں اُسکو بھی سلوک میں توقف واقع ہوتا ہے کہ ع

نزدیکاں رابیش بود حیرانی ٭ پھر فرمایا ایک سالک متدارک بجذبہ ہے اور ایک مجذوب متدارک بسلوک۔ یہ دونوں شیخیت کے ہیں مگر مجذوب مطلق جیسے

مجانین اور سالک نامتدارک بجذبہ یہ دونوں شیخی اور متابعت کے لائق نہیں اس کے بعد فرمایا کہ سالک متدارک بجذبہ وہ ہے کہ علم وعمل اور ارادت کی قوت سے جو اس میں ہے سلوک کرے پھر آخر میں اس کو جذبہ پیدا ہو۔ اور مجذوب متدارک بسلوک وہ ہے کہ اول اس کو جذبہ حاصل ہو پیچھے سلوک کرے تیسرا واقف ہے کہ جس نے بزور علم و مجاہدہ سلوک کیا ہے مگر بسبب کسی لغزش کے کہ اسے اس راہ میں پیش آئے یا بہ سبب فقدان کسی شرط کے جو اس راہ میں ضروری ہو اس سے اوپر نہیں چل سکتا جب تک شیخ اس سے اوپر نہ لے جائے۔ اس واسطے کہ اگر اس کا کوئی شیخ نہ ہوگا تو شیطان ہر دم طمانچہ مار کر دور پھینک دیگا کہ مَنْ لَیْسَ لَہٗ شَیْخٌ فَشَیْخُہُ اِبْلِیْس مشہور ہے مگر جس کے حق میں عنایت ربانیہ ہے اس کو منزل مقصود پر پہنچا دیتی ہے پھر یہ بیت پڑھی۔

بیت

اُستاذ تو عشق است جو آنجا برسی ‌‌‌‌‌‌ از خود بزبان حال گوید چون کن

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ فضیل عیاض قدس اللہ سرہ العزیز مجذوب سالک تھے اور خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں مجذوب سالک ہوئے ہیں۔ اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کاغذ زمین پر پڑا پایا اس کو اٹھا کر دیکھا تو اس پر نام پاک اللہ تعالیٰ لکھا ہوا ہے اس کو گرد و غبار سے صاف کر کے عطر ملا اور اوپر طاق میں پاک و صاف جگہ رکھ دیا، ہاتف نے آواز دی یَابِشْرُ! طَیَّبْتَ اِسْمِیْ فَطَیَّبْنَاکَ۔

بعد اس کے قصہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمایا کہ وہ ایک دن تخت سلطنت پر بیٹھے ہوئے تھے خواجہ خضر اس مکان میں آئے کسی نے بھی ان

کو ان کی ہیبت کی وجہ سے نہ روکا سب دروازوں سے گزرتے ہوئے خواجہ ابراہیم ادھم کے پاس آئے اور کہا اے ابراہیم تم نے یہ سلطنت کس سے پائی ہے بولے باپ سے کہا ان کو کس سے ملی تھی بولے دادا سے کہا ان کو کس سے پہنچی بولے پردادا سے ۔ حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب تمہارے پردادا مرے تو کیا کچھ اس سلطنت سے کوئی چیز اپنے ہمراہ لیتے گئے بولے کچھ نہیں لے گئے سوائے اعمال صالحہ کے ، پھر پوچھا جب تمہارے باپ کا انتقال ہوا تو اس مملکت سے کیا ہمراہ لے گئے ۔ بولے کچھ نہیں مگر اپنے اعمال ۔ پھر پوچھا تم آخر وقت کیا لے جاؤ گے بولے میں بھی کچھ نہ لے جاؤں گا سوا اپنے اعمال کے حضرت خضرؑ نے کہا جب تم جانتے ہو کہ کچھ نہ لے جاؤ گے سوا نیک کاموں کے تو پھر نیک کاموں میں کیوں مشغول نہیں ہوتے اور یہ کہہ کر غائب ہو گئے خواجہ ابراہیم نے پوچھا لوگوں سے یہ کون شخص تھا اور کہاں گیا لوگ چاروں طرف دوڑے مگر کسی کو نہ پایا لاچار لوٹ آئے ۔ خواجہ ابراہیم تخت سے اترے اور ان کے دل میں ایک وحشت پیدا ہوئی پریشانی میں پھرنے لگے سوچا کار و بار ملک و بادشاہی کا مشکل ہے آسانی سے نہیں چھوٹ سکتا محل میں جاؤں شاید حرم و کنیزوں کے مجمع میں دل کو آرام و راحت آئے اور یہ پریشانی کچھ رفع ہو جب اندر گئے تو ہر عورت ان کو شیر و مار کی طرح دکھائی دیتی تھی باہر نکل آئے اور دل میں سوچنے لگے کہ شکار کو جاؤں شاید سیر و تماشے میں پریشانی کچھ کم ہو گھوڑے آراستہ ہو کر آئے ہمراہی تیار ہوئے سوار ہو کر شہر سے نکلے میدان میں ایک ہرن دیکھا اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا کچھ دور بھاگ کر وہ ہرن کھڑا ہو گیا اور منہ پھیر کر عبادت فصیح میں کہا یا ابراھیم اَخُلِقْتَ لِھٰذا اَوْ اُمِرْتَ بِھٰذا یعنی اے ابراہیم کیا تو اس واسطے پیدا ہوا اور اس کام کا تجھ کو حکم ہوا ہے یہ آواز سن کر

کھڑے ہو گئے اور رہزن کا پیچھا چھوڑا پھر گھوڑے کے نیچے زمین سے آواز آئی کہ وَاللّٰہِ مَا خُلِقْتَ لِھٰذَا وَمَا اُمِرْتَ بِھٰذَا یعنی قسم خدا کی تو اس واسطے نہیں پیدا ہوا نہ اس بات کا تجھ کو حکم ہوا ہے پھر تو خواجہ ابراہیم کو طاقت نہ رہی گھوڑے سے اتر پڑے اور تنہا جنگل کو چلے لشکر میں شور وواویلا پڑا سب نے جمع ہو کر منت کی گھوڑا سواری کو پاس لائے. خواجہ ابراہیم نے کہا میں نے سلطنت ترک کر دی ہے جس کو چاہو یہ کام سپرد کر دو ہر چند فہمائش اور کوشش کی کچھ مفید نہ ہوئی. لوگوں کو لوٹا دیا تنہا رہ گئے. وہاں جنگل میں ایک ساربان تھا اس کی کملی اس سے مانگ لی اور لباس شاہی اس کو دیا. پھر اس کملی کو بیچ سے پھاڑ کر گردن میں ڈال لیا اور بیابان کی راہ لی ایک جگہ جنگل میں ستر مرد مرقع پوش سر پر خاک ڈالی ہوئی پڑے دیکھے. حیران ہوئے یہ کیا معاملہ ہے ہر شخص کے پاس جا کر کان لگایا کہ کوئی بات سننے میں آئے کسی کی آواز نہ سنی. سب مرے ہوئے پڑے تھے یہ ہر ایک کو اسی طرح دیکھتے ہوئے جب سترویں درویش کے پاس آئے تو اس نے سر اٹھایا اور آنکھ کھولی اور کہا اے ابراہیم ہم ستر درویش محبت الٰہی میں مرقع پوش ہو کر نکلتے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ خدا کے واسطے سفر کریں اور کسی چیز سے خوش نہ ہوں سوائے جمال پروردگار عزّ شانہٗ کے. جب اس بیابان میں پہنچے تو خواجہ خضرؑ ہم سے ملے ان سے مل کر ہم کو خوشی ہوئی اور دل میں سمجھے کہ ملاقات ایسے بزرگ سے ہوئی یہ سفر ہمارا مقبول ہے اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے مدعیان کاذب کیا تم نے اقرار نہ کیا تھا کہ ہم کسی چیز سے سوائے مشاہدہ جمال واحد متعال کے خوش نہ ہوں گے اب کیسے ایک فقیر کے آنے سے خوش ہوئے. خضرؑ کون ہے ہمارا ایک بندہ ہے سو اس بات کے خوف سے سب نے وفات کی فقط مجھ کو باقی رکھا کہ تو آئے تو تجھ

سے یہ راز کہہ دوں اور یہ کہہ کر اس نے بھی وفات کی ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

گیارہویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی ۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر باتوں میں تھے اور شرح اس قول کی شروع کی تھی کہ کَمَا تَکُوْنُوْ یُوَلّٰی عَلَیْکُمْ ۔ یعنی تم جیسے ہوگے حاکم ووالی بھی ویسے ہی تم پر مسلط ہونگے ۔ جب میں محفل میں حاضر ہوا اور احباب اپنے مقاموں پر باطمینان بیٹھ گئے تو جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلام پھر سے شروع کرتا ہوں ۔ اور یہ قصّہ کہا :

ایکؔ درویش تھا ، کسی شہر میں گیا ، دیکھا شہر خوب آباد وآراستہ ہے مکانات مکلّف عمدہ دورویہ دکانیں طباخ وقصّاب وحلوائیؔ وبزّاز وغیرہ سامان والوں کے اسباب سے بھری ہیں بلند وپختہ کوچے صاف ۔ درویش نے دل میں کہا کیا خوب یہ شہر ہے اس میں کچھ مدت رہنا چاہیئے ۔ پھر کہا تحقیق کرلینا چاہیئے کہ بادشاہ یہاں کا کیسا ہے اس میں ایک گروہ مسلمانوں کا قریب آیا اس نے ان سے جاکر پوچھا اے بھائیو میں اس شہر میں ابھی آیا ہوں ، اس کو عمدہ وآراستہ معمور وآباد دیکھ کر چاہتا ہوں کہ یہاں سکونت کروں پھر دل میں آیا کہ اول دریافت کروں بادشاہ یہاں کا کیسا ہے ۔ فی الفور تم لوگ سامنے آئے اب مجھ کو حال بادشاہ سے مطلع کرو کہ خلق اللہ سے اس کا معاملہ کیسا ہے ۔ ان سب نے کہا کہ بادشاہ سنت جماعت عامل دیندار رعیّت پرور ہے یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے بعد ان کے ایک اور گروہ مسلمانوں کا آگے آیا اس نے ان سے بھی وہی سوال کیا انہوں نے کہا بادشاہ یہاں کا ظالم مفسد جاہل رعیّت آزار ہے ۔ درویش یہ اختلاف تقریر سن کر حیران ہوا کہ میں کس گروہ کے قول پر عمل کروں کہ ایک اچھا کہتا

ہے دوسرا بُرا۔ اسی حال میں ایک عالم منتقی رو برو آیا درویش نے اس سے بڑھ کر کہا مولانا مجھ کو ایک مشکل واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ میں کس گروہ کے کہنے پر عمل کروں اور تمام ماجرا بیان کر دیا۔ اس عالم نے کہا دونوں کے قول پر عمل کر یہ بولا بڑی مشکل ہوئی دو قول باہم مخالف ہیں ان پر کس طرح عمل ہو سکے۔ عالم نے کہا شاہ صاحب جس گروہ نے بادشاہ کو عادل رعیت پرور اور اچھا کہا ہے اُن لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے اچھا اور بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر بادشاہ کو ساتھ نیکی کے مقرر کیا ہے وہ ان پر عدل و مرحمت کرتا ہے اور جس گروہ نے ظالم مفسد اور رعیت آزار کہا ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے اچھا نہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر بادشاہ کو جابر کر دیا ہے موافق مضمون اس حدیث شریف کے کہ کَمَا تَکُوْنُوْا یُوَلّٰی عَلَیْکُم ۔ ایک عزیز نے اہل محفل سے عرض کیا کہ ملفوظ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز میں لکھا ہوا ہے کہ درویشوں کا مقولہ ہے کہ جو دو گائے ذبح کرے اس نے گویا دو خون کیئے اور چار ذبح کرے گویا چار خون کئے اور چار گوسفند ذبح کرے اس نے گویا ایک خون کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا لفظ ہارونی نہیں ہے بلکہ ہروَنی بلا الف کے ہے اور ہروَن نام اس گاؤں کا ہے جہاں کے حضرت خواجہ عثمان قدس سرہ العزیز تھے پھر فرمایا ایسے ہی بزرگوں کے حق میں آیا ہے کہ الرِّجَالُ فِی الْقُرٰی یعنی مرد گاؤں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور اکثر مشائخ اور مردان خدا گاؤں میں ہوئے ہیں پھر فرمایا وہ ملفوظ ان کا نہیں ہے میری نظر میں بھی آیا ہے اس میں بہت ایسی باتیں ہیں کہ مناسب ان کے ارشاد و علم کے نہیں۔ پھر فرمایا میرے حضرت پیر و مرشد جناب سلطان الاولیاء قدس سرہ العزیز فرماتے تھے میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اس واسطے کہ شیخ الاسلام حضرت فریدالدینؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا قطب الدینؒ اور

باقی خواجگان چشت وغیرہ مشائخ جو داخل ہمارے شجرہ میں ہیں، کسی نے کوئی تصنیف نہیں کی ہے، میں نے عرض کیا فوائد الفواد میں ہے کہ ایک شخص نے جناب سلطان الاولیاء قدس سرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے ایک معتبر سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے آپ کی تصنیف سے ایک کتاب دیکھی ہے حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس نے غلطی کی میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی ہے اس واسطے کہ ہمارے خواجگان نے کوئی تصنیف نہیں کی یہ سن کر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا کہ واقعی ہمارے حضرت سلطان الاولیاء نے کوئی کتاب نہیں تصنیف کی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یہ جو رسالے اس وقت میں دستیاب ہوتے ہیں ملفوظات حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ملفوظات حضرت شیخ عثمان ہروی رحمۃ اللہ علیہ کیا بڑے حضرت کے وقت میں ظاہر نہ ہوئے تھے۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ تھے۔ اگر ان حضرات کی تصنیف سے ہوتے تو بڑے حضرت ذکر ان کا فرماتے

پھر یہ حکایت فرمائی کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجذوب کی صحبت رہی ہے اس کا نام چرک تھا، ایک بار وہ مجذوب کسی شہر میں گیا اور جامع مسجد میں جاکر درمیان محراب کے سو گیا اس مسجد کی چھت اور دیواریں چوبین تھیں نماز کے وقت موذن نے آکر پاؤں پکڑے اس کو کھینچا وہ جاگ اٹھا اور ایک آہ کی منہ سے آگ نکلنے لگی اور مسجد جلنے لگی اور مجذوب وہاں سے چل نکلا، آگ شہر کے مکانوں میں پہونچی اور شہر جلنے لگا۔ حضرت عبداللہ انصاریؒ اس شہر میں تھے ان سے لوگوں نے یہ حادثہ ذکر کیا کہ ایک درویش جامع مسجد میں سوتا تھا موذن نے گستاخی سے اس کا پاؤں پکڑ کر کھینچا اس نے ایک آہ کی آگ اس کے منہ سے نکلی اول مسجد میں لگی پھر شہر میں اور وہ

درویش چلا گیا، اب شہر جل رہا ہے شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے
پوچھا وہ فقیر کدھر گیا لوگوں نے کہا فلاں طرف شیخ اس طرف گئے اور اس سے
ملے کہا اے درویش یہ شہر مجھ کو بخش دے کہا نہ بخشوں گا کہا مہربانی کرو اور مجھ کو
بخش دو بولا جا تہائی شہر تجھ کو دیا۔ انہوں نے کہا اور کچھ اس پر زیادہ کرد بولا
دو ثلث دیئے شیخ لوٹ آئے ایک ثلث شہر جل گیا تھا اور دو ثلث سلامت اور
اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ ایک بار حضرت خواجہ عثمان ہیروَنی رحمۃ اللہ علیہ
کسی گاؤں میں پہنچے کہ وہاں آتش پرست رہتے تھے اور ایک گنبد پختہ بنا کر سالہا
سال سے اس میں آگ جلاتے تھے اور بجھنے نہ دیتے تھے۔ سب اس آگ کو پوجتے
اور تعظیم کرتے جناب خواجہ نے اس آتش خانہ کے پاس جا کر ان آتش پرستوں
سے کہا تم اتنی مدت سے اس آگ کو پوجتے ہو کیا ممکن ہے کہ تم اس کے اندر جاؤ
اور یہ تم کو نہ جلائے۔ سب نے کہا یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا
اگر میں اس کے اندر چلا جاؤں اور آگ مجھ کو نہ جلائے تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے
وہ بولے اگر تو اس کے اندر جائے اور آگ تجھے نہ جلائے تو بلا شبہ ہم سب مسلمان
ہو جائیں گے۔ حضرت خواجہ نے ان کے ایک بچہ کو گود میں اٹھا لیا اور آگ
میں گھس کر اس کے ساتھ بآرام بیٹھ گئے وہ لڑکا آپ کے پہلو کے پاس بیٹھ کر
کھیلنے لگا آتش پرستوں میں ایک شور و غل ہوا۔ سب جمع ہوئے اور ان کی
سلامتی دیکھ کر سب نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہوئے پھر حضرت خواجہ
آتشکدہ سے باہر آئے۔ اور اس لڑکے کو بھی باہر لائے ان لوگوں نے لڑکے سے پوچھا
کہ آگ میں تیرا کیا حال تھا اس نے کہا میں ایک عمدہ باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔

بعد اس کے کرامتِ اولیاء میں بیان شروع کیا۔ فرمایا کرامت بطریق دوام نہیں
ہوتی اور بلا شبہ مسئلہ کرامت کا علماء نے اس آیت شریف قرآن مجید سے ثابت کیا

ہے۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ط قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی ہر بار کہ حضرت زکریا پیغمبر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام محراب بیت المقدس میں آتے، حضرت مریمؑ پارسا کے پاس کھانا پینا موجود پاتے پوچھتے یہ کہاں سے آیا ہے حضرت مریم فرماتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے۔ پس ہر بار سوال حضرت زکریا کا اور جواب مریم پارسا کا اس وجہ سے تھا کہ حضرت مریم ولیہ تھیں اور کرامتِ اولیاء بطریق دوام نہیں ہوا کرتی۔

اس کے بعد حکایتِ افک حضرت جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان فرمائی کہ جب چند لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ پر تہمت لگائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لائے اور عائشہ صدیقہ رضؓ بھی وہیں تھی آنحضرتؐ نے فرمایا یا عائشۃ اِنْ کُنْتِ لَمِمْتِ ربنا فاستغفرِ اللہ۔ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت غمگین اور شکستہ خاطر ہوئیں اور اپنے والد حضرت ابوبکر رضؓ سے کہا تم میری طرف سے آنحضرتؐ کو جواب دو انہوں نے کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں آنحضرتؐ کو۔ پھر اپنی ماں سے بولیں کہ تم میری طرف سے آنحضرتؐ کو جواب دو انہوں نے بھی عذر کیا۔ لاچار حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ بولیں کہ اِنْ صَدَقْتُ فَكَذَّبْتُمُوْنِیْ وَاِنْ كَذَبْتُ فَصَدَّقْتُمُوْنِیْ یعنی اگر سچ کہوں گی تو مجھ کو جھوٹا جانو گے اور جو جھوٹ کہوں تو سچا سمجھو گے۔ اسی اثنا میں اثر وحی پیشانی مبارک پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ظاہر ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ حال دیکھ کر کہا عنقریب اللہ تعالیٰ میرا سچا ہونا بیان فرمائے گا مگر ماں باپ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے

دونوں سجدے میں گر پڑے تھے اور بگریہ وزاری جناب باری میں دعا کرتے تھے کہ
اے پروردگار ہماری عزت وناموس تیرے ہاتھ ہے ہم کو مخلوق میں شرمندہ و
بدنام نہ کرنا۔ ادھر بعد نزول وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا:
اے عائشہ رضہ بشارت اور مبارک ہو مجھ کو اور تجھ کو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالی عنہا نے جواب میں کہا الحمد للہ لا نحمدک بحمد اللہ تعالے یعنی شکر واحسان
خاص اللہ پاک کا ہے اور اس آیت نے نزول فرمایا انّ الذینَ جآؤ بالافك آخر
رکوع تک۔ پھر ان لوگوں پر جنہوں نے تہمت لگائی تھی حد قذف جاری کی، اور
مروی ہے کہ زمانِ تہمت میں کہ ہنوز آیت براءت نازل نہ ہوئی تھی اور صحابہ رضہ
رنج وفکر میں تھے حضرت ایوب انصاری رضہ نے اپنے گھر میں یہ قصہ اپنی بیوی سے
بیان کیا کہ لوگوں نے تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضہ پر لگائی ہے ان کی بیوی نے سنتے
ہی کہا واللہ یہ تہمت جھوٹ بنائی ہوئی ہے۔ ایوبؔ انصاری رضہ نے کہا جس بات کا
علم نہ ہو اس میں قسم نہ کھا۔ انہوں نے کہا اے ایوبؔ اگر بجائے عائشہ کے میں ہوں
اور بجائے صفوانؔ کے تم تو کیا تم کو مجھ پر گمان ایسی بات کا ہوگا انہوں نے کہا ہرگز
نہیں وہ بولیں واللہ عائشہ رضہ مجھ سے زیادہ پاک وصاف ہیں پھر کہا اگر بجائے
صفوان کے تم ہو اور بجائے عائشہ میں ہوں تو تم کو اپنے اوپر ایسی بات کا گمان ہوگا
کہا نعوذ باللہ ہرگز نہ ہوگا بولیں واللہ صفوان تم سے زیادہ پاک اور بہتر ہے۔

ایک دوست محفل میں حاضر تھا، عرض کی، میں نے کتاب منہاج العابدین
میں ایک بات دیکھی ہے وہ مجھ کو بہت مشکل معلوم ہوتی ہے اول لکھتا ہے کہ
التعلق بالاسباب حمق وجہلٌ بعد اس کے لکھا ہے کہ سالک راہِ حق کو اگر شیطان
وسوسہ ڈالے کہ تیرے اہل وعیال میں اگر تو نے توکل کیا تو وہ سب خراب ہو جائیں
گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سمجھے میرے فرزند وعیال یا اولیاء ہیں یا اشقیاء،

اگر اشقیاء و بدبخت ہیں تو مجھ کو ان کا کوئی غم نہیں اور اگر اولیاء و صالحین ہیں تو وہ سایۂ عنایت الٰہی میں ہیں، میں کیوں ان کا غم کروں ان کا مددگار تو خداوند کریم ہے، پھر جناب خواجہ نے فرمایا کہ کسب کرنا مانع توکل کا نہیں ہے اگر کوئی عیالدار کچھ کسب کرے اور اس کا دل اس کسب پر نظر نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ متوکل ہے اور اگر کسب کرتا ہے اور دل کی نظر کسب پر ہے تو ایسا تعلق اسباب کا حمق اور جہالت ہے اور یہ آیت شریف پڑھی - وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؁ اور اس پر یہ حکایت بیان فرمائی -

امام طائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حج میں ہمراہ ایک قافلہ کے گئے تھے - قافلہ راہ بھول کر ہر طرف پھرتا تھا، ان کی نگاہ ایک حبشی پر پڑی کہ دامن کوہ میں بیٹھا تھا، برہنہ پشت پیٹ سے لگی ہوئی آپ اُس حبشی کے پاس گئے اور پوچھا ہم کس طرف جائیں اور راہ کس طرف ہے اس نے راہ بتائی انہوں نے دل میں کہا یہ حبشی بیابان میں رہتا ہے بھوکا معلوم ہوتا ہے کچھ کھانا اس کے پاس لے جاؤں شاید یہ کھا کر سیر ہو پھر قافلہ سے خُشک روٹیاں جمع کر کے اس کے پاس لے گئے - حبشی یہ دیکھ کر ان پر گرم اور نام لے کر کہا اے فلانے یہ کیا حرکت ہے - حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوئے کہ اس نے میرا نام کیسے جانا اس نے کہا تو اس خدمت سے خوش ہوا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ بلا واسطہ تیرے مجھ کو ہمیشہ رزق پہنچاتا رہتا ہے انہوں نے تعجب کیا اور دل میں کہا کہ اس کی قوتِ ایمان اور توکل کس قدر کامل ہے - حبشی نے ان کے اس خطرہ سے مطلع ہو کر کہا کہ کیا تعجب کرتا ہے اگر بندگانِ خدا کہیں تو یہ سب پہاڑ اپنی جگہوں سے چلنے لگیں، ہنوز انہوں نے یہ بات پوری نہ کی تھی کہ سب چلنے لگے اس نے دیکھ کر کہا میں بات کہتا ہوں تم کو حکم نہیں کرتا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو وہ پہاڑ ٹھہر گئے، مقصود

یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر کام میں کافی ہوتا ہے۔
ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ والحمد للہ رب العالمین۔

بارھویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ پہلے یہ فرمایا کہ اس وقت زیارت شیخ الاسلام حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے آیا ہوں اور یہ بات بڑے ذوق وشوق سے کہی پھر کچھ دیر مراقب وخاموش رہے تا حق تعالیٰ شانہ کیا کہلواتا ہے اسی اورمیان میں ایک عزیز نے سوال کیا کہ یہ حال جو درویشوں کو ہوا کرتا ہے کہاں سے ہے اور کس طرح ہوا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا حال نتیجۂ اعمال ہے اور عمل دو قسم کے ہیں۔ عمل جوارح، اور یہ ظاہر ہیں۔ دوسرا عمل قلب اور اس عمل کو مراقبہ کہتے ہیں۔ والمراقبۃ اَنْ تلازم قلبك العلم بان اللہ تعالیٰ ناظرٌ الیك پھر فرمایا اول انوار عالم علوی سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کا اثر دل پر پڑتا ہے اس کے بعد جوارح پر، اور اعضاء کہ تابع دل کے ہیں جب دل متحرک ہوتا ہے تو اعضا بھی حرکت کرتے ہیں پھر فرمایا جب آدمی کو انابت ظاہر ہوتی ہے تو اگر بسبب ندامت کے معصیت سے ہے تو جاننے منشا اس ارادت کا ظاہر قلب ہے اور اگر شوق وذوق سے ہے تو منشا اس ارادت کا باطن قلب ہے، اور اگر اس انابت کے بعد ترک ماسوی اللہ پیش آئے تو منشا اس ارادت کا لطیفہ سر ہے اس پر عبارت عوارف کی ارشاد فرمائی کہ المبتدی صاحبُ وقتٍ، والمتوسط صاحبُ حالٍ، والمنتھی صاحبُ انفاسٍ اور عزیزوں کو یہ بات مشکل معلوم ہوئی مطلب دریافت کرنے لگے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اول توجہ اس سائل کی طرف فرماکر کہا کہ اول تم کہو اس بارے میں کیا سنا ہے عوارف پڑھی ہے یا نہیں

اس نے کچھ بیان کیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمایا کہ المبتدی صاحبُ وقتٍ کیا معنی؛ صوفی مبتدی وہ ہے کہ اپنا وقت غنیمت جانے اور خیال کرے کہ سوا اس کے اور وقت پاتا ہوں یا نہیں اور اپنے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر تلاوت یا نماز یا فکر میں صرف کرے اور جب سالک حفظِ اوقات پر مستقیم ہو اور اپنے اوقات کو انواع عبادات اور ریاضات سے معمور کرلے اور استقامت پالے تو امید ہے کہ اب صاحب وقت ہو جاتے اور مواہب نتائج مکاسب کے ہیں اور حال اثر ان انوار کا ہے جو عالمِ علوی سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کا اثر دلوں پر پہنچتا ہے اور دل سے طرف اعضا کے سرایت کرتا اور حال بر طریق دوام نہیں ہوتا کہ "الوقتُ سیفٌ قاطعٌ" وارد ہے اور اگر حال کو دوام ہو تو وہ مقام ہو جاتا ہے پھر فرمایا منتہی صاحب انفاس ہے اور ارباب طریقت نے ایک اور معنی بھی کہے ہیں یعنی جو کچھ وہ کہے یا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ وہی کر دیتا ہے پھر کہا یہ باتیں اصطلاح سے متعلق ہیں۔ بعض مشائخ کی اصطلاح میں صاحبِ وقت اس کو کہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً اس کو حال پیدا ہوا کرتا ہے مگر غالب نہیں ہوا کرتا سو یہ معنی "المبتدی صاحب وقت" کے ہیں اور متوسط صاحب حال اس کو کہتے ہیں کہ حال اس کو غالب ہو یعنی اکثر اوقات اس پر حال ظاہر ہوا کرے۔ والمنتھی صاحبُ انفاسٍ، صاحب انفاس اس کو کہتے ہیں جس کو حال مقارن انفاس ہو جائے وہ نہیں سمجھتا کہ حال کوئی دم مقارن اس کے نفس کا نہیں ہے گویا حال اس کا مقام ہو گیا ہے اور یہ فرما کر سرد سانس لئے اور یہ حدیث شریف پڑھی ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا یعنی تحقیق تمہارے پروردگار کو تمہارے ایام روزگار میں خوشبوئیں ہیں پس ان کے لئے آمادہ رہو اور فرمایا یہ امور وجدانی ہیں جب عبادت میں شب بیدار رہیں تو صبح کو بوئے خوش محسوس ہوتی ہے پھر فرمایا اگر درویش رات کو بھوکا سوئے اور آخر شب کو عبادت میں

جاگے اور ایسا مشغول بخدا ہو کہ تعلق باطن اس کا کسی چیز سے نہ ہو تو نزول انوار کا ارواح پر مشاہدہ کرتا ہے خواہ اسی وقت کوئی جائے اور ترکِ علائق کر کے مجاہدہ کرے بیشک یہ احوال اس پر ظاہر ہوں گے اس میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ شبہ نہیں اور اس کے مناسب یہ شعر پڑھا۔

شعر

نظر در دیدہا ناقص فتاد است   وگرنہ یارِ من از کس نہاں نیست

پھر فرمایا اصل کار محافظت نفس کی ہے، مراقبہ میں صوفی کو لازم ہے کہ اپنے نَفَس کو نگاہ رکھے یعنی سانس روکے تا جمعیت باطن حاصل ہو جب سانس لے گا تو باطن پریشان ہو گا اور خرابی پلئے گا۔ ایک عزیز نے پوچھا کہ سانس بزور روکے یا خود رک جائے، فرمایا اول میں خود روکے اور اس میں مبتدی کو سعی و کوشش چاہیے، بعد کو سانس خود رکنے لگتا ہے مراقبہ میں۔ اسی واسطے کہا کہ صوفی وہ جو سانس گنے ہوئے لے کہ ایک معنی "المنتہی صاحبُ نَفَس" کے یہ بھی ہیں، اور گرو جوگیوں کے جن کو سدہ کہتے ہیں سانس گنے ہوئے لیا کرتے ہیں یہ کہہ کر پھر ایک آہ سرد سینہ مبارک سے لی اور فرمایا ہماری تمہاری مثال اس بھوکے درویش کی سی ہے کہ روبرو دکان باورچی کے جاوے اور پختہ نعمتیں دیکھ کر ان کی خوشبوئیں سونگھنے لگے، رفیق سے کہے تیرے پاس قیمت ہو تو خرید کر کھلا۔

پھر فرمایا اب مجھ کو فرصت مشغولی اور خلوت کی نہیں ہے دن بھر مخلوق کے ساتھ رہنا ہوتا ہے بلکہ قیلولہ بھی میسر اکثر نہیں ہوتا بارہا قیلولہ کرنا چاہتا ہوں جگا دیتے ہیں کہ فلانا آیا ہے اٹھیے اور تم لوگوں کو کہ فرصت ہے کیوں مشغول نہیں رہتے، اس پر میں نے عرض کی کہ ہر چند جناب کا ظاہر خلق سے مشغول معلوم ہوتا ہے مگر باطن شریف ہمیشہ حق سے مشغول ہے پھر فرمایا اگر شب بیدار رہوں تو البتہ کچھ ذکر و شغل یا وظیفہ

ادا ہوتا ہے ، مگر دن میں ہرگز کچھ نہیں ہو سکتا ۔ لیکن عنایت ربانیہ سے ناامید نہیں ہوں اور یہ بات نہایت شکستہ دلی سے فرما کر گریہ کیا اور یہ بیت پڑھی ۔

شعر

ایں دلو تہی کہ در چہ انداختہ ام ناامید نیم کہ پُر برآید روزے

بعد اس کے گفتگو وصول الی اللہ اور طمانیتِ قلب کے ذکر میں آئی ۔ فرمایا نظر دل پر رکھ کر اور دل کو طرف حق کے متوجہ کر کے اور غیر حق کو دل سے نفی کرے واسطے مشغولی کے بیٹھنا چاہیئے ۔ تب دیکھے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش سے پوچھا تم نے مشغولی کس سے سیکھی ہے کہا ، گربہ سے ، اس واسطے کہ دیکھا گیا ہے کہ بلّی چوہے کے بل پر ایسی حاضر اور متوجہ ہو کر بیٹھتی ہے کہ دم اور مونچھ تک کے بال اس کے نہیں ہلتے ٭

تیرھویں مجلس [۱۳]

سعادت پابوس حاصل ہوئی ۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر باتوں میں تھے ، اور یہ فرما رہے تھے کہ علماء طریقت کے نزدیک اگر حضوری نہ ہو تو نماز روا نہیں اور اس کو قیاس ایک مسئلہ شرعی پر کیا ہے کہ اگر امام مسافر ہے تو حکم مقتدی کا بھی وہی ہوتا ہے اگرچہ اس نے نیت اقامت کی کی ہو اور اگر امام مقیم ہے تو مقتدی بھی مقیم ہوتا ہے اگرچہ نیت سفر کی کرے ۔ یہی حال دل کا نسبت اور اعضاً کے ہے ۔ حسب ارشاد جناب نبوت مآب کے ان فی جسد ابن اٰدم مضغۃ اذا صلحت صلح جمیع البدن واذا فسدت فسد جمیع البدن الا وھی القلب فرمایا دل دوسرے اعضاء کا امیر ہے اور قبلہ دل کا ذاتِ پاک حق سبحانہ کی ہے اور جملہ جوارح دل کے تابع ہیں ۔ پس جب دل اپنے قبلہ سے منہ پھیرے تو اور سب

اعضاء بھی پھر جاتے ہیں پھر فرمایا ایک بزرگ سے پوچھا کہ اگر مُصلّی کے دل پر نماز میں دنیا کا خیال گزرے تو کیا واجب آتا ہے اور اگر عقبیٰ کا خیال آوے تو کیا واجب ہوگا۔ اس نے کہا اگر دنیا گزری تو وضو واجب ہوتا ہے کہ دُنیا مردار ہے "الدنیا جیفۃ" مردار چیز کو اگر دل میں سوچے جو مقام مناجات کا ہے ساتھ حق کے یا نہ سوچے دونوں حال میں وضو کافی ہوگا۔ اور اگر عقبیٰ کا خطرہ گزرے جو مطلوب زہاد و عباد کا ہے تو بہ نظر تشدید میں کہتا ہوں غسل لازم آئے گا۔

پھر حال استغراق کا نماز میں فرمایا کہ ایک بار پائے مبارک حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ میں سخت کانٹا چبھ گیا تھا اور درد ایذا کرتا تھا لہذا اس کو نہ نکال سکتے تھے لوگوں نے باہم صلاح کی کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں تو کانٹا نکالنا۔ جب حضرت امیر نے نماز میں سجدہ کیا لوگوں نے وہ کانٹا پائے مبارک سے نکال لیا اور آپ کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا استغراق ہے کہ خار محکم پاؤں سے نکالیں آپ کو خبر نہ ہو۔

پھر حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے ان کے چھوٹے بھائی شیخ احمدؒ نے آکر سلام کیا۔ امام نے کچھ جواب نہ دیا جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو بھائی پر عتاب کیا کہ میں تلاوت میں تھا مجھے سلام کیوں کیا، انہیں باتوں کے واسطے علم سیکھتے ہیں آپ کے بھائی شیخ احمد نے علم زیادہ نہ پڑھا تھا مگر نہایت صاحب کشف تھے۔ انہوں نے یہ سن کر کہا کہ اے بھائی میرے جس وقت میں نے آپ کو سلام کیا تھا آپ اس وقت موچی کی دوکان میں تھے اور واقعی ایسا ہی تھا کہ موافق ان کے کشف کے امام حجۃ الاسلام کا خیال اسی طرف گیا تھا۔ میں نے بعد تمام اس حکایت کے خدمتِ مخدوم میں عرض کی کہ وفور علم امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تو معلوم ہے مگر ان کا خطاب حجۃ الاسلام

نہ معلوم کیسے ہوا، کسی بادشاہ کا دیا ہوا ہے یا کسی اور کا۔ فرمایا اس وقت کے علماء نے ان کو اپنی تحریروں میں حجۃ الاسلام لکھا ہے اور اس وقت کے اکثر علماء ان کے شاگرد تھے۔

پھر فرمایا جب سالک کامل ہو جاتا ہے تو اس کو قوت طیران کی حاصل ہو جاتی ہے جو عالم علوی میں ہو خواہ سفلی میں اور اعضاء چونکہ قلب کے تابع ہیں اور قلب تابع روح کا، پس جہاں تک روح طیران کرتی ہے قلب و جوارح بھی وہاں تک طیران کرتے ہیں۔ پھر اسی معنی میں یہ حکایت فرمائی کہ غزنی میں محمود نامی ایک دیوانہ تھا سید اجل غزنی کہ شغل تولیت بھی اس کو مفوض تھی اس دیوانہ کا معتقد ہو گیا ایک بار وہ سید اجل متولی مدارس اس دیوانہ کے پاس آیا دیوانہ نے اس سے کہا اے سید آج نماز عشاء کے بعد مدارس کی کنجیاں خود اپنے ہاتھ میں لے کر جانا، اور ہر حجرے کو خود کھول کر اندر جانا سید نے یہ بات قبول کی اور پھر رات گئے کنجیاں مدارس کی خود اپنے ہاتھ میں لیکر گھر سے نکلا پہلے قریب کے مدرسہ کو جاکر کھولا جب اندر گیا دیکھا محمود دیوانہ محراب کے روبرو بیٹھا ہوا ہے، قرآن شریف رحل پر روبرو کھلا رکھا ہے اور عمدہ قندیل روشن ہے بترتیل و مشغولی تمام تلاوت میں مشغول ہے، سید خاموش وہاں سے لوٹ آیا اور دوسرے مدرسہ میں گیا، وہاں بھی محمود دیوانہ کو اسی طرح دیکھا۔ غرض کہ سب مدرسوں میں گشت کیا یہی حال معاینہ کیا۔

پھر کلام مکان میں واقع ہوا کہ روا ہے ایک شخص ایک وقت میں مشرق میں بھی ہو اور مغرب میں بھی یا ایک مکان کے متعدد گوشوں میں موجود ہو مگر علماء نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کا بیک وقت دو مکانوں میں موجود ہونے کا اعتقاد نہ کرنا چاہیئے +

والحمد للہ رب العلمین ؁

چودھویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی ۔ ایک شخص موضع سامانہ سے آیا تھا جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حال دریافت کیا ، یہ شخص مولانا فخر الدین زرادی کا بھائی تھا ارشاد فرمایا کہ میں اور مولانا فخر الدین ایک جگہ پڑھتے تھے مگر مولانا کا عقیدہ درویشوں سے نہ تھا ایک دن میں نے مولانا سے کہا کہ ایک بار میرے ہمراہ جناب مستطاب شیخ معظم سلطان الاولیا ، رحمۃ اللہ علیہ میں چلو ۔ مولانا نے کہا وہاں جاکر کیا کروں گا اور ان کی ملاقات سے مجھ کو کیا حاصل ۔ میں نے مکرر سہ کرر کہا اور ہمراہ چلنے میں بہت اصرار کیا تو انہوں نے قبول کیا ۔ جب ہم دونوں خدمت فیض درجت شیخ میں گئے تو حضرت نے فوائد علمی بہت بیان کئے یہاں تک کہ مولانا شیخ کی حسن تقریر اور بیان شافی سن کر حیران ہو گئے ۔ جب ہم خدمت سے لوٹ آئے تو گھر آکر میں نے پوچھا کہو مولانا راضی ہوئے یا نہیں ؟ کہا بھائی بیشک تم حق پر تھے اور میں باطل پر ۔ بعد چند روز کے مولانا نے کہا ، شیخ کی خدمت میں چلنا چاہیئے ۔ غرض کہ جاکر مرید ہوئے اور قصر کیا ۔ بعد چند مدت کے محلوق ہوئے پھر فرمایا کہ ان مولانا فخر الدین کی مرید ہونے سے پہلے ان کی والدۂ ضعیفہ نے اپنے بھائی کی لڑکی سے منگنی کی تھی اور وطن قدیم ان کا سامانہ تھا جب یہ وہاں سے دہلی آگئے اور بیعت کی تو عزم نکاح فسخ کیا لڑکی والوں نے ان کی طلب میں خط لکھا کہ سامانہ میں آکر شادی کر و اور لے جاؤ یا جواب دے دو کہ لڑکی مقید بیٹھی ہے کسی اور جگہ اسکی شادی کر دیں مولانا نے شادی سے انکار کیا اور اقارب مولانا بھی یہ نکاح نہیں چاہتے تھے فقط ان کی والدہ مصر تھیں کہ اگر یہاں شادی نہ کریگا تو میں دودھ نہ بخشوں گی لہذا وہ حیران و پریشان ہو کر میرے پاس آئے اور مجھ سے یہ قصہ نکاح کا بیان کیا کہ حضرت شیخ کی خدمت شریف میں

عرض کروں۔ میں نے ایک دن مقرر کیا اور اس روز ہم دونوں خدمت بابرکت شیخ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے باتیں شروع کیں اور جب آپ تقریر فرماتے تو سب لوگ اس طرح متوجہ ہوتے تھے کہ دوسری باتیں بھول جاتے کچھ یاد نہ رہتا کہ دل میں کیا تھا میں بھی ایسا محو ہوا کہ مولانا کا کام عرض کرنا بالکل بھول گیا ہرچند دو تین بار مولانا نے اشارہ کیا مگر میں شیخ کی باتوں میں ایسا محو تھا کہ کب مجھ کو کوئی بات یاد آتی یہاں تک کہ اٹھتے وقت مولانا نے میرے زانو پر یاد دہانی کے واسطے ہاتھ رکھا تب مجھ کو ان کا کام یاد ہوا میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ مولانا کی وطن میں پہلے منگنی ہو گئی تھی اب ان کو لڑکی والوں نے خط لکھا ہے کہ آ کر شادی کر و اور مولانا کے سب اقارب وہاں کی شادی سے راضی نہیں مگر ان کی والدہ کہتی ہیں جب تک تو وہاں شادی نہ کرے گا میں دودھ نہ بخشوں گی حضرت شیخ نے فرمایا مولانا کیا کہتے ہیں وہاں شادی سے راضی ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کی یہ راضی نہیں اور انکار صاف کرتے ہیں۔ پھر جناب شیخ نے پوچھا کہ وہیں سے انکار شادی ہے یا اور جگہ سے بھی۔ مولانا نے خود جواباً عرض کیا کہ میرا ارادہ اور کہیں بھی شادی کا نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے ایک مصلّا سفید نکلوا کر مولانا کو دیا، اور فرمایا اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا اور یہ جائے نماز میری طرف سے ان کو دینا اور سوا اس کے اور کچھ نہ فرمایا۔ مجلس برخاست ہوئی ہم اپنے گھر آئے دوسرے دن میں نے مولانا سے پوچھا کہو کیا حال گذرا انہوں نے کہا جب میں گھر میں گیا تو اپنی والدہ سے کہا کہ لو، خدمت شیخ نے تم کو سلام کہا ہے اور یہ مصلّا عنایت فرمایا ہے وہ یہ سن کر اٹھیں اور تعظیم کر کے اس مصلّے پر دوگانہ نفل کا پڑھا۔ اور یکایک یہی کہنا شروع کیا کہ میں جانتی ہوں تو یہ شادی ہرگز نہ کرے گا۔ جا میں تجھ سے خوش ہوں اور تیری رضا سے راضی، میری طرف سے کچھ اندیشہ نہ کر۔

والحمد للہ رب العالمین ؀

پندرھویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی۔ ایک عالم ہدآیہ، بزدوی اور کشاف پڑھا ہوا آیا، بیعت کو آیا تھا اور اس سعادت سے شرف اندوز ہو کر محلوق ہوا۔ بعد اس کے جناب شیخ نے باب تصوف میں یہ فائدہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی طریقت میں داخل ہو، اس کو چاہیئے آستین چھوٹی کرے اور دامن اونچا رکھے اور سر منڈوائے۔ آستین چھوٹی کرنا اس واسطے ہے کہ جب صوفی سلوک میں آیا تو اس کو ہاتھ قلم کرنا (کاٹنا) چاہیئے تا ان کو مخلوق کے آگے نہ پھیلائے اور جو چیز یا کام نہ کرنے کا ہو وہ ہاتھیں لے نہ اس کو ہاتھ لگائے۔ لیکن ہاتھ قلم کرتا ہے تو بہت سی عبادتوں سے محروم رہے گا۔ چنانچہ وضو، غسل، مصافحہ نہ کر سکے گا، تو اب کیا کرے جو چیز ہاتھ سے قریب ہے، یعنی آستین اس کو کچھ کاٹے تا اس کو یاد رہے کہ تو بے دست ہے گویا تیرا ہاتھ قطع ہو گیا ہے بعد اس کے کسی کے آگے نہ پھیلائے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگائے۔ اور دامن اونچا کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ جب صوفی طریقت میں آتا ہے تو اس کو لازم آتا ہے کہ اپنے پاؤں قطع کرے تا بُری جگہ نہ جائے اور محفل معصیت میں نہ داخل ہو لیکن اگر پاؤں کاٹتا ہے تو ثواب جماعت و جمعہ اور بہت بھلائیوں سے باز رہے گا اب کیا کرے تو جو چیز پاؤں کے پاس ہے یعنی دامن کو تاہ کرے گویا پاؤں کاٹتے ہیں۔ اور سر مُنڈانے میں یہ اشارہ ہے کہ جب طریقت میں آیا تو لازم ہے کہ اپنا سر کاٹ ڈالے اس واسطے کہ اول قدم راہِ حق میں سر بازی ہے لیکن اگر سر کاٹتا ہے تو مرے گا سب چیزوں سے محروم رہے گا۔ کیا کرے؟ موئے سر ترشوائے، گویا سر کٹایا۔ تو جیسے سر بریدہ سے کچھ کام نہیں ہو سکتا یوں ہی سر منڈوائے ہوئے سے بھی کوئی امر خلاف شرع ظہور میں نہ آئے اور خیال رکھے کہ میں نے راہِ خدا میں سر کٹایا ہے۔ دوسرا فائدہ

اس کا یہ ہے کہ نیچے ہر بال کے شیطان ہے اور یہ آیت شریف پڑھی اِنّهٗ یرٰکم ھو وقبیلهٗ من حیث لا ترونھم سو جس نے سر ترشوایا گویا اس نے خانہ شیطان کا خراب کیا۔ پھر فرمایا اگلی امتوں پر توبہ ساتھ قتل نفس کے ہوا کرتی تھی چنانچہ فرمایا ہے فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم بعدہٗ ارشاد کیا بعض کتابوں میں ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں کہ توبہ اگلی امتوں کی ساتھ قتل کے تھی اور امت مرحومہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ یہ مقرر ہوئی کہ گناہوں سے نادم ہوکر آئندہ کو ترک معاصی پر مضبوط رہے تو جو شخص ترک شہوات ولذات کرتا ہے وہ فی الحقیقت اپنے نفس کو قتل کرتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ہ۔

سولھویں[۱۶] مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ مولانا کمال الدین علامی آپ کے بھانجے نے سوال کیا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ مقام مشاہدہ مقام ذکر سے افضل ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا وجہ اس کی یہ ہے کہ کوئی ذکر ہو وہ متضمن سوال کو ہے اگر یارزاق کہے گا تو گویا سوال رزق کا کرتا ہے اور جو یاغفورُ کہے گا تو مغفرت کا سوال کرتا ہے اسی طرح سب صفات میں سوال ہے اور اگر یااللہ کہے گا تو یہ خود جامع جمیع صفات کمالیہ کا ہے لہذا مشاہدہ ذکر سے افضل ہوا۔ بندہ نے عرض کی کہ ذکر قلب کس طرح ہے جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَا بذکر اللہ تطمئن القلوب ہ حضرت خواجہ نے فرمایا مراد اس سے ذکر لسانی ہے مگر ساتھ حضوری دل کے یعنی جب زبان سے ذکر میں مشغول ہوگا تو دل کو اطمینان حاصل ہوگا پھر فرمایا کوئی ذکر ہو زبانی یا قلبی اس میں سوال ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا سوال جناب عزشانہ سے خلاف ادب ہے۔ اگر بندہ اپنے پروردگار سے سوال نہ کرے تو کس سے کرے۔ اس پر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے

حدیث قدسی ارشاد فرمائی اذا شغل عبدی طاعتی عن الدنیا اعطیہ افضل ما اعطی السائلین ۃ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ، جب میرا بندہ دُعا سے میری عبادت کی طرف مشغول ہوتا ہے یعنی دعا چھوڑ کر عبادت کرتا ہے تو میں اس بندہ کو بہتر اور زائد دیتا ہوں اس سے جو دیتا ہوں سوال کرنے والوں کو جب کہ دعا چھوڑ کر طاعت میں مشغول ہو لہذا مقام مشاہدہ فکر سے افضل ہوا۔ پھر فرمایا ذکر میں طلب ہے اور مشاہدہ اور حضور میں طلب نہیں۔

ایک عزیز نے عرض کیا نہ معلوم یہ کلام حدیث ہے یا قول کسی بزرگ کا کہ الفقیر لایسئل عن اللہ تعالیٰ استحیاء ولا عن الناس استنکافا یعنی فقیر سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ سے تو بوجہ شرم وحیا کے کہ میں نے کونسا عمل خیر کیا یا کونسی عبادت کا حق بجالایا کہ سوال کروں اور لوگوں سے بھی سوال نہیں کرتا کہ معطی و مانع اور قابض و باسط پروردگار عالم جل جلالہ ہے آدمی کیا چیز ہے جو اس سے کسی چیز کا سوال کرے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم اور کلمات قدسیہ میں ہے انا جلیس من ذکرنی یہ مقتضی اس کا ہے کہ ذکر افضل ہو مشاہدہ سے۔ فرمایا حضور متضمن ذکر کو ہے کہ ذکر روح عبادت حضوری سے ہے مگر ذکر میں کبھی حضور ہوتا ہے کبھی نہیں۔ بعدہٗ فرمایا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مصنفؒ احیاء العلوم نے فرمایا ہے۔ ذکر اللسان لقلقۃ وذکر القلب وسوسۃ وذکر الروح مشاھدۃ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سترھویں مجلس

سعادت قدمبوس حاصل ہوئی۔ ایک مرید خدمت میں حاضر تھا، اسے فرماتے تھے کہ مشائخ سلف مریدوں کو تاکید قلتِ طعام اور قلتِ کلام اور قلتِ صحبت مع الانام کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ خلوت میں رہے پھر فرمایا پاؤں توڑ کر ایک گوشہ میں مشغول

رہیے۔ اس مرید نے عرض کیا کہ فدوی ہرگز گھر سے باہر نہیں جاتا اگر جاتا ہوں تو زیارتِ بزرگانِ طریقت کو یا قدمبوسی جناب خواجہ کو۔ فرمایا میں یہ جانتا ہوں مگر ہردم مشغولی چاہیئے اگر مراقبہ میں ذوق پائے تو مراقبہ کرے اور اگر ذکر میں ذوق دیکھے تو ذکر کرے۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک بار مولانا حسام الدین ملتانی اور مولانا جمال الدین قصر تحانی اور مولانا شرف الدین علیہم الرحمۃ خدمت میں حضرت شیخ طاب ثراہ کے حاضر ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ نے مولانا حسام الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر کوئی ہر روز صائم اور ہر شب قیام کرے تو ایک بیوہ عورت کے برابر کام کیا کہ یہ عبادت بیوہ عورت بھی کر سکتی ہے مگر وہ مشغولی کہ بندگانِ خدا جس کے ذریعے قرب الٰہی تک پہونچے ہیں وہ اس مشغولی اور عبادت کے سوا ہے۔ مولانا حسام الدین وغیرہ احباب منتظر ہوئے کہ حضرت خواجہ شاید اس وقت اس کا بیان فرمائیں گے مگر اس مجلس میں جناب نے کچھ ارشاد نہ فرمایا فقط اس قدر کہا کہ تم سے اس کو بیان کروں گا۔ اس کو قریب چھ مہینے کے گذر گئے بعد اس کے پھر مولانا حسام الدین اور دیگر احباب ایک دن حاضر خدمت فیض درجت تھے اور اس وقت محمد کاتب صاحب سلطان علاؤ الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کہ مرید حضرت خواجہ کا ہوا تھا آیا اور زمین بوسی کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہاں تھے اس نے عرض کیا بارگاہ سلطانی سے حاضر ہوا ہوں آج جناب بادشاہ نے پچاس ہزار تنکہ کم و بیش بندگانِ خدا کو بطریق انعام بانٹے ہیں۔ حضرت خواجہ نے یہ سن کر مولانا حسام الدین کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ کہو انعام سلطان بہتر ہے یا ایفائے وعدہ جو تم سے کیا ہے۔ سب احباب نے سر جھکا کر عرض کیا کہ وفائے وعدہ۔

بعد اس کے جناب خواجہ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ سالکوں کی مشغولی مبنی چھ چیزوں پر ہے اوّل خلوت وہ بھی ایسے کہ باہر نہ نکلے مگر بواسطے تکان و تنگ دلی و قبض فیضان اور ضروریات طہارت وغیرہ کو دوسرے وضو ہمیشہ تاکہ اگر غلبہ

خواب سے سوگیا تو اٹھ کر فی الفور وضو کر لیا کرے کہ دوام طہارت میں خلل واقع نہ ہو تیسرے صوم دوام چوتھے سکوتِ دائمی یعنی غیر ذکر و قراءت سے خاموش رہے ✦ پانچویں دوام ربط دل کا شیخ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرید کا شیخ سے دلی تعلق ہو۔ چھٹے حق تعالیٰ کے سوا دوسرے تمام خیالات و خواہشات کا مٹا دینا ✦

والحمد للہ رب العالمین ۝

۱۸ اٹھارویں مجلس

سعادت قدمبوس حاصل ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ اس شہر میں میرا دل کسی چیز سے متعلق نہیں۔ مگر جو کچھ تعلق ہے وہ روضہ متبرکہ حضرت شیخ طاب ثراہ سے ہے یا اس محفل فیض مشاکل جناب سعادت مآب سے کہ براہ نوازش آپ کبھی مجھ کو قلندر خطاب فرماتے ہیں کبھی صوفی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا کہ صوفی جب تک سلوک نہ کرے اور قطع منازل نہ ہوں حد مقصود کو نہیں پہنچتا جیسے کوئی اگر ایک جگہ بیٹھا رہے راہ نہ چلے اور چاہے منزل کو پہنچوں تو کب پہنچے گا اور فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جاھدوا شرط ہے لنھدینھم اس کی جزا ہے۔ بغیر وقوع شرط کے جزا کیسے وجود میں آئے۔ بعد اس کے فائدہ مجاہدے کا بیان کیا کہ حاصل مجاہدہ کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ فائدہ مجاہدے کا صرف القلب من التفات لغیر اللہ الی الاستغراق فی طاعۃ اللہ ہے یعنی پھرنا دل کا غیر خدا سے طرف استغراق کے طاعت خدا میں۔ بعدہٗ فرمایا یہ سر کلمہ لا الہ الا اللہ کا ہے۔ صرفِ قلب غیر اللہ سے حاصل نفی کا ہے اور استغراق فی طاعۃ اللہ حاصل اثبات۔

میں نے عرض کیا کہ بتصدق خواجہ کے بندہ یہ مشغولی رکھتا ہے لیکن دوام صوم ممکن نہیں کہ ہوا دہلی کی موسم گرما میں معلوم ہے گویا آگ برستی ہے دم بدم تشنگی زیادتی کرتی

ہے ۔ فرمایا اے درویش اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو تقلیل طعام کر۔ میں نے یہ نصیحت قبول کی ۔ پھر پوچھا کس جگہ مشغول رہتے ہو گھر میں یا اور کہیں ۔ میں نے عرض کی گھر میں اگرچہ کاروبار و شوروغل مزاحمت کرتے ہیں مگر مجھ کو شغل سے مانع نہیں ہوتے اگر کبھی دل تنگ ہو جاتا ہے تو کسی باغ یا جنگل میں چلا جاتا ہوں اور کسی درخت کے نیچے جہاں کوئی مجھ کو اور میں کسی کو نہ دیکھوں اور مقام صاف و پاکیزہ ہو تو وہاں کچھ دیر مشغول ہوتا ہوں اور اگر وہاں پر بھی کوئی خلش پیدا ہوتی ہے تو اور دور نکل جاتا ہوں ۔ فرمایا دوات وقلم اور کاغذ تو ہمراہ رکھتے ہو اور شعر و غزل میں مشغول ہوتے ہو میں اس مشغولی کو نہیں کہتا ۔ مشغولی خاص اللہ تعالیٰ کیساتھ چاہیئے ۔ میں نے عرض کیا یہ سچ ہے جناب نے از روئے کشف یہ فرمایا ہے اکثر دوات قلم کاغذ ہمراہ رکھتا ہوں اگر کچھ نظم یاد آئے تو لکھ لوں ۔ لیکن جب خاطر جمع کرتا ہوں تو مشغولی میں کوئی خلل انداز نہیں ہوتا مشغولی صرف ہوتی ہے ۔ فرمایا ۔ اگر دل سب خطرات سے پھیر کر مشغول ہوتے ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے کہ کوئی اور حجاب شعر کہنے سے زیادہ نہیں ۔ میں نے کہا میں ایسا شاعر نہیں بلکہ پہلے بالکل شعر کہنا ترک کر دیا تھا جناب خواجہ نے فرمایا کہ بالکل شعر گوئی نہ چھوڑو ۔ گاہ گاہ کہہ لیا کرو ✽

انیسویں مجلس [۱۹]

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی ۔ اس دن دوسرا روز ماہ رجب المرجب کا تھا مجھ سے پوچھا روزہ کا کیا حال ہے رکھ سکو گے یا نہیں ۔ میں نے عرض کیا کل پہلی تاریخ ماہ رجب کی دن جمعہ کا تھا ، روزہ کی نیت کی جب نماز جمعہ سے لوٹا تو بے حال گھر آیا ، جس قدر پانی چھڑکوایا پیاس وخشکی بڑھتی گئی ۔ افطار کے وقت پانی بہت پیا ، پتوں کا غلبہ ہوا عشاء نہ پڑھ سکا ۔ تہجد کو جب اٹھا تو بھول گیا جانا نماز پڑھ لی ہے ۔ نماز فجر کے وقت گھر والوں سے پوچھا کہ آج عشاء پڑھ لی تھی یا نہیں ۔ وہ بولے تم بے حال ہو گئے تھے ۔ نہ

معلوم پڑھی یا نہیں - بعد غور معلوم ہوا کہ نہیں پڑھی ہے - فرض عشا قضا ہوئی اور روزہ نفل خدا جانے قبول ہوا یا نہیں - یہ سن کر جناب خواجہ نے افسوس کیا اور فرمایا کہ ہم باوجود کبرِ سنی کے روزہ رکھ سکتے ہیں تم کیوں نہیں رکھ سکتے - میں نے عرض کی کہ میں نے تقلیل طعام کیا ہے - فرمایا: تقلیل طعام میں غرض حاصل ہے - پھر پوچھا خواب کیا دیکھا ہے - میں نے شب کو خواب دیکھا تھا اور بالکل بھول گیا تھا آپ نے بنا و کشف دریافت فرمایا اس سے یاد آگیا کہ میں نے جناب خواجہ کو دیکھا ہے اور اسی حال میں عرض کرتا ہوں کہ میں ملفوظ جناب کے لکھتا ہوں بعد بیداری خیال ہوا کہ ان دنوں لکھنا چھوڑ دیا ہے اور خدمت عالی میں لکھنے کی گذارش کی ہے - بعد اتمام اس کلام کے پوچھا کس قدر لکھا ہے عرض کیا قریب سات جزو کے مرتب ہو گئے ہیں - فرمایا خاص میرے ملفوظ - عرض کیا ہاں جناب کے - فرمایا میں جانتا تھا ابھی نہیں لکھنا شروع کیا۔ عرض کی جب یہ جلد اول تمام ہو جاویگی تو سنانے کو حاضر ہوں گا - فرمایا جس قدر لکھا ہے لے آؤ - غرض جو واقعہ خواب میں ہوا تھا بعینہٖ وہی واقعہ بیداری میں ہوا +

والحمد للہ رب العالمین ۞ +

بیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی میں نے تحریر ملفوظات سے پہلے حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے ایک حکایت سنی تھی - دل میں سوچا کہ عرض کروں تا وہی حکایت پھر ارشاد فرماویں - جناب خواجہ کسی عزیز کا خط ملاحظہ فرما رہے تھے دیکھ کر اس کو جواب دیا پھر ایک کتاب جو روبرو رکھی ہوئی تھی اٹھا کر ہاتھ میں لی اور کھول کر ملاحظہ فرما کر بند کی اور رکھ دی اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا کہتا ہے - میں نے عرض کیا کہ جناب نے پہلے ایک بار حکایت حضرت مخدوم آدم کی فرمائی تھی وہ بھول گیا ہوں تمنا اس کے

پھر سننے کی ہے ۔ جناب خواجہ نے بمقتضائے مرحمت فرمایا کہ مخدوم نام حکیم سنائی کے والد ماجد کا ہے اور آدم نام ان کے دادا کا ہے ، اس وقت ایک مجذوب تھا سنیہ نام ، یہ مخدوم اس کے پاس جایا کرتا ، اور خدمت اس کی کیا کرتا ۔ ایک دن وہ مجذوب خوش تھا ، مخدوم سے بولا تیرے یہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ شہرہ اس کا سب اقلیموں میں پہونچے گا اور وہ صاحب ولایت اور کشف و کرامت ہوگا ۔ یہ کہہ کر بعد چند روز کے وہ دیوانہ مرگیا اور مخدوم کے گھر حکیم سنائی پیدا ہوئے ۔ جب بڑے ہوئے تو کوئی علامت ان میں نہ تھی اور کچھ نشان صلاحیت ظاہر نہ تھا ۔ ایک دن مخدوم آدم نے سنائی کو روبرو بلایا اور کہا ایک دیوانہ یہاں تھا سنیہ نام ، بڑا بزرگ ، صاحب کشف وکرامت ، اس نے تیرے حق میں کچھ کہا تھا اور اس کی بات خلاف نہیں ہوتی ، مگر میں تجھ میں کوئی علامت اُسکی نہیں پاتا ، چل میں تجھ کو اس کی قبر پر لے چلوں ۔ سنائی کو اس کی قبر پر لے جاکر سامنے کھڑا کیا اور کہا اے خواجہ آپ نے اس لڑکے کے حق میں جو کچھ فرمایا تھا آپ کا ارشاد خلاف نہیں مگر اس لڑکے میں اس بات کی کوئی علامت ہم نہیں پاتے ۔ یہ کہہ کر وہاں سے لوٹ آئے اور سنائی سے کہا ، چالیس دن بلا ناغہ اس قبر پر حاضر ہوکر فاتحہ پڑھ جایا کر ۔ سنائی نے یہ بات قبول کی ، اور ہر روز مخدوم آدم بعد نماز صبح سنائی کو ان کی قبر پر بھیجا کرتے ۔ اسی طرح انتالیس[٣٩] دن گذرے ، چالیسویں دن سنائی قبر کی طرف جاتے تھے ، شیخ عثمان خیر آبادی راہ میں ملے اور وہ ان دونوں کم سن تھے سنائی اور ان میں باہم محبّت ہوئی ، پوچھا کہاں جاتے ہو ۔ سنائی نے کہا ، مجذوب کی زیارت کو جاتا ہوں ۔ شیخ عثمان نے کہا میں بھی چلتا ہوں ، انہوں نے کہا چلو ۔ غرض کہ یہ دونوں مل کر زیارت کو گئے ، اور زیارت کر کے لوٹے ، راہ میں ایک دوکان پر ایک درویش بیٹھا تھا مرض جذام میں مبتلا ، کہتے ہیں اس فقیر نے یہ مرض اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے چاہا تھا کہ کوئی اس کے پاس نہ آئے ، جب اس نے سنائی اور شیخ عثمان کو دیکھا

تو پکارا، اے لڑکو جلد یہاں آؤ۔ یہ دونوں اس کے پاس گئے اور باادب کھڑے ہوئے، اس نے کہا جلدی جاکر میرے واسطے کاک وشوربا خرید لاؤ۔ یہ جلدی بازار میں گئے ایک نے اپنی دستار گروی رکھ کر شوربا لیا، دوسرے نے جبہّ رکھ کر کاک خریدے اور بہ تعظیم تمام اس فقیر کے روبرو لائے، درویش نے کاک لے کر شوربے میں ڈال دیئے اور انگلیوں سے خوب مسلا کہ خون اور پیپ اس کی انگلیوں کا شوربے میں خوب مل گیا، پھر ان دونوں سے کہا بیٹھو کھاؤ۔ انہوں نے بلاکراہیت وہ ترید کھایا اور پیالہ چاٹا تب درویش نے کہا آدمی جب تک خون نہیں کھاتا مرد نہیں ہوتا اب تم نے خون کھالیا۔ جاؤ مرد رہوگے۔ خواجہ سنائی پر علم نظم کھل گیا کہ وہ اس میں شہرۂ آفاق ہوئے۔ اور صاحبِ سخن اور صاحبِ ولایت دونوں ہوئے۔ اور شیخ عثمان خیرآبادی کو ولایت نصیب ہوئی کہ راہ تصوّف ان پر روشن ہوئی۔

بعد اتمام اس حکایت کے جناب خواجہ نے آہ سرد کی فرمایا درویشی عالم بے نیازی ہے۔ بندہ کو اس بات سے دل میں ایک شورش پیدا ہوئی سوچا کہ اس راہ میں کسی کی قرابت اور محبت پر اعتماد نہ چاہیئے۔ اور اپنے ذکر وفکر پر ناز نہ کرے۔ کہ پروردگار بے نیاز ہے اگر تمام عالم اس کا مطیع ہو تو ذرّہ برابر اس کے ملک میں زیادہ نہ ہوگا۔ اور اگر سب نافرمان ہوجاویں تو کچھ نقصان نہ آوے گا کہ مالک بے نیاز ہے۔

والحمدللہ علی ذلک

اکیسویں مجلس

دولت استفادہ حاصل ہوئی۔ بہت لوگ آئے ہوئے تھے۔ بعضے فقیر بعضے عالم بعضے سائل، ان میں ایک لنگڑا تھا، ایک نابینا۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بمقتضائے مکارم اخلاق اوّل نابینا کا حال پوچھا اور اس کی بہت

پرسش اور دل جوئی کی اور جو مانگا اس کو دیا۔ پھر لنگر پر مرحمت فرمائی۔ جب سب لوٹ گئے تو یہ حکایت فرمائی کہ جن دنوں شیخ الاسلام حضرت رکن الحق والدین رح سہروردی ملتان سے دہلی تشریف لائے تو قلندروں کی جماعت اور جوالقیوں کے فقرا ملنے کو آئے قلندروں نے کہا شیخ ہم کو شربت پلوائیں۔ شیخ نے ان کو کچھ دلوایا۔ پھر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو سردار اور سر گروہ اس جماعت کا ہو اسے تین کام چاہئیں۔ ایک کچھ مال ہو کہ اگر یہ لوگ کچھ طلب کریں تو دے سکے۔ قلندروں نے اس وقت شربت مانگا اگر کچھ نہ ہوگا تو کہاں سے دیگا۔ وہ لوگ برا کہتے جاویں گے اور بہ سبب ناحق بدگوئی کے عذاب قیامت میں گرفتار ہوں گے۔ دوسرے علم چاہیئے کہ عالم ہو کہ اگر اہل علم ملنے آویں تو ان سے ان کے موافق ملے۔ تیسرے صاحب حال وکشف وکرامات ہو کہ درویشوں سے موافق ان کے حال اور رتبہ کے صحبت رکھے مگر میں یہ پسند کرتا ہوں کہ مال کی کچھ حاجت نہیں فقط علم وحال کافی ہے۔

پھر مناسب ان فوائد کے یہ حکایت فرمائی کہ ایک بار جناب شیخ نجیب الدین متوکل المجاز عید سے لوٹ کر گھر کو آتے تھے اور تمام مخلوق ان کے ہاتھ پاؤں تبرکا چومتی تھی ایک ہجوم خلق اللہ تھا کہ چند درویش مسافر آئے اور انہوں نے پہلے سے حضرت شیخ نجیب الدین رح کو نہ دیکھا تھا۔ لوگوں سے پوچھا یہ کون شیخ ہے کہ اس قدر خلق نے اس پر ہجوم کر رکھا ہے۔ لوگوں نے کہا، یہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رح ہیں۔ فقیروں نے باہم کہا یہ کوئی بڑا شیخ معلوم ہوتا ہے۔ چلو آج اس کے دسترخوان پر کھانا کھائیں۔ جب حضرت شیخ گھر آئے اور لوگ رخصت ہوئے تو وہ مسافر فقیر شیخ کے پاس آئے اور کہا، اے شیخ ہم اس شہر میں مسافرانہ آتے ہیں تم کو بزرگ دیکھا دل میں سوچا کہ یہ بڑا شیخ ہے آج اس کے خوان سے کھانا کھائیں۔ شیخ نے ان کو مرحبا کہا اور بٹھایا، مگر حضرت شیخ کا گھر بہت تنگ تھا فقط ایک حجرہ معہ

بالاخانہ کہ کچا گھاس پھونس کا تھا۔ شیخ اوپر رہتے اور گھر والے نیچے ۔ شیخ بیوی کے پاس آئے اور کہا چند فقراء مسافر آئے ہوئے ہیں کچھ ہو تو نکالو ۔ بیوی نے فرمایا، مالک خانہ تم ہو دیکھو اگر کچھ رکھا ہو نکال لاؤ ۔ شیخ نے کہا اپنی چادر سر سے اتار دو کہ بازار میں بیچ کر نان و شوربا خرید لائیں ۔ اس پارسا نے فقراء کے لئے اوڑھنی اتار دی شیخ نے اس میں چند پیوند لگے دیکھے فرمایا اسے کون خریدے گا ۔ پھر اپنا مصلیٰ دیکھا وہ بھی پیوندی تھا ۔ شیخ باہر نکل آئے ۔ عادتِ فقراء ہے کہ اگر درویش صاحبِ خانہ کے پاس کچھ موجود نہ ہو تو کوزہ آب ہاتھ میں لے کر پایانِ مجلس کھڑا ہو شیخ نے بھی ویسا ہی کیا ۔ لوٹا پانی کا بھر کر ہاتھ میں لیا اور کنارۂ مجلس میں کھڑے ہوئے وہ فقراء صاف دل تھے سمجھ گئے اور تبرکاً کوزہ آب ہاتھ میں لے کر تھوڑا تھوڑا پی لیا اور رخصت ہوئے اور شیخ بالاخانہ پر جا کر مشغول بیٹھے ۔ دل میں کہا ایسا عید کا دن جاوے ، اور میرے اطفال کے منہ میں کچھ طعام نہ جاوے اور مسافر آئیں اور نامراد جائیں ۔ شیخ اسی فکر میں تھے کہ ایک شخص یہ شعر پڑھتا ہوا اوپر آیا ۔ ؎

شعر

با دل گفتم دلا خضر را بینی دل گفت مرا اگر نمائی بینم

شیخ سمجھ گئے کہ خواجہ خضر رحمۃ اللہ علیہ ہیں تعظیم کو اٹھے خضر پاس جا بیٹھے اور کہا دل سے کیا لڑائی کر رہے تھے کہ ایسی عید جاوے اور میرے اہل و عیال بھوکے رہیں ۔ جا، میرے واسطے کچھ کھانا لا ۔ شیخ نے کہا خواجہ پر روشن ہے کہ میری لڑائی دل سے یہی تھی کہ گھر میں کچھ موجود نہیں ۔ حضرت خضر نے فرمایا دل مطمئن رکھ ، گھر میں جا جو کچھ ہو لے آ ۔ شیخ اوپر سے نیچے اترے اور گھر میں گئے ۔ خوان پُر طعام رکھا ہوا دیکھا ۔ بیوی سے پوچھا یہ کھانا کون لایا ہے ۔ بیوی نے کہا ایک مرد آیا تھا میں چھپ گئی، وہ کھانا رکھ کر چلا گیا ۔ شیخ کچھ کھانا اس میں سے دامن میں لے کر اوپر آئے دیکھا حضرت

خضر نہیں ہیں۔ انہوں نے دل میں کہا یہ سعادت جو مجھ کو ملی ہے بے نوائی اور بے سرو سامانی کی برکت سے ہے۔ بعد بیان اس قصہ کے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جیسے اہلِ دُنیا کو خوشی واطمینان مال ومنال اور دیہات وزراعت سے ہوتا ہے اور جانتے ہیں کہ ہم کو دیہات وزراعت سے ملتا رہے گا یا تجارت کرتا ہوں مال موجود ہے اسی طرح فقیر کو چاہیئے کہ جانے میرا حافظ ومددگار ذاتِ پاک پروردگار عزّ اسمہٗ کی ہے جو کچھ چاہیے اس سے چاہے خواہ نقد ہو یا کوئی جنس ہو۔

پھر فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے کُلْ من کدّ یمینك وعرق جبینك ولا تاکل من دینك اپنے ہاتھ کی محنت سے کھاؤ اور جو کوئی محنت کا کام کرتا ہے پسینہ اس کی پیشانی پر آجاتا ہے اور فرمایا مت کھا اپنے دین سے یعنی اپنی عبادت مت بیچ کہ ریاکاری سے لوگوں کو معتقد کرکے کچھ مال دُنیا فانی کا جمع کرے۔ بعد اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ معنی علماء نے بیان کیے ہیں۔ اور اہل تصوّف یوں معنی کرتے ہیں کہ کُلْ مِن کدّ یمینكَ یعنی جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آئے تو ہاتھ اللہ تعالیٰ کے آگے پھیلا اور اپنی حاجت اُسی سے طلب کر اور بہت الحاح و زاری سے دعا مانگ میں نے عرض کیا کہ اس صورت پر عرقِ جبینک کیسے درست آوے گا۔ فرمایا جب ہاتھ درگاہِ خُدا میں بلند کرکے الحاح وزاری سوال میں کریگا تو غالب ہے کہ پسینہ پیشانی پر آجاوے گا اس واسطے کہ دل اس وقت گرم ہوگا اور حرارت غالب ہوکر پیشانی پسیجے گی اور لا تاکل من دینك یہ ہے کہ درویش گدڑی پہنے اور کلاہ دراز سر پر رکھے۔ اور ملوکؔ وامراء کے گھر جاوے اور یہ ظاہر کرے کہ میں مردِ درویش ہوں کچھ مجھ کو دو یا کسی غنی مالدار کی مسجد میں بہت نماز ووظیفہ پڑھے تا صاحبِ مسجد جانے کہ ایسا ایک درویش مشغول آیا ہے یا لوگوں کے گھر جاکر پنج آیت پڑھا کرے تو ان سب صورتوں سے منع فرمایا کہ یہ گویا اپنا دین کھاتا ہے۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین ۝

بائیسویں مجلس

سعادت پابوس حاصل ہوئی۔ گفتگو تبدیلِ اوصافِ ذمیمہ میں ساتھ صفات حمیدہ کے تھی۔ فرمایا شیخ بو علی محارمدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت ابوالقاسم گرگانی رح سے روایت کیا ہے کہ فرماتے تھے سالک کو چاہیئے اس قدر مجاہدہ کرے کہ ننانوے اوصاف جو نود و نہ نام حق تعالیٰ میں ہیں وہ سب اوصاف اس سالک کے ہو جاویں۔ اور وہ باوجود اس کے ہنوز سالک غیرِ واصل ہو۔ اس سے مراد شیخ ابوالقاسم کی یہ ہے کہ جو اسم یا صفت کہ مناسب صفت بشری اور موافق حال انسانی کے ہے حاصل کرے چنانچہ معنی اسم رحیم سے رحمت اور علیٰ ہٰذا القیاس باقی اوصاف۔ اس پر ایک عالم نے سوال کیا کہ صفتِ کبریائی میں کس طرح ہوگا۔ حضرت خواجہ نے صفت کبریائی کے معنی میں یہ قصّہ فرمایا کہ ایک بار بغداد میں پانی بکثرت برسا دجلہ نے طغیانی کی شہر میں پانی آگیا اکثر مکانات گر پڑے، بغداد کے لوگ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رح کے پاس آئے اور اس حال سے مطلع کیا۔ شیخ نے خادم سے کہا دُرّہ لا۔ وہ حجرے سے لے آیا۔ آپ نے اس خادم سے کہا یہ دُرّہ لے جا اور دجلہ میں جہاں گھاٹ سے بڑھ آیا ہے مار، اور کہہ دے یہ دُرّہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح کا ہے آگے نہ آ۔ لوٹ جا۔ خادم نے جا کر اس میں دُرّہ مارا اور پیغام کہہ دیا ہر دُرّہ پہ دریا ہٹتا جاتا تھا یہاں تک کہ اپنی پہلی جگہ پر پہنچا۔ بعدہٗ خادم لوٹ آیا۔ جب یہ ماجرا شیخ ابوالغیث یمنی رح نے سُنا تو انہوں نے شیخ الشیوخ کو بحوالہ اس قصّہ کے خط لکھا کہ مردانِ خدا اسرارِ الٰہی ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ شیخ نے خط پڑھ کر رکھ دیا اور فرمایا عوام اس سِر کو کیا سمجھیں بعد اس کے حضرت خواجہ نے فرمایا یہ صفت کبریائی ہے شیخ الشیوخ رح نے ابوالغیث رح کو نہ دیکھا اُسی مقام بالاتر پر نظر کی اور یہ بات کہی کہ عامی اس رمز کو کیا جانے۔

بعدہٗ فرمایا کہ کبر و تکبّر بعض مقام میں آیا ہے اور یہ حدیث نقل کی کہ تمابہ مع المتابہ یعنی ارشاد نبوی ہے کہ متکبّر سے تکبّر کرو اور اسی باب میں یہ دوسری حدیث پڑھی التکبر مع المتکبر صدقۃ یعنی متکبروں سے تکبر کرنا صدقہ کی فضیلت کے برابر ہے - پھر فرمایا کہ مُعِزّ و مُذِلّ یہ دونوں صفتیں پروردگار کی ہیں مگر حق بندے کا مُعِزّ و مذلّ میں یہ ہے کہ اپنے آپ کو ملوک و اُمراء کے در پر خوار و ذلیل بنائے کہ دل کے صدر مجلس میں بیٹھنے کو توصف النعال میں بیٹھے - پھر فرمایا کتاب میں ہے کہ جو شخص کسی صفت پر مرتا ہے قیامت کو اسی صفت اور اس کی مناسب صورت پر اٹھے گا مثلاً اگر کسی کو شہوت بہت ہے اور اسی صفت پہ مرا تو اس کو صورت خنزیر میں حشر کریں گے اور اگر صفت غضب پر ہوگا تو صورت پلنگ پر اٹھے گا بعد اس کے آپ نے ایک آہ کی اور کچھ دیر چپ رہے - پھر فرمایا مشکل کام ہے کہ خلق حال پر نظر رکھتی ہے اور انجام کو نہیں دیکھتی اور یہ آیت شریفہ پڑھی افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علی نورٍ من ربہٖ پھر بیان شرح صدر فرمایا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ما علامۃ شرح الصدر یا رسول اللہ قال علیہ السلام التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل وصولہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ علامت شرح صدر کی کیا ہے آپ نے فرمایا نشان کشادگی دل کا یہ ہے کہ دور رکھے اپنے آپ کو سرائے غرور سے اور رجوع کرے طرف دار الخلود کے اور مرنے کو تیار رہے موت کے آنے سے پہلے - والحمد للہ رب العلمین۔

تینتیسویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی - حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے حکایت شیخ جلال الدین تبریزی رح کی شروع کی تھی، بندہ پہنچا - فرمایا ان شیخ جلال الدین تبریزیؒ

کا یہ قاعدہ تھا کہ نماز اشراق پڑھ کر سو جاتے تھے اور اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ حدیث شریف میں آنحضرت سے مروی ہے کہ فرمایا جو بعد اشراق سوئے گا اس کو فقر و محتاجی آوے گی۔ روپیہ پیسہ اس کے ہاتھ میں نہ رہے گا۔ شیخ جلال الدین تبریزی رح اسی نیت سے سویا کرتے تھے کہ دنیا کچھ ان کے پاس نہ رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ نماز عشاء پڑھ کر مراقبہ کیا کرتے تمام رات نہ سوتے سو جو رات بھر جاگے گا البتہ اشراق کو اس پر نیند غالب ہوگی۔

پھر فرمایا درویشوں میں دو طرح دشنام دیتے ہیں کہتے ہیں فلاں مقلد ہے یا فلاں حرب ہے۔ مقلد اسے کہتے ہیں جو بے عمل و ریاضیت صورت درویشوں کی بنائے اور مخلوق سے سوال کرے اور حرب وہ ہے کہ سوال تو نہ کرے مگر خرقہ و کلاہ مکلف فقرانہ پہن کر امراء و سلاطین کے یہاں آمد و رفت رکھے اور منہ سے مانگے بغیر یہ ظاہر کرے کہ میں درویش ہوں کچھ مجھے دیں تو ایسے کو حرب کہتے ہیں کہ در حقیقت یہ دین فروشی ہے، بمصداق اس حدیث شریف کے کہ فرمایا ہے۔ کلْ من کدّ یمینك و عرق جبینك ولا تاکل من دینك۔

پھر فرمایا ایک کدّ یمین عوام کا ہے اور ایک خواص کا۔ عوام کا کدّ یمین تو یہ ہے کہ وقت حاجت بازار میں جا کر محنت مزدوری کرے۔ اور کدّ یمین خواص کا یہ ہے کہ جب کچھ حاجت پڑے تو دروازہ گھر کا بند کر کے ایک گوشہ میں قبلہ رو بیٹھ کر خداوند کریم کے آگے دست دعا بلند کرے اور حاجت چاہے اگرچہ زوال مرض کا طالب ہو۔

بعد اس کے یہ حکایت فرمائی کہ ابو سعید تین شخصوں کا نام ہے۔ ایک ابو سعید ابو الخیر، دوسرے شیخ ابو سعید تبریزی مرشد شیخ جلال الدین تبریزی کے، تیسرے شیخ ابو سعید اقطع۔ ابو سعید ابو الخیر شیخ موضع میہنہ میں تھے اور ابو سعید تبریزی موضع تبریز میں اور ابو سعید اقطع بغداد میں تھے اور ان کو اقطع اس واسطے کہتے ہیں کہ ان کا ہاتھ

تہمت طرازی میں کاٹا گیا تھا۔ حکایت قصہ ان کے ہاتھ کٹنے کا یوں ہے کہ اول حال میں جب
یہ ابوسعید اقطع مشہور نہ تھے تو ایک بار ان کے گھر میں متواتر چند فاقے ہوئے، ان کی بیوی
نے طعنہ سے یوں کہا کہ میں یہ زہد و تقوی تیرا برابر دانگ (کوڑی) کے نہیں جانتی، بازار
جاکر کچھ لاکہ قوت اہل و عیال کا ہو یہ بازار گئے اور کسی سے کچھ سوال کر کے لیا۔ اسی وقت
کسی نے ایک شخص کی جیب کاٹی تھی، اس نے انہیں پکڑ لیا کہ تو نے میری جیب کاٹی ہے
آخر شیخ کو اس جھگڑے میں حاکم کے پاس لے گئے۔ حاکم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔
جلاّد نے ہاتھ کاٹ دیا۔ انہوں نے پیادگان سرکار سے کہا کہ حکم جاری ہو چکا اب
یہ کٹا ہاتھ تمہارے کس کام آویگا اگر مجھ کو دیدو تو تمہاری عنایت ہے غرض وہ ہاتھ لے
کر گھر آئے اور روبرو رکھ کر رونا شروع کیا اپنے نفس کو ملامت کی کہ جو خزانۂ الٰہی چھوڑ کر غیر
کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے اس کی یہی سزا ہوتی ہے تو نے خزانۂ آشنا چھوڑ کر خزانہ بیگانہ
کو ہاتھ بڑھایا اور اپنی حاجت خدائے تعالیٰ سے طلب نہ کر کے اس کی غیر سے خواہش کی
لہذا اس تہمت میں ہاتھ کٹا پھر دل سے کہا، اے دل تو نے دیکھا کہ ہاتھ پر کیا گذرا اگر
تو بھی خزانۂ خدا کو چھوڑ کر خزانۂ غیر سے امید رکھے گا تو تیری بھی یہی سزا ہوگی، اس
کے بعد شیخ نے کبھی کسی سے سوال نہ کیا۔

بعد اس کے جناب خواجہ نے فرمایا، صوفیہ نے کہا ہے الصّوفی غنیّ من
اللہ تعالیٰ یعنی صوفی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے غنی ہو اس واسطے کہ اس کو
دنیا کی طرف کچھ حاجت نہیں ہوتی کہ خدائے تعالیٰ سے طلب کرے، پس وہ غنی ہوا
پھر فرمایا۔ سوال کے تین مرتبے ہیں اول یہ کہ جو حاجت ہو خدا سے طلب کرے دوسرے
یہ کہ اپنی سب حاجتیں خدا کے سپرد کرے اور کسی چیز کی طلب و عدم طلب سے کام نہ
رکھے تیسرا مقام ان دونوں سے اعلیٰ ہے کہ خدائے تعالیٰ سے اپنے قرب کی بھی دعا
نہ مانگے مصروفِ عبادت رہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی

بیان فرمائی اذا شغل عبدی طاعتی عن الدعاء اعطیہ افضل ما اعطی السائلین یعنی جب بندہ میرا عبادت میں مشغول ہوتا ہے دعا سے کہ دعا چھوڑ کر عبادت میں ڈوبا رہتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر اور زائد دیتا ہوں جو دوسرے سائلوں کو دیتا ہوں۔ فرمایا شَغَلَ عَنۡہُ (یعنی مُنہ پھیرا اس سے) اس پر ایک عزیز نے سوال کیا کہ مقام رضا برتر ہے یامقام تفویض؟ فرمایا تفویض میں اختیار اور فعل بندے کا ہے کہ اُفوّض امری الی اللہ مگر رضا میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الرضاء سکون القلب تحت جریان الحکم۔ اور فرمایا حضرت ذوالنون بصری رحمۃ اللہ علیہ نے الرضاء سرور القلب بمرور القضاء۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے رضا کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا رضا یہ ہے کہ جیسے کوئی نعمت سے خوش ہوتا ہے یہ مصیبت سے خوش ہو یعنی شادی و مصیبت دونوں کے پہنچنے سے برابر راضی رہے۔

بعدہٗ فرمایا اول مرتبہ بقر کا ہے اس کے بعد صبر کا پھر تفویض کا سب کے بعد مرتبہ رضا کا اور رضا سب مقامات سے بلند تر ہے پھر ان کی شرح فرمائی کہ بقر یہ ہے کہ اگر زمانے کی تکلیفیں اور دکھ کسی کو لاحق ہوں اور اس کا نفس کہے کہ یہاں سے اٹھ کر اور جگہ چل تاکہ یہ شدائد تجھ سے دفع ہوں تو اپنے اس خطرۂ نفس کو دفع کرے لیکن اگر یہ خطرہ اور دفع اس کی عادت ہو گیا ہو تو صبر کہیں گے بعد اس کے تیسرا مرتبہ تفویض کا ہے یعنی اپنے سب کام خدا کے سپرد و تفویض کرے چاہے شدائد ہوں یا نعمت، خواہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں اور یہ مصرعہ پڑھا ع بارد و قبولِ تو مرا کارے نیست۔ چوتھا مقام رضا کا ہے کہ رتبہ صحابۂ کرامؓ کا تھا اسی واسطے ان کے حق میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واقع ہے یہ وہ مقام ہے کہ اس میں طوقِ شدائد اور وصولِ نعمت یکساں ہے۔ بعد اس کے یہ آیت پڑھی لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم۔ فرمایا

کشاف میں لکھا ہے کہ رنج وغم کے وقت یہ ممکن نہیں کہ حزن وغم نہ ہو یا وقت وصول نعمت کے فرحت نہ ہو پس یہ نہی وممانعت کیسے ہوگی۔ فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ وقت وصولِ محنت کے جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ بمنزلہ خطرہ کے ہے اس میں ماخوذ نہ ہوگا مگر اس کے تصمیم (یعنی خوشی کو دل میں بیٹھا لینے میں تو ماخوذ ہے مثلاً کسی کے دل میں معصیت کا خیال گذرا اور اس نے قوّتِ نورِ ایمان سے اس کو دفع کیا تو یہ خود محض ایمان ہے اسی باب میں ارشاد ہے کہ ذلک محض الایمان۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ جو خطرات دل میں آتے ہیں اگر میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو بہتر ہے ان کے ظاہر کرنے سے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کیا تم ان کو دفع کرتی ہو، عرض کی ہاں دفع کرتی ہوں۔ فرمایا یہ ایمان خالص ہے۔ پھر دوسری مثال بیان فرمائی کہ فتح بدر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرحت ہوئی اور شکستِ احد سے محزون ہوئے تھے اور سب صحابہ رضی مغموم تھے مگر یہ حالتیں بطور خطرہ کے تھیں کہ قوت ایمانی سے رفع ہوگئیں تو محل اعتبار سے خارج ہیں لیکن اگر یہ خطرہ مصمم اور راسخ ہو جائے اور مقرون بفعل ہو تو اس پر مواخذہ ہے اور اسی پر قیاس مرتبہ اہل استغراق کا ہے کہ وہ اپنی حالتِ استغراق میں مشاہدہ حضوری کا کرتے ہیں اور باقی حالتوں سے ان کو غفلت ہوتی ہے مگر جو اہل دعوت ہیں وہ اس استغراق و مشغولی حق میں دعوتِ خلق بھی کرتے ہیں۔ مشغولی دعوت سے اور دعوت مشغولی سے مانع نہیں ہوتی اور یہ مرتبہ انبیائے کرام کا ہے جب آدمی باوجود موانع اور دواعی کے تعلقاتِ بشری کو اپنے سے دور وجُدا کرتا ہے تو اس میں اس کو تعب اور مشقت حاصل ہوتی ہے کہ اگر تعب اور محنت نہ ہو تو اجر نہ ہوگا۔ پھر حدیث شریف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمائی تھی بیان کی کہ انما اجرکِ علیٰ قدرِ تعبکِ ونصیبکِ پھر کہا ملائکہ علیہ السلام کی عبادت جبلی اور

طبعی سے ان کو دواعی اور موانع نہیں ہیں۔ انسان جو باوجود دواعی اور موانع کے قطع علائق کرتا ہے اور عبادت اور امرالہی میں مشغول ہوتا ہے اس واسطے مرتبہ اس کا ملائکہ سے بالاتر ہوا۔

پھر فرمایا حکماء میں سے درمیان ارسطو اور افلاطونِ الہی کے خطرات میں اختلاف ہے ایک نے کہا سالک اس وقت مرتبۂ کمال کو پہونچتا ہے کہ خطرہ کا اس پہ گذر نہ ہو دوسرے نے کہا کہ خطرہ نہ ہونا ممکن نہیں اور اپنی دلیل میں یہ کلیہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی ابرار کی حسنات مقربین کے نزدیک سیئات ہیں سو جب حسنہ ان کے حق میں سیئہ ہوا تو خطرہ بطریق اولیٰ ہوگا اور یہ حدیث شریف فرمائی کہ فرمایا ہے جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہ لیغان علی قلبی کہ البتہ حجاب دیردہ کیا جاتا ہے میرے دل پر۔ اور معنی خطرہ کے بیان میں یہ حکایت فرمائی کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر نہایت صاحب حسن و جمال تھیں ناگاہ ان کے یہاں ایک شخص پیر آن کر مہمان ہوا کھانا کھاتے میں مہمان نے پانی مانگا شیخ کی صاحبزادی نے کوزۂ آب لاکر بادب تمام اس کو پلایا۔ اُس وقت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ دیکھیں کونسا نیک بخت آدمی ہوگا کہ اس سے اس دختر کا نکاح ہوگا بمجرد اس خطرہ کے وقوع کے شہر میں شہرہ ہوگیا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر چاہتا ہے کہ اپنی دختر کو نکاح میں لائے پس وہی خطرہ ان پر موجب اس شہرت کا ہوا۔

والحمد للہ رب العلمین ۝

۲۴ چوبیسویں مجلس

سعادت قدم بوس ہاتھ آئی۔ گفتگو محبتِ مال وجاہ میں واقع ہوئی۔ فرمایا جب تک غیر خدا کی محبت دل میں ہے کچھ بُو اس جانب سے نہیں آتی اس پر یہ حدیث شریف

فرمائی کہ آخر ما یخرج عن رؤس الصدیقین حب الدنیا یعنی آخری چیز جو صدیقوں کے سر سے دور ہوتی ہے وہ محبت جاہ و مال کی ہے کہ محبت جاہ اور شرفِ نفس گناہوں میں سب سے بدتر ہے صداقت کے ساتھ جمع نہیں ہوتے ۔ پھر فرمایا جاننا چاہیئے کہ جاہ کیا چیز ہے ۔ جاہ مشتق وجاہت سے ہے یعنی جس کو قربِ خدا حاصل ہوا گویا اس کو وجاہت حاصل ہوئی پس جب قرب سبب وجاہت کا ہوا ۔ جب قرب آیا تو کیسے اس کے دل میں کوئی چیز سوائے خدا کے رہے گی ، پھر یہ بیت پڑھی ؎

بیت

نیک و بد خود گذاشتیم جملہ بدوست ؎ گر بجشد یا زندہ کند او داند ،

سپردم بتو مایۂ خویش را ؎ تو دانی حساب کم و بیش را ،

پھر مناسب محبت الٰہی کے یہ فرمایا کہ جب خدائے تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خطاب فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندہ کو اپنا دوست بنایا ہے تو بھی اسے دوست رکھ ۔ پس جبرئیل بھی اس کو دوست رکھتے ہیں اور آسمان میں پکار کر دیتے ہیں کہ اے ملائکہ آسمان خدا فلانے بندہ کو دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو پس اہل آسمان ہفتم اسے دوست رکھتے ہیں اور اسی طرح ہر آسمان والے نیچے کے آسمان والوں کو پکار دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی قبولیت اہلِ زمین کے دلوں میں رکھی جاتی ہے پھر یہ دو حدیثیں بندہ سے لکھوائیں ۔ عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہم اجمعین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اذا احب عبدا یقول لجبرئیل انی احب فلانا فاحبہ فحبہ جبرئیل فی السماء ان اللہ قد احب فلانا فحبہ اھل السماء فیضع لہ القبول فی الارض بعدہٗ فرمایا مروی ہے کہ دوستی اس کی دریا میں ڈالی جاتی ہے جو اس کا پانی پیتا ہے اس بندہ کو دوست رکھتا ہے ۔ پھر فرمایا

بہت میٹھی چیز ہے محبت جاہ و مال کی ۔ دوسری یہ حدیث شریف لکھوائی کہ ماذئبان ضائیان ارسلا فی غنم باکبر فسادا فیھا من حب المال والجاہ فی قلب المرء المسلم ۔ والحمد للہ رب العلمین ؎

۲۵
پچیسویں مجلس

شرف پابوس حاصل ہوا ۔ ایک عالم نے آکر عرض کیا کہ فلاں سردار شاہی نے سلام عرض کیا ہے ۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا کیا حال ہے کہا اس کے ذمہ کچھ سرکاری رقم کا مطالبہ ہے لہذا اس کو قید کر دیا گیا ہے اور اسے مار پیٹ کرتے ہیں، فرمایا شغل دنیا یہی پھل دیتا ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ اگلے وقتوں میں سب دنیاوی کام والے خدائے تعالی کے کام میں زیادہ متوجہ ہوتے تھے بہ نسبت دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کے ۔ گویا لباس دنیا میں معاملہ جنید و شبلی کا رکھتے تھے اور اس بات کو مکرر فرمایا ۔ پھر مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ سلطان علاء الدین جہانسوز مغل تھا، جب اس نے غزنی پر فوج کشی کی تو سپاہ اس کی بہت تھی یہاں جن فوجی افسروں کو "میر ہزارہ" کہتے ہیں وہاں ان کو "میراں لک" کہتے ہیں ۔ فتح غزنی کے بعد اپنے بھائی کو وہاں کا حاکم بنا کر اپنے ملک کو لوٹ آیا ۔ رعائے غزنی جو ڈر سے متفرق اور خوف سے بھاگ گئی تھی بعد چلے جانے سلطان کے اپنے مکانوں اور دوکانوں پر واپس آئی اور جماعت شہریوں کی بہت ہو گئی ، برادر سلطان کے پاس لشکر کم تھا یہ سمجھ کر کہ ملک پر اپنی حکومت ہو گئی ہے بہت فوج رکھنے کی حاجت نہیں سمجھی، جب شہریوں نے دیکھا کہ سپاہ اس کی کم ہے غدر کرکے برادر سلطان کو مار ڈالا ۔ اور جب غدر اور بھائی کے قتل کی خبر سلطان نے سُنی تو قسم کھائی کہ اب کے ایک آدمی بھی غزنی کا زندہ نہ چھوڑوں گا ۔ غضب ناک ہو کر مع لشکر دوبارہ غزنی پر آیا ۔ اور قتل عام کرکے شہر کو جلا دیا یہاں تک

کہ مردوں کو ترتبوں سے اکھاڑ کر جلا دیا۔ اسی واسطے اس کو علاء الدین جہاں سوز کہتے ہیں۔ پھر حکم دیا کہ گھوڑوں کو زراعت سبز کھلا دیں، لشکریوں نے گھوڑوں کو خوب خوید مسلمانوں کی زراعت سے کھلائی مگر ایک ترک لشکر کا کہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کاہ خشک چرا رہا تھا۔ ایک مغل نے اس کو دیکھ کر کہا کہ خوید کیوں نہیں کھلاتا عجیب ترک ہے اسی لئے ترکوں کو نادان کہتے ہیں ہم یہاں بمشقت یلغار کرکے آئے اپنے گھوڑوں کو تباہ کیا تو بھی ہمارے گھوڑوں کے ساتھ اپنے گھوڑے کو خوید چرا کر تروتازہ ہو جاتے۔ ترک یہ سن کر چپ ہو رہا۔ دوبارہ اس مغل نے پھر کہا کہ خوید کیوں نہیں کھلاتا سوکھی گھاس کیوں کھلاتا ہے۔ اس پر بھی وہ ترک نہ بولا۔ تیسری بار اس نے کہا کیا تو جنید اور شبلی پیدا ہوا جو خوید مسلمانوں کے گھوڑے کو کھلا کر آسودہ نہیں کرتا۔ یہ بات اس ترک کو بُری معلوم ہوئی کہا اے کافر تو مجھے جنید و شبلی کہتا ہے میں لائق نہیں ہوں کہ ان کا مرتبہ حاصل کروں مگر مردانِ خدا اگر اس حصار (قلعہ) کو کہیں رواں ہو تو چلنے لگے ہنوز اس نے یہ بات پوری نہ کی تھی کہ فقط اس کی انگلی کے اشارے سے وہ حصار چلنے لگا ترک نے دیکھ کر کہا اے حصار، میں نے بات کہی تھی، ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گیا۔ مغل یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور ترک کے قدموں پر گر کر مسلمان ہوا۔

جب حضرت خواجہ نے یہ حکایت تمام کی، ایک صوفی ہمارا پیر بھائی آیا، اور بیٹھنے کے بعد زمانے کی شکایت شروع کی۔ حضرت خواجہ نے بسبب اخلاق کے کہ آپ کی ذات شریف میں ازلی ہیں، سب سن کر عمدہ جواب فرمایا۔ اس صوفی نے یہ نقل بیان کی کہ ایک بار جناب شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ کا مرید ہمارے شیخ جناب سلطان الاولیا، رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور اپنا قصہ بیان کیا کہ میں نے ایک بار حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ تیری ایک دختر کور (نابینا) ہے اور میری پانچ چھ دختر کور ہیں شیخ نے فرمایا کیا کہتا ہے، اب کیا کریں

کہا، مجھے کسی کے سپرد کردو کہ خدمت میری کیا کرے۔ اُسی حال میں ظفر خان حاضرِ خدمت ہوا حضرت شیخ نے اُس سے سفارش کی اس نے عرض کیا کہ گھر اور کھانا موجود ہے آپ ان سے فرمائیں کہ وہاں چل کر رہیں میں ہر طرح خدمت کرتا رہونگا حضرت شیخ نے اس سے کہا کہ ان کے ھمراہ جاکر ان کے یہاں رہا کر وہ بآرام تمام رہنے لگے۔ حضرت خواجہ نے جب یہ حکایت سُنی۔ فرمایا اے عزیز اس وقت معتقد بہت تھے اِس ہمارے تمہارے زمانہ میں کِسے کہیں۔ بہر حال گذر کرنا چاہیئے۔ اُس درویش نے کہا میں سمجھا کہ صبر کرنا چاہیئے اور شکایت کرنا اچھا نہیں لیکن آج ہمارے شیخ کی جگہ آپ ہیں بجا ہے کہ میں اپنا درد آپ سے بیان کروں ایک غلام زادہ ہے وہ ہر روز مزدوری کیا کرتا ہے اس میں سے دو حصّہ اُس کو دیتا ہوں ایک حصہ آپ خرچ کرتا ہوں۔

پھر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے باب صبر اور نگاہ داشت انصاف میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا فخر الدین مزدری سلطان الاولیاء قدس سرّہٗ کے مرید تھے۔ کتابت کیا کرتے۔ بعد لکھنے کے وہ کتاب لوگوں کو دکھلا کر پوچھتے کہ یہ کتاب کتنے کی ہے وہ کہتے کہ ہر جزو اس کا ششکانی مزدوری رکھتا ہے۔ یہ کہتے اِس کی قیمت فی جزو چار چیتل لوں گا نہ زیادہ۔ اگر کوئی بارہ پیسے دیتا نہ لیتے وہی چار چیتل لیتے جب یہ بوڑھے معمر ہوئے اور لکھنا ترک ہوا تو قاضی حمید الدین ملک التجار نے سلطان علاء الدین کی خدمت میں عرض کیا کہ اس شہر میں ایک بہت بڑے عالم و بزرگ ہیں، عمر بھر کتابت کرکے گذارہ کیا۔ اب کبر سنی کی وجہ سے نہیں لکھ سکتے۔ عُسرت سے گذرتی ہے۔ بیت المال سے اُن کا روزینہ مقرر ہو جانا بہتر اور موجب برکتِ جان و مالِ سلطانی کا ہے۔ بادشاہ نے روزانہ ایک تنکہ مقرر فرما دیا مگر انہوں نے نہ قبول کیا بادشاہ نے بہ لاچاری فرمایا، خیر جو یہ کہیں اتنا ہی دیا کرو۔ اس پر یاروں کی سعی و کوشش سے وہی ششکانی روزینہ قبول فرمایا۔ حضرت خواجہ کی چشم مبارک میں یہ کہہ کر پانی بھر آیا اور کہا گیا پُختہ توکّل اور پورا ترک

تھا - اور یہ حکایت فرمائی -

جب جناب شیخ الاسلام فریدالحق والدین رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے واسطے زیارت روضۂ متبرکہ حضرت قطب الدین طاب ثراہ کے دہلی میں آئے تو مولانا شیخ بدرالدین غزنوی جو خلیفۂ حضرت یہاں تھے ان سے ملنے گئے تو ان سے پوچھا کہ جناب شیخ نے وقت رحلت کیا کچھ وصیت فرمائی تھی انہوں نے کہا یہ وصیت کی کہ میرا مصلاً خاص مولانا مسعود کے سپرد کرنا۔ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین کا نام مسعود تھا، اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میری زوجہ سے اگر چاہیں نکاح بھی کرلیں میری خوشی ہے - حضرت فریدالحق والدین نے یہ سن کر کہا - دوسری وصیت میں قبول نہیں کرسکتا۔ پھر انہوں نے وہ مصلائے مبارک شیخ فرید الدین قدس سرہ کو دیا، لہذا ان پر ہجوم مخلوق کا ہونے لگا، اور کثرت آمد وشد سے خلل اوقات شریفہ میں واقع ہوا - حضرت شیخ نے کہا میں یہاں مشغول نہیں رہ سکتا اور بلااطلاع دہلی سے نکل کر ہانسی تشریف لے آئے اور وہاں بھی قرار نہ لیا کہ بڑا شہر تھا، بہت ہجوم ہوا کرتا، چل نکلے - جس قصبہ میں جاتے قیام نہ فرماتے لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے، اور فرماتے مجھے ایسے موضع میں رہنا پسند ہے جہاں کوئی معتقد میرا نہ ہو تاکہ میں فارغ البال ہوکر مشغول رہا کروں، یہاں تک کہ اجودھن میں آئے وہاں کے لوگوں کو سخت دل بدخو پایا کہ فقراء کے معتقد نہ تھے، حضرت شیخ نے فرمایا یہ مقام میری سکونت کے لائق ہے وہاں ٹھہر گئے، کوئی متوجہ ان کے حال کا نہ ہوا، باہر شہر سے کریل کا بن تھا شیخ اس میں بفراغت مشغول رہتے اور اکثر اوقات مسجدِ جامع میں مراقب رہتے وہاں اطمینانِ کلی پایا، وہیں آپ کے چند پسر متولد ہوئے، کبھی دائی آکر عرض کرتی کہ آج مخدوم زادہ پیدا ہوا ہے اور فاقہ ہے اور فلانی بیوی کے یہاں تین دن سے فاقہ ہے، آپ کی دو تین حرمین تھیں، حضرت شیخ فرمایا کرتے کہ میں اس کا یہ کہنا مثل ہوا کے جانتا ہوں کہ ایک کان میں آئی، دوسرے سے نکل گئی - دل اللہ تعالیٰ سے ایسا مشغول تھا کہ ایسی باتیں فقر وفاقہ

کی آپ کے دل میں گذر نہ پاتی تھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دروازہ نعمتوں کا آپ پر کھولا۔ اور دُنیا متوجہ ہوئی۔ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ؂

۲۶
چھبیسویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے اول یہ بات بیان فرمائی کہ بہت ضروری چیز ہے کہ اس مردار دُنیا کی محبت دل میں نہ ہو اور جو کچھ اُس کے پاس آئے اسے راہِ خُدا میں صرف کرے۔ پھر یہ حکایت بیان کی کہ قزل بادشاہ مغل تھا۔ یہ قزل سوا اس قزلِ سابق کے ہے۔ اس کا ایک داروغہ مطبخ تھا، نہایت سخی دینے والا۔ جو موجود ہوتا دے دیا کرتا بلکہ قرض لے کر ہر سائل کو دیتا مالِ شاہی کے خرچ کرنے میں کچھ تامل نہ کرتا، انجام کار وقتِ محاسبہ ہیں پر ایک لاکھ چوبیس ہزار دینار برآمد ہوئے کہ خرچِ باورچی خانۂ شاہی سے فقراء کو بانٹ دیئے تھے۔ پھر فرمایا جہاں ایک مطبخ کا یہ خرچ ہو وہاں کے کارخانوں کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے کہ کیا کچھ خرچ ہوگا۔ اس کے عہد میں یہ قاعدہ مقرر تھا کہ جس پر مالِ شاہی نکلتا اس پر مار دھاڑ اور قید نہ کرتے تھے قاضی کے یہاں بھیج دیتے۔ قاضی شرع کے موافق حساب لیتا اگر اُس کے ذمہ مال ثابت ہوتا تو اس کے وصول تک وہ اُسے قید خانہ میں مقید کر دیتا۔ جب بعد حساب داروغہ کو مقید کیا تو اس قید خانہ میں ساٹھ [۶۰] سے زیادہ آدمی قید تھے، داروغہ مطبخ نے اپنے لڑکے کو قید میں بلا کر دوات، قلم اور کاغذ منگوایا۔ اور خفیہ اُن سب کے نام لکھے اور جس قدر اُن میں ہر ایک کے ذمہ مطالبۂ سلطانی تھا تعداد اُس کی ہر ایک کے نام کے ساتھ لکھی وہ سب قرضہ بتیس [۳۲] ہزار تنکہ ہوا اپنے فرزند کو بلا کر پوشیدہ کہا کہ گھر جا کر قبائیں زرّیں اور سیلہ مندیل پشمینہ زیور وغیرہ جو کچھ ہے اندازہ کرا کر فروخت کر اور قیمت اس کی لے آ۔ لڑکا کیا جانے کیا کریگا۔ فقط

یہ سمجھا کہ اپنے ذمہ کا مال دے کر قید سے چھوٹنا چاہتا ہے، لڑکا سب مال و اسباب فروخت کر کے روپیہ لے آیا، داروغہ نے جو شمار کیا تو وہی بتیس ہزار تنکہ نکلے، داروغہ نے اپنی داڑھی اور منہ پر ہاتھ پھیر کر الحمدللہ کہا۔ لڑکا یہ سن کر حیران ہوا کہ باپ سے مطالبہ ایک لاکھ چوبیس ہزار دینار کا ہے یہ کس واسطے بتیس ہزار تنکہ سے خوش ہو کر الحمدللہ کہتا ہے اس قدر سے کب اس کی گلو خلاصی ہوگی۔ پھر اس داروغہ نے اس نقد سے ساٹھ گرہیں کچھ اوپر کپڑوں میں پھاڑ کر باندھیں، مختلف العدد ہر ایک قیدی کے واسطے ایک گرہ، بتعداد اس کے قرض کے۔ اور چونکہ ان قیدیوں کو مقدور نہ تھا کہ مال اپنے حصہ کا دے کر رہا ہوں۔ داروغہ نے ہر ایک کو ایک گرہ اس کے قرض کے موافق دے کر کہا، تم سب اپنا قرضہ دے کر رہا ہو کر گھر جاؤ۔ اور سب کو چھڑا دیا۔ قزل بادشاہ نے جب قصہ اپنے داروغہ کا سنا تو براہ معدلت فرمایا۔ "ایسا شخص خائن نہیں ہوتا" اس نے بیشک یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار دینار فقراء اور محتاجوں کو دیئے ہیں درحقیقت وہ ثواب مجھ کو ہے، میں نے اس کو بخشا، اس سے کہہ دیں بخوشی اپنے گھر جائے بعد اس حکایت کے حضرت خواجہ نے یہ آیت شریف پڑھی ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ یعنی پسند کرتے ہیں غیروں کو اپنی جانوں پر اگرچہ خود حاجت مند ہوں۔

والحمد للہ رب العالمین

۲۷ ستائیسویں مجلس

سعادت پابوس حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا لوگوں نے اس حدیث سے سوال کیا تھا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والتحیۃ نے لو کانت الدنیا برکۃ دم ما اکل المؤمن الا الحلال یعنی اگر تمام دنیا خون کا حوض بن جائے تو مومن حلال کے سوا نہ کھائے گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا، دوسری حدیث

میں آیا ہے المؤمن لا یاکل الا عن فاقتہ یعنی فاقہ کے وقت کھاتا ہے۔ اور حالت مخمصہ میں اس کو مردار حلال ہو جاتا ہے، یہ توجیہ اہل علم کی ہے لیکن اہل طریقت نے اس کے معنی دو طرح بیان کیے ہیں۔ ایک لائق بیان کرنے کے ہے، اور دوسرا نہ کہنے کے۔ سو لائقِ بیان یہ ہے کہ اگر تمام دنیا خون کا حوض بن جائے تو مومن اپنی قوت ذکرِ الٰہی سے حاصل کرتا ہے اور آیت شریفہ پڑھی اِنّما المؤمنونَ الّذینَ اذا ذُکِرَ اللّٰہُ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایاتہٗ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون ٥ انّما کلمہ حصر کا ہے اور مومنون مقابل کافرون کے ہے اور زیادت ایمان سے مراد زیادتیٔ تقویٰ ہے۔ وعلیٰ ربھم مفعول مقدم مقتضی حصر کو ہے، یتوکلون کے معنی یعتمدون ہیں۔ اس پر ایک عالم نے اعتراض کیا کہ موافق اس توجیہ کے جو کوئی فاقہ سے نہ کھائے تو وہ مومن نہ ہو۔ فرمایا ارشادِ نبوی ہے کہ اَبیتُ عندَ رَبّی یُطعمنی ویُسقینی قوتِ آنحضرت شریفؐ کا ذکرِ الٰہی سے تھا، اور قرب بارگاہ ربّ العزت سے۔

پھر یہ حکایت شیخ عقال مغربی کی بیان فرمائی کہ انھوں نے سات برس کچھ نہ کھایا حرم کعبہ میں مراقب رہتے اور نماز کے وقت ہوش میں آتے، اٹھ کر نماز پڑھتے، پھر مراقبہ میں ہو جاتے۔ اس پر ایک اہل علم نے پوچھا ان کا ذکر لسانی تھا یا دلی؟ فرمایا ذکرِ زبان بھوک پیاس زیادہ پیدا کرتا ہے کہ اعضا حرکت میں آتے ہیں اور ان کی حرکت سے گرسنگی بڑھتی ہے۔ مگر جب ذکر دل میں پہنچتا ہے تو خواہش طعام جاتی رہتی ہے۔ یہ ارشاد خواجہ کا لوگوں کو دشوار معلوم ہوا کہ آدمی سات برس تک بے کھائے کیسے زندہ رہے گا، حضرت خواجہ نے فرمایا میں تم کو اس کی مثال عالم ظاہر میں بتلاؤں۔ اس شہر میں ایک شخص رشید پنڈت نام تھا خدا تعالیٰ اسے غریقِ رحمت کرے۔ سوداگروں کی رسم ہے کہ دوکان مکانِ سکونت سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ ان کی لڑکی آکر کہتی اباجی! نہاری تیار ہے کھا لو کہتے ذرا صبر کر اور حساب میں مشغول ہو جاتے، تھوڑی دیر بعد وہ پھر آتی

کہتی، میاں دن کا کھانا سرد و خراب ہوگیا چل کر کھالو یہ کہتے چپ رہ تھوڑا حساب رہ گیا ہے یہاں تک کہ دوپہر ڈھل جاتی، وہ پھر آتی، کہتی نمازِ ظہر ہوگئی تم نے کھانا نہیں کھایا، یہ کہتے کیا آج اب تک نہیں کھایا ہے۔ وہ کہتی کہاں کھایا ہے میں چند بار بلانے آئی، کوشش کی۔ مگر تم نے نہیں کھایا، غرض کہ وہ حساب میں ایسے مشغول ہوتے کہ طعام یاد نہ آتا کہ کھا چکا ہوں یا نہیں۔ پھر فرمایا عالمِ عشق میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب عاشق کا دل معشوق سے متعلق ہوا تو اس کو خواب و طعام یاد نہیں رہتا پس جب عالمِ ظاہر میں یہ معاملہ ہے تو عالمِ باطن کا معاملہ بطریقِ اولیٰ زیادہ مؤثر ہوگا۔ جو شخص مشغولِ مشاہداتِ عالمِ غیب ہوگا اس کا طعام کیسا پانی کیسا اور خواب کیسا ہوگا

اس پر ایک طالب علم نے سوال کیا کہ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء غیر مریم بنت عمران و آسیۃ امرأۃ فرعون اس میں کمالِ نساء کو مقابل کمالِ رجال کے رکھا ہے سو وہ کیسا کمال ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے معنی کمال اور نہایت کمالیت رجال کا بیان فرمایا کہ النھایۃ ھو الرجوع الی البدایۃ فرمایا مراد نہایت سے بازگشت طرف ہدایت کے ہے یعنی جیسے لوگ بدایت میں مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ جو نہایت میں بھی مرفوع القلم ہو وہ منتہی اور کامل ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مرد بہت رتبۂ کمال کو پہنچے ہیں مگر عورتوں سے بھی دو عورتیں مرتبہ کمالیت کو پہنچی ہیں مگر بہ نسبت اپنے زمانہ کے، ایک مریم بنت عمران دوسری آسیہ زوجۂ فرعون، کہ جب ان کو تکلیفیں پہنچیں تو انہوں نے صبر کیا، رتبۂ کمال حاصل ہوا، مگر ازواجِ مطہرات ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی، کامل تر سب سے تھیں، اسی لئے وہاں تخصیص زمانہ کی رکھ دی گئی کہ اس وقت انہوں نے صبر میں کمال پایا لیکن مرد اکثر کمال کو پہنچے ہیں، پھر فرمایا، یہ حدیث مشارق الانوار میں ہے۔

پھر فرمایا، کمال انبیاء کا، کم کمالِ رسل سے ہے۔ اور کمالِ اولیاء، کم کمالِ انبیاء سے ہے۔ پھر کمالات اولیاء باہم متفاوت ہوتے ہیں، کہتے ہیں فلانا عالم، علم میں کامل ہے یا فلاں زاہد زہد میں کامل ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اَوروں کو کمال نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اس نے اس وصفِ خاص میں شہرت پائی ہے۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدق میں کمال پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل میں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیا میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شجاعت میں، تو کیا اَور صحابہ کرام سے کسی میں صدق و عدل اور حیا و شجاعت نہ تھی مگر ان خلفائے راشدین نے اُن اوصاف سے شہرت پائی، جیسے حاتم سخاوت میں مشہور ہوا، تو کیا اَوروں میں سخاوت نہ تھی۔ لیکن حاتم سخاوت میں مشہور ہو گیا والحمد للہ رب العالمین ؞

۲۸
اٹھائیسویں مجلس

سعادت قدم بوس حاصل ہوئی۔ ایک سید خدمت شریف میں بارادۂ بیعت آیا تھا، پوچھا کیا نام ہے۔ عرض کیا، شرف۔ پوچھا کیا کام کرتے ہو، اس نے جواب میں تاخیر کی، میں نے کہا یہ جوہری بازار کے داروغہ ہیں، مردِ صالح ہیں۔ ان کی ایک والدہ عابدہ ہیں، ان کا گھر خانۂ صفا ہے، اکثر ملاقات ان کی درویشوں سے رہتی ہے۔ بعد اس کے حضرت خواجہ نے کلاہ منگوائی اور دستِ مبارک واسطے بیعت کرنے کے بڑھایا اور اقرار لیا، پھر دوگانہ نفل پڑھوائے، بعد نماز اندر آکر بیٹھا اُس نے ارشاد کیا کہ متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر امر میں کرنا چاہیئے اور تمہیں زیبا تر ہے کیوں کہ تم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو اور متابعتِ رسول فقط دو چیز میں ہے کہ جو کچھ خدا و رسول نے کہا وہ کرنا چاہیئے اور جس سے خدا اور رسول نے منع کیا اس سے بچنا چاہیئے

اور خرید و فروخت میں ہرگز جھوٹی بات زبان پر نہ آئے مثلاً ایک چیز پانچ درہم کی خریدی ہوئی ہے، جب مشتری کو آمادہ لینے پر دیکھے تو یہ نہ کہے کہ میں نے چھ درہم کو لی ہے سات درہم کو دوں گا، اس میں ہرگز کچھ برکت نہیں ہوتی بلکہ نقصان واقع ہوتا ہے اور مال تلف ہو جاتا ہے، ہاں اگر کہے کہ پانچ درہم ایک دانگ کو دوں گا تو اس کے اس ایک دانگ میں برکتیں پیدا ہوں گی اور مال اس طرح بڑھیگا کہ وہ نہ جانے گا کہاں سے بڑھا۔

پھر یہ حکایت فرمائی کہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاجر بزرگ کا حال لکھا ہے جو بغداد میں تھے، ان کو خواجہ محمد منکدر کہتے تھے، دوکان بزازی کیا کرتے، موسم سرما میں لبادے (پوشاکیں) بنوا کر بیچتے، جب دوکان سے کہیں کام کو جاتے تو غلام کو بٹھا جاتے اور تاکید کر جاتے کہ خبردار! یہ لبادہ دو دینار کو دینا اور یہ تین دینار کو، اس میں کم و بیشی نہ کرنا، ایک دن ایک اعرابی (بدو) آیا، اور غلام سے پوچھا فلانا لبادہ کس قیمت کو دے گا۔ وہ دو دینار کی قیمت کا تھا، غلام نے کہا تین دینار کا، اعرابی کو سستا معلوم ہوا تین دینار دے کر خرید لیا، راہ میں اُسے محمد منکدر ملے، اپنا لبادہ پہچان کر اس سے پوچھا کہ شیخ یہ لبادہ کتنے کو لیا ہے، کہا تین دینار میں۔ محمد منکدر نے کہا اس قسم کے لبادے دو دینار کو آتے ہیں نہ زیادہ کو، دوکاندار نے ایک دینار تجھ سے زیادہ لیا ہے، لوٹ آؤ لبادہ پھیر دو۔ اور یہ ظاہر نہ کیا کہ میری دوکان کا ہے۔ اعرابی نازک مزاج ہوا کرتے ہیں۔ سمجھا، اس نے یہ پسند کیا ہے اور سستا جان کر واپس کروانا ہے تاکہ خود خرید لے۔ غصہ میں آکر کہا خواجہ یہ لبادہ ہمارے ملک میں دس بارہ دینار کا ہے تو براہ فریب مجھ سے پھروا کر خود خریدنا چاہتا ہے۔ حضرت محمد منکدر نے جب دیکھا کہ اس کے دل میں شک پیدا ہوا ہے اس لئے غصہ ہوتا ہے۔ کہا شیخ ناراض نہ ہو یہ لبادہ میری دوکان کا ہے، میں غلام سے کہہ آیا

تھا کہ اس قسم کا لبادہ دو دینار کو دیتا ، اس نے تم سے تین دینار لے لیے ہیں ، میرے ہمراہ چلو - ایک دینار تم کو پھیر دوں گا یا اس سے عمدہ لبادہ تین دینار والا تم کو دوں گا - اعرابی یہ سن کر ھمراہ آیا ، حضرت محمد منکدر رنے ایک دینار اس کو دوکان سے واپس دلوایا - اعرابی نے وہاں سے لوٹ کر لوگوں سے پوچھا ، یہ دوکاندار کون ہے نہایت امین دیانتدار معلوم ہوتا ہے - انہوں نے کہا ان کو شیخ محمد منکدر رکہتے ہیں اعرابی نے تعجب سے کہا ، شیخ محمد منکدر یہی ہیں ، ہم تو اپنے وطن میں بڑے سخت حوادث میں ان کے نام کو اپنا شفیع کرتے ہیں ، ان کے نام کی برکت سے سب مشکل آسان ہو جاتی ہے - ہم جانتے تھے محمد منکدر کوئی بڑا شیخ ہے خانقاہ میں رہتا ہوگا ، یہ نہ معلوم تھا کہ وہ یوں زمرۂ تاجروں میں ہوں گے - مقصود اس حکایت سے اُن کا صدق و دیانت بیان کرنا ہے - والحمد للہ رب العلمین +

۲۹ انتیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسّر ہوئی - حضرت خواجہ پر حال طاری تھا ، مزاج مبارک ناساز تھے ، دستِ مبارک سے زمین پر تکیہ کیا ہوا تھا اور غلبۂ حال سے ایک پیچ دستار مبارک کا کھل گیا تھا ، عالم بے خبری تھا - پھر آہستہ فرمایا انا عند المنکسرۃ قلوبھم والمندرسۃ قبورھم پھر خاموش رہے اور دو تین بار درد سے سر ہلایا اور فرمایا عین القضاۃ ھمدانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ؎

برخاستہ زجان وتن دمی باید ،	سر آمدہ زخویشتن مے باید ،
در ہر قدمے ہزار بند افزون است ،	زین گرم روے بند شکن مے باید ،

پھر فرمایا ایک بند شرعی ہے ، ایک بند نفسانی - چاہیے کہ بند شرعی بھی توڑ دے اور بند نفسانی بھی - بند شرعی زن فرزند ہیں اور بندِ نفسانی شہوات ولذات

ہیں۔ جس دل میں محبت الٰہی نے جگہ کی اس کی نظر میں زن و فرزند کس کے، ماں بہن کیسی،
پھر یہ مثنوی مولانا نظامی علیہ الرحمۃ کی پڑھی ؎

یارب تو مرا بروئے لیلے ✤ ہر لحظہ بدہ زیادہ میلے

پھر یہ حکایت فرمائی کہ شیخ عثمان خیبری رحمۃ اللہ علیہ حالت نو عمری میں مجذوب ہوگئے، اُن کو ایک حال پیدا ہوا کہ گیارہ بارہ سال کی عمر میں مکتب کو جاتے تھے۔ چند غلامانِ ترکی اس کے ہمراہ تھے، ان کا باپ مرد معتبر دولتمند تھا، یہ عثمان سوداگروں کا ساجبہ پہنے، دستارِ مصری سر پر جار ہے تھے۔ راہ میں انہوں نے ایک گدھا کھڑا ہوا دیکھا کہ پشت اس کی زخمی تھی، کوّے اس کا گوشت اور چمڑا نوچتے تھے، وہ ایسا عاجز تھا کہ سر بھی نہ ہلا سکتا تھا کہ ان کو اڑا دے۔ خواجہ عثمانؒ اس کو ایسا لاچار دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور اس کے حال پر افسوس کیا اور براہ رحم دلی اپنا جبہ اُتار کر اس پر ڈالا اور پگڑی اتار کر اس پر باندھی کہ گر نہ پڑے، غلاموں سے کہا خوب لپیٹ کر باندھو کہ کھلنے نہ پائے۔ اس کا گدھے پر یہ رحم بارگاہِ کبریائی میں مقبول ہوا۔ جذبۂ الٰہی متوجہ ہوا، وہ مجذوب ہوگیا اور اسی طرح سر و تن برہنہ فقط پائجامہ پہنے بازار میں جاتا تھا، کچھ خبر نہ تھی کہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ دروازہ پر حضرت معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے جانکلے، شیخ اپنی دہلیز میں بیٹھے تھے اور بہت سے آپ کے مرید بھی بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر باادب سلام کیا اور خدمت میں بیٹھ گئے۔ شیخ بیانِ سلوک میں مصروف تھے، لڑکے کو سر و تن برہنہ اور غلامانِ ترکی کو پیچھے شور کرتے ہوئے دیکھ کر نورِ معرفت سے معلوم کرلیا کہ اس طفل کو جذبۂ الٰہی پہنچا ہے، ہر ساعت محبتِ الٰہی بڑھتی جاتی ہے غلامانِ ترکی دوڑ کر اس کے گھر گئے اور عثمان کے والد کو اُن کی دیوانگی کی اطلاع دی، باپ سن کر دوڑتا ہوا آیا، فرزند کو حضرت شیخ معاذ رازی کے پاس دیکھا کہ سر ان کی چوکھٹ پر رکھے ہوئے ہے، غمگین باپ پایانِ مجلس میں بیٹھ گیا۔ شیخ نے پوچھا یہ لڑکا تمہارا

ہے، بولا ہاں ۔ فرمایا اسے قربِ الٰہی تک پہونچا دیا ہے، یہ مجذوب کامل ہوگیا ہے۔ اس بیان میں شیخ کو حال پیدا ہوا، گاہے خاموش، گاہے روتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

شعر

در ہر قدمے ہزار بند افزون است　　زیں گرم روئے بند شکن مے باید

پھر شیخ نے پوچھا اس لڑکے کی ماں ہے، باپ نے کہا اس کے ماں بہن سب ہیں اور پریشان حال گریہ وزاری کر رہے ہیں ۔ تب شیخ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا بابا اگر چاہتا ہے کہ یہ حالِ معرفت تجھ کو ہمیشہ رہے تو اپنے والد کے ہمراہ گھر جا، اور ماں باپ کی خدمت میں رہا کر ۔ اس نے فرمانِ شیخ قبول کیا اور باپ کے ہمراہ گھر گیا، وہاں باپ سے کہا، اے پدرِ مہربان، تمہاری اور راہ ہے اور میری راہ اور ہے اس کا باپ سوداگر تھا اہل دنیا سے، کہا کہ اگر آپ چاہیں کہ میں کام آپ کا کیا کروں تو یہ ہرگز مجھ سے نہ ہو سکے گا ۔ مجھ سے آپ کو اس قدر راحت ہوگی کہ مجھ کو دیکھا کریں سوا اس کے اور کچھ فائدہ مجھ سے نہ ہوگا ۔ مجھ کو گھر میں کوئی جگہ الگ بتلا دیں کہ میں وہاں مشغول رہا کروں ۔ باپ نے کہا اے فرزندِ سعید آج تک تو بیٹا تھا اور میں باپ اور یہ ماں اور یہ بہن ۔ اب تو ہمارا مالک و مختار ہے اور ہم سب تیرے لونڈی غلام ہیں اور یہ گھر مال و اسباب تیری مِلک ہے ۔ کس بندے کی دلی تمنا یہ نہ ہوگی جو تجھ کو اللہ تعالیٰ نے نصیب کی ہے ۔ جہاں پسند ہو رہو ۔ پھر اسے ایک علٰحدہ کمرہ دے دیا جس میں دروازہ بند کر کے ہمیشہ مشغولِ باری تعالیٰ رہتا، نماز کے وقت اذان سن کر دروازہ کھولتا اور مسجد میں جا کر نماز باجماعت پڑھتا پھر آکر مشغول ہو جاتا ۔ یہاں تک کہ بیس سال کی عمر میں عارف کامل ہوگیا ۔

پھر مولانا کمال الدین سامانہ نے عرض کیا کہ کیا مرتبہ اجتبا یہی ہے جو اس آیت شریفہ اور حدیث میں ہے ۔ ثم اجتبا کا رتبہ اور یہ حدیث پڑھی ۔ اذا احبّ

اللہ عبداً اصطفہٗ ثم اذا احبہ الحب البالغ اجتباہ ۔ فرمایا جو شخص پھول پہنتا ہے، خار و خس دور کر کے بڑے پھول چن لیتا ہے اس پھول چننے کو اجتباء کہتے ہیں سو جس کو جذبۂ الہٰی آلیتا ہے اوصاف ذمیمہ اس کے دور ہو جاتے ہیں وہ شخص مخلص ہو جاتا ہے ۔ پھر فرمایا مخلَص مخلِص سے افضل ہے ۔ مخلَص، وہ مجذوب متدارک بسلوک ہے اور مخلِص سالک متدارک بجذبہ ہے ۔ فرمایا جس کو جذبۂ الہٰی آلیتا ہے وہ جو کام کرتا ہے قوۃ جذبہ سے کرتا ہے اس میں شیطان و نفس کا دخل نہیں ہوتا، اس پر یہ آیت پڑھی قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین ہ الا عبادک منھم المخلصین ہ اور جو سالک متدارک بجذبہ عمل کیا کرتا ہے تو اس کو سو بار نفس و شیطان معصیت کے دلدل میں گرا دیتے ہیں مگر وہ سلوک میں ویسا ہی کوشش کرتا ہے پھر جب جذبہ آتا ہے تو شیطان و نفس سے مطمئن ہو جاتا ہے ۔ پھر قاضی آدم نے سوال کیا کہ اس صورت میں مجذوب متدارک بسلوک فاضل تر ہوا ۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا یہ بات مختلف فیہ مشائخ کی ہے، شیخ الشیوخ فرماتے ہیں کہ مجذوب متدارک بسلوک افضل ہے ۔ اور دوسرے مشائخ کہتے ہیں سالک متدارک بجذبہ فاضل تر ہے اور ہر فرقہ اپنے دعوے پر دلائل لاتا ہے ۔ اور جو لوگ سالک متدارک بجذبہ کو افضل کہتے ہیں ان کی یہ دلیل عمدہ ہے کہ وہ اپنے اعمال میں خونِ جگر کھاتا ہے رنج و تعب زیادہ اٹھاتا ہے، ہر زمان اس کو نفس و شیطان معصیت میں آلودہ کرتا ہے، اور وہ نکل کر تائب و عابد بنتا ہے اور یہ حدیث بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے قال علیہ السلام انما اجرک علی قدر تعبک ونصبک چونکہ اس کو تعب و نصب زیادہ ہوا لہٰذا وہ افضل ہوا اور مجذوب متدارک بسلوک کو جذبہ حاصل ہوا اور سلاح ہاتھ میں آیا، اب جو عمل کرتا ہے جذبہ کی قوت سے کرتا ہے، شیطان اس سے بھاگتا ہے جیسے ایک عاشق زینۂ بام معشوق تک پہنچا اور قرب حاصل کیا ۔ اگر اس کو ماں باپ

اور اقارب روکیں اور نصیحت کریں کہ یہ کام اچھا نہیں وہ کب سنتا ہے اسی طرح جس کو عشق و محبت حاصل ہوئی وہ شیطان کی کب سنتا ہے اور نفس کی بات کب مانتا ہے ان دونوں کو اس پر قابو نہیں رہتا۔ والحمد للہ رب العالمین ٭

تیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی، حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے یہ حکایت بیانِ ہمت میں فرمائی۔ ایک بزرگ تھے، انہوں نے شب کو نذر کی کہ جو فتوح (غیبی امداد) کل مجھ کو ملے گی، وہ اس درویش کو دے دوں گا جو مجھ کو پہلے ملے گا اتفاقاً اس فجر کو خلیفۂ وقت نے اسے ہزار دینار بطریقِ فتوح بھیجے۔ وہ یہ ہزار دینار لے کر گھر سے باہر نکلا، دیکھا ایک غریب حجام سے اصلاح بنوا رہا ہے اور اپنے دل میں سوچ رہا ہے کہ میرے پاس کچھ نقد نہیں ہے، حجام کو کیا دوں گا، اسی حال میں یہ بزرگ اس کے پاس آئے اور موافق نذرِ شب کے وہ ہزار دینار اس غریب کو دے دیئے اس شخص نے لے کر وہ سب مال حجام کو دیا، ان بزرگ نے جانا اس نے بے دیکھے یہ حجام کو دیا ہے۔ اگر یہ جانتا کہ اس میں ہزار اشرفیاں ہیں تو سب نہ دیتا، لہٰذا اس سے کہا اے عزیز اس میں ہزار اشرفیاں ہیں۔ اس فقیر نے سن کر کہا۔ کیا نذر شب کی بھول گیا ہے، یاد کر تو نے کیا اقرار کیا تھا، اُدھر جب حجام نے دیکھا کہ مجھ کو ہزار دینار دیتا ہے، اس فقیر سے کہا جب میں نے تیرا خط بنانا شروع کیا تھا تو جان لیا تھا کہ تو مردِ فقیر ہے، مجھ کو کچھ نہ دے گا، سو میں نے بہ نظرِ آخرت للہ تیرا خط بنایا ہے، اب میں اپنا ثوابِ آخرت یہ ہزار دینار لے کر باطل نہیں کرتا، تو جس کو چاہے دے دے، غرضکہ وہ ہزار دینار نہ اس فقیر نے لئے نہ اس حجام نے، دونوں نے موافق ہمتِ عالی کے کام کیا، پھر یہ آیت شریف ارشاد فرمائی ما زاغ البصرُ وما طغیٰ ۝ بعدہٗ فرمایا تمام خزانے روئے زمین

کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کرائے گئے بلا حساب آخرت کے، مگر آپ نے ان کو گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھا اور کچھ التفات ان کی طرف نہ کی اس پر یہ حدیث پڑھی۔ والذی نفس محمد بیدہ لو سالت ربی ان یجری معی جبال الدنیا ذھبا لاجراھا حیث شئتھا ولکن اثرت جوعھا علی شبعھا وفقرھا علی غناثھا وحزنھا علی فرحھا اور یہ شعر پڑھا ؎

شعر

کوہ زریں رودِ گوہر ناک چیست　　پیشِ وجہ اللہ ذکرِ خاک چیست

اکتیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ ایک شخص توارد تھا اپنے حصول مطلب کے لئے دعا اور مدد چاہتا تھا۔ جنابِ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے واسطے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ پھر فرمایا راحت فقیر کے گھر میں ہے۔ اور دنیادار کے گھر میں کسی طرح راحت و آرام نہیں سوائے غم واندوہ کے۔ ہاں یہ فرق ہے کہ فقیر کے یہاں دنیا کا غم واندوہ نہیں اگر ہے تو غم واندوہ طلب حق کا ہے اور اس غم واندوہ کے ضمن میں ہر طرح خوشی وفرحت ہی ہے اور کیا خوب کہا ہے اس باب میں ؎

شعر

باد وست کنج فقر بہشت است بوستاں ؎ بے دوست خاک برسر جاہ وتونگری

فرمایا۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جو دیکھتا یہ تصور کرتا تھا کہ ابھی ابھی شاید ان کے کسی فرزندِ عزیز یا مادرِ مہربان نے انتقال کیا ہے۔ ان کے غمگین ومتفکر رہنے کی وجہ سے۔ اور یہ حدیث بیان فرمائی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم طویل الحزن وکثیر الفکر۔ پھر یہ حکایت بیان کی کہ بوسعید بادشاہ کو ایک وقت

ایسا حال پیدا ہوا کہ محل کی دیوار سے اپنا سر دے مارتے تھے اور زار وزار رو کر یہ کہتے کہ میں نے کیا کیا جو مجھے بدترین مردم بنایا، ایک سرداران کا محرم راز کہ قرابت بھی رکھتا تھا، سامنے آیا اور یہ حال دیکھ کر کہا۔ اے بادشاہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تیسرے مرتبہ میں یاد فرمایا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واُولی الامر منکم ۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن اطاعنی فقد اطاع اللہ ۔ آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں کہ مجھ کو بدترین مردم بنایا ہے ۔سلطان بوسعید نے اسے جواباً کہا۔ مجھ سے اس دعوے پر ایک دلیل قطعی سُن، وہ یہ ہے کہ مثال میری مانند اس سوداگر کے ہے کہ اس کے بہت غلام ہوں اور وہ کسی ایک کو بہ نظرِ استحقاق عزت بخش کر دوسروں پر امیر کر دے اور سب کو اس کی اطاعت کا حکم دے کہ اس کا مطیع میرا فرماں بردار ہے اور جو اطاعت اس کی نہ کرے اس کو میں عتاب وعذاب کروں گا۔ پھر وہ غلام برگزیدہ، عزت یافتہ، اپنے مولیٰ مربّی کے دشمنوں سے ملے اور موافقت کرے اور جو کچھ دشمن اس کے مولیٰ ومہربان کے کہیں، یہ غلام ویسا ہی کرے تو کیا وہ بدترین مردم ہوگا یا نہیں؛ اس سردار نے کہا بے شک ہوگا۔ سلطان نے کہا وہ غلام طاغی باغی میں ہوں کہ پروردگارِ عالم عزّ اسمہ، نے مجھ کو بلا استحقاق کسی خدمت کے دوسری مخلوق سے برگزیدہ اور بلند مرتبہ کیا۔ میں نے نفس وشیطان سے کہ دشمنان الٰہی ہیں، یاری اور موافقت کی ہے، جو یہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں مولا کے امرونہی کا لحاظ نہیں رکھتا۔ تو کہو مولا مجازی اس غلام سے کس قدر ناراض وخشمگین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مالکِ حقیقی نے مجھ کو امرونہی فرمائے ہیں، حکم نہیں بجالاتا اور ممنوعات کرتا ہوں مبادا غیرت الٰہی متوجہ انتقام نہ ہو۔

پھر فرمایا دنیا دار کو اگر شدائد اور تکالیف پیش آئیں تو یہ اُس کے لئے خیر ونجات کی دلیل ہے کہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور خطائیں اس کی بخشی جاتی ہیں

اور جس مشغول دنیا کو رنج و تکلیف نہ پہنچے، اور خوش و خرّم کامیاب ہو کر ترک اوامر اور اقدام منکرات و قبائح پر کرے تو یہ اس کے حق میں استدراج ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہا۔ لوگ دنیا کی تھوڑی سی حکومت میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور بندگانِ خدا کو رنج پہونچاتے ہیں اور آہِ دلِ سوختہ سے حذر نہیں کرتے، آخر مظلوموں کی آہ ان پر خرابی لاتی ہے کہ آہِ دلہا را اثرے است ؎

شعر

دانی کہ آہ سوختگاں را اثر بود ✦ بگذار نالۂ کہ بزاید ز سینہ ہا

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کے ایک عزیز خواجہ عزیز الدین نام کہ عرصہ ہوا وفات پا گئے رحمۃ اللہ علیہ، نقل کرتے تھے کہ میں ایک جگہ دعوت پر گیا تھا، جب بعد عصر کھا کر واپس آیا تو حضرت سلطان الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے پوچھا کہ کہاں تھا؟ عرض کیا، فلاں جگہ دعوت میں گیا تھا وہاں اکثر اعزّہ یہ باتیں کرتے تھے کہ جناب سلطان الاولیاء کی خاطر شریف امورِ دنیاؤی سے فارغ ہے، آپ کو کوئی غم اور فکر اس جہان کا نہیں، جناب شیخ قدس سرہ العزیز نے یہ سُن کر فرمایا۔ جس قدر مجھ کو غم و اندوہ رہتا ہے کسی کو اس جہان میں نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ مخلوقِ خدا جو میرے پاس آتی ہے اور اپنے رنج و تکلیف بیان کرتی ہے ان سب کا بوجھ میرے دل و جان پر پڑتا ہے اور ہر ایک کے واسطے دل کڑھتا ہے۔ وہ عجب دل ہوگا جو مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس میں اثر نہ ہو۔ یہی حکمت ہے کہ کامل بندے اللہ کے جو شہروں کو چھوڑ کر کوہ و بیاباں میں بسر کرتے ہیں تاکہ اُن کے پاس کوئی نہ آئے اور اپنا رنج سنا کر ان کو رنجیدہ نہ کرے۔ اس پر یہ حدیث شریف پڑھی کہ المؤمنون کرجلٍ واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلّہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ فرمایا یہ حدیث مصابیح میں ہے قاضی آدم نے موافق اس کے دوسری حدیث پڑھی، مثل الناس کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ✦

پھر فرمایا میرے پاس آنے والا یا اہل دنیا سے ہوتا ہے یا اہل فقر سے، اگر اہل دنیا سے ہے تو دل اس کا متعلق بدُنیا ہوتا ہے جب وہ آتا ہے تو میں اس کو دیکھ کر احوال دریافت کرتا ہوں، وہ کچھ کہتا ہے مگر جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے وہ مجھ پر بطریق انعکاس میرے دل پر منکشف ہوجاتا ہے لہذا قلق واضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اہل فقر سے ہے دِل اس کا متعلق بحق ہوتا ہے اس کی کیفیت مجھ پر ظاہر ہوتی ہے، دل خوش ہوتا ہے، کہ یاد خدا و رسولؐ کی ہوتی ہے مگر بے فائدہ باتوں سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے بعضے ایسے بے قید وحشی مزاج ہوتے ہیں، کہتے ہیں فلانا کام ہمارا جلدی کر دے - ورنہ بُرا کہتے ہیں، جھگڑتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ درویشوں کو ہر کام میں تحمّل کرنا چاہیئے - پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میرے بھائی خواجہ عطا نبیرۂ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ لاأبالی مزاج تھے - ایک بار حضرت شیخ سلطان آلاولیاء کی خدمت شریف میں آئے اور دوات و قلم حضرت شیخ کے روبرو رکھ دی اور کہا فلانے امیر کو رقعہ لکھ دو کہ مجھ کو کچھ دے - شیخ نے عذر فرمایا وہ میرے پاس آمدورفت نہیں رکھتا غیر شخص کی سفارش کیسے کروں، مگر تم کو جو اس سے توقع ہو بیان کرو کہ میں اپنے پاس سے دے دوں، بولے جو تمہارے دل میں آئے دے دو مگر رقعہ سفارشی بھی لکھ دو، شیخ نے فرمایا خیر باد! یہ طریقہ درویشوں کا نہیں ہے کہ رقعے لکھا کریں خصوصاً جب کہ میں نے اُسے نہ دیکھا ہو، اور نہ اس نے مجھے دیکھا ہو، اور نہ یہاں آیا ہو - یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا فرمایا اس نیک بخت نے شیخ کو بُرا کہنا شروع کیا کہ اے فلانے مرید میرے دادا کا اور غلام ہمارا ہے تو میں تیرا خواجہ زادہ ہوں ایک رقعہ لکھنے کو کہتا ہوں اور تو نہیں لکھتا یہ کہہ کر دوات اٹھا کر زمین پر زور سے ماری اور جانے کو اٹھے - حضرت شیخ نے بڑھ کر دامن ان کا پکڑ لیا - فرمایا ناراض ہو کر مت جاؤ، رضامند ہو کر جانا - قاضی آدم نے عرض کیا - یہ اخلاق کسب سے حاصل ہوتے ہیں یا صحبتِ پیر کامل سے - کہا، کسبی بھی ہوتے ہیں - مگر

صحبت سے خوب تر ہوتے ہیں۔ اور یہ آیت شریفہ پڑھی، اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کہ مُشیر اسی طرف ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۳۳ بتیسویں مجلس

سعادت پائبوس ہاتھ آئی۔ ایک عالم خدمت میں آیا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ عرض کی کہ میں غلامانِ حضور میں سے موضع سہاتے کا باشندہ ہوں، وہاں کے لوگ اکثر صالح ہیں اور یہیں کے مرید ہیں اور وہاں کی عورتیں بھی یہیں سے بیعت رکھتی ہیں اور مردوں سے زیادہ تر صالح ہیں، میں نے کہا کہ یہ صلاحیت وہاں کے لوگوں کی آپ کی بیعت کی برکت سے ہے۔ پھر اس مولوی سے پوچھا کیا شغل رکھتے ہو۔ کہا لڑکوں کو پڑھایا کرتا ہوں۔ فرمایا۔ بہتر کام ہے مطالعہ کتب میں مشغول رہنا اور دوسروں کو قرآن پڑھانا، جو اس کام میں مشغول رہتا ہے وہ ہمیشہ باوضو رہتا ہے یہ عمدہ مشغولی ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز اوش میں تھے، جو ترکستان کا ایک شہر ہے، آپ کم سن تھے، جب آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی تو والدۂ ماجدہ شریفہ سے فرمایا، میں قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہوں مجھے کسی اُستاد کے پاس بٹھا دو، والدہ نے تختی اور شیرینی دے کر ایک لڑکے کے ہمراہ حافظ جی کے پاس جو محلہ میں پڑھاتا تھا، بھیجا۔ راہ میں ان کو ایک پیر مرد ملا۔ خواجہ قطب الدین نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا لڑکے کہاں جاتا ہے۔ کہا قرآن شریف پڑھنے جاتا ہوں۔ میری ماں نے مسجد میں حافظ معلم کے پاس بھیجا ہے۔ اس بزرگ نے کہا مسجد جاتا ہے تو میرے ساتھ چل، جہاں میں لے چلوں کہ قرآن وہاں پڑھنا۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا بہت خوب۔ اس بزرگ کے ہمراہ ہولئے وہ ان کو ایک مسجد میں لایا کہ حافظ

بیٹھا ہوا چند لڑکوں کو قرآن مجید پڑھا رہا تھا، وہ اس بزرگ کو دیکھ تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور قدموں پہ گرا۔ پھر اس حافظ سے اُس بزرگ نے کہا۔ میں اس لڑکے کو تیرے پاس لایا ہوں اسے کوشش سے قرآن پڑھانا۔ اس نے قبول کر کے اپنے پاس بٹھالیا۔ جب وہ بزرگ لوٹ گئے تو حافظ نے قطب الدین سے پوچھا۔ یہ ہمراہ تمہارے کون شخص ہے کہا، میری ماں نے محلّہ کی مسجد میں حافظ کے پاس قرآن پڑھنے بھیجا تھا، راستے میں یہ بزرگ مل گئے۔ پوچھا کہاں جاتا ہے، میرے ساتھ آ، جہاں میں لے چلوں۔ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے آئے، حافظ نے پوچھا۔ کبھی ان کو دیکھا ہے اور پہچانتے ہو کہا نہ دیکھا ہے نہ پہچانتا ہوں۔ حافظ نے کہا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا خواجہ قطب الدین نے اس حافظ سے قرآن ناظرہ تمام کیا مگر جب بڑے ہوئے اور اس شہر میں واپس آئے۔ تو تیس برس کے بعد قرآن یاد کیا۔

والحمدُ للہ ربّ العالمین۔

۳۳ تینتیسویں مجلس

سعادت پابوس حاصل ہوئی، حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا کہ اعضاء کی حرکات و سکنات دل کے ارادہ سے ہوتی ہیں۔ دل آمر ہے اور اعضاء مامور۔ اول ارادت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ فلاں کام کروں گا پھر اعضا حرکت میں آتے ہیں۔ اور اس کے برعکس یہ ہے کہ معاملات دل کے بجائے اعضاء کے تابع ہوں، یہ صورت ہے کہ جب کوئی حرکت جوارح سے وجود میں آتی ہے تو وہ ارادت دل سے ہے مگر اس حرکت سے دل میں کچھ اثر ضرور ظاہر ہو گا یہ برعکس معاملہ ہے وہاں دل تابع جوارح کا تھا صوفی کو چاہیئے کہ جوارح کا نگہبان ہو اس واسطے کہ وہ حرکت اگر عبادت ہے تو اس کا نیک اثر دل میں ظاہر ہو گا، اور اگر معصیت ہے تو اس کی ظلمت دل میں پیدا ہو گی۔

پھر فرمایا۔ صوفی ابن الوقت ہے ، اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اگر عبادت کرنا چاہیے تو فوڑا کرے، تاخیر اس میں نہ کرے اور اگر چاہتا ہے کہ وہ حجاب جو درمیان انسان اور حق کے ہے اٹھ جائے تو مجاہدہ کرے اور سختی نفس پر لازم پکڑے تاکہ وہ پردہ درمیان سے اٹھ جائے ۔ اور اسی معنی میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے ، اُن کو شیخ ابو بکر محمدؒ کہتے تھے ، منجملہ مجذوبانِ حق سے تھے کوئی پیرِ مُعین ان کا نہ تھا مگر تصرفاتِ جذبات الٰہی سے مقاماتِ عالیہ پائے تھے اور جائے مسافت سلوک مع عقبات کے طے کی تھی سو ان سے منقول ہے کہ فرمایا، مَیں چالیس سال سلوک میں تھا، ایک ایسا مقام سخت پیش آیا کہ دو سال تک اس کی سختی سے خون جگر پیتا رہا، تا بہ عنایت الٰہی اس مقام سے مجھ کو عبور حاصل ہوا قاضی آدم نے اس وقت سوال کیا کہ حجاب کیا ہیں ؟ حضرت خواجہ نے فرمایا اول معاملہ خلق کا بیان کرتا ہوں اس سے حال حجابوں کا خود معلوم ہو جائے گا۔ پس خلق تین قسم پر ہے، عوام، خواص اور اخص الخواص۔ عوام کے حجاب معاصی ہیں اور خواص کے حجاب امورِ مباحہ اور اخص الخواص کے حجاب حسنات، اور اسی طرف اشارہ اِس قول میں ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین پھر اس باب میں یہ حکایت فرمائی ۔

شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جب اذان سنتے ، طمانچے اپنے منہ مبارک پر مارتے اور فرماتے ابوسعید بیچارے کو کہاں سے کہاں لائے ہیں ، ابھی عالم لاہوت میں تھا اب اس کو عالم ناسوت میں لاتے ہیں اس واسطے کہ عالم لاہوت کا مطلب قرب و مشاہدۂ حق ہے ، اور عبادت امر ہے اور اوامر عالم ناسوت (یعنی فانی) میں ہوا کرتے ہیں اور یہ پہلے عالم سے کمتر واحسن ہے ۔ پھر یہ حدیث فرمائی کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل میں نے عرض کی، کیا یہ وقت سوائے انبیاء علیہم السلام کے اولیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے ؟ فرمایا ہاں ہوتا ہے اور یہ حکایت بیان کی ۔

حضرت خضر علیہ السلام ایک بزرگ کے در پر تشریف لائے ، خادم نے اُن سے

کہا۔ خواجہ خضرؑ باہر کھڑے ہیں۔ کہا اس وقت ان سے کہو لوٹ جائیں میرا یہ وقتِ خاص ہے، خضر جا کر پھر آجائیں گے اور اگر میرا یہ وقت چلا گیا پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ پھر فرمایا البتہ سالک پر ایک ایسا وقت آتا ہے مگر اس کو دوام نہیں ہوتا اگر اس وقت کوئی اس کے پاس آتا ہے تو اس پر گراں گذرتا ہے کیوں کہ اس کو جو مشغولیٔ حق میں ذوق حاصل ہوتا ہے، جاتا رہتا ہے۔

پھر فرمایا جملہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر متفق ہیں کہ جس کو جاذبۂ الٰہی حاصل ہوتا ہے اس کو بارگاہِ قربِ حضرتِ عزت تک پہونچا دیتا ہے، شب ہو یا روز۔ مگر دن میں کم ہوتا ہے اور اکثر ایسا وقت صبح کو میسر ہوتا ہے اور اس پر یہ حدیث پڑھی۔ انّ لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا اور اکثر یہ خوشبوئیں صبح کو محسوس ہوتی ہیں اس وقت جو بیداری کی عادت کرلے البتہ ان خوشبوؤں کو پالے گا اور یہ اُمور وجدانی ہیں۔ بعدہٗ یہ فرمایا ان النبی علیہ السلام سال جبرئیل عن افضل الاوقات فقال لاادری ولکن اذا مضی نصف اللیل تنزل الملائکہ ویھتز العرش پھر کہا فقط یہی بُو خوش نہیں ہوتی بلکہ اس بوئے خوش کیساتھ اور بہت سی نعمتیں ہوتی ہیں۔ اور یہ حدیث پڑھی۔ من اخلص للہ تعالیٰ اربعین صباحًا ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ الی لسانہ۔ اور کہا، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام شبہائے متبرکہ میں نہ سویا کرتے، چنانچہ راتوں میں عشرۂ ذی الحجہ کی شب بیدار رہتے۔ پھر فرمایا میرے بیٹے! سننا آسان ہے، چاہیئے کہ سن کر اس پر عمل کرے۔ اگر تمام کمال نہ ہوسکے تو دس میں دو پر تو عمل کرے ایسا نہ ہو کہ ایک کان سے سنا دوسرے سے نکال دیا۔

شعر

اُستادِ تو عشق است چو آں جا برسی ✣ او خود بزبان حال گوید چوں کن

پھر یاروں سے فرمایا نمازِ چاشت ادا کرو، میں باہر نکلا۔ اتنے میں ایک

جماعت قلندروں کی آئی، ان کو اندر بلوایا۔ بندہ اگرچہ بصورت قلندر ہے مگر صحبت ساتھ صوفیوں کے رکھتا ہے۔ جب قلندر خدمتِ خواجہ سے رخصت ہو کر باہر آئے تو پھر یاروں کو اندر بلوایا، میں باہر مجلسِ گذشتہ لکھنے لگا، حضرت خواجہ نے چاہا کوئی حکایت کہیں، لہٰذا بندہ کو یاد کیا کہ فلاں کہاں ہے؛ میرے بڑے بھائی مولانا سراج الدین نے عرض کی کہ وہ ملفوظ گرامی لکھ رہا ہے۔ کہا "بلا لو۔ جب میں حاضر ہوا تو جناب نے یہ حکایت شروع کی کہ شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو فرقہ آتا وہ ان سے ایسا ملتے کہ وہ جانتے کہ شیخ ہمارے دین و مذہب میں ہے۔ مثلاً اگر قلندر آتے تو ان سے اس محبت سے ان کے موافق باتیں کرتے کہ وہ کہتے کہ شیخ صورت میں صوفی ہے لیکن درحقیقت قلندر ہے اور اگر جوالقی آتے وہ بھی ایسا ہی خیال کرتے، اگر علماء آتے ان سے بھی یہی معاملہ ہوتا وہ کہتے شیخ تو بڑا عالم ہے صورت صوفیہ کی بنالی ہے۔ سوداگر بھی مل کر یہی کہتے۔ اور ہر قوم کا قبرستان جدا ہوا کرتا تھا۔ قلندر اگر مرتا تو اس کو مقابرِ قلندراں میں دفن کرتے۔ اسی طرح صوفی صوفیوں میں اور جوالقی جوالقیوں میں اور عالم عالموں میں وعلیٰ ہذا القیاس۔ اگر حاکم یا سوداگر یا طباخ یا قصاب مرتا تو اپنے جنس کے لوگوں میں دفن ہوتا۔ جب شیخ کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو فرزندوں کو بلا کر کہا میرا آخری وقت ہے مگر میں نے اپنی زندگی اس خوش اخلاق سے بسر کی ہے کہ ہر طائفہ آکر کہے گا: "شیخ عبداللہ انصاری ہمارے گروہ سے تھا تم اب لے کر کیا کرو گے" صاحب زادوں نے کہا جو شیخ فرماویں ہم اس پر عمل کریں فرمایا میری وفات کے بعد جنازہ درست کر کے گھر سے باہر رکھ دینا اور ہر گروہ سے کہنا کہ جنازہ اٹھائیں جس کے ہاتھوں جنازہ اُٹھے میں اسی طائفہ سے ہوں اسی گروہ میں دفن کرنا غرض جب شیخ نے رحلت کی، سب گروہ حاضر ہوئے، ہر گروہ شیخ کو اپنی جماعت سے بتاتا تھا شیخ کے فرزندوں نے جنازہ گھر سے باہر لا کر رکھ دیا اور کہا ہر گروہ آکر اٹھائے، جس کے ہاتھوں سے جنازۂ شیخ اُٹھے وہ اپنے گورستان میں لے جا کر رکھے۔ اوّل قلندروں نے آکر اٹھایا مگر

جنازہ نہ ہلا۔ گویا زمین سے سِلا ہوا ہے، وہ لوٹ گئے۔ جو آتی آئے، پھر دولت مند، اور سوداگر، اہلِ کلاہ ہر ایک جُدا جُدا آئے مگر کسی سے جنازہ نہ اٹھا آخر گروہ صوفیہ کا آیا، ان کے ہاتھ لگاتے ہی جنازہ اٹھا، وہ لے گئے۔ اس حکایت میں لوگوں کو ذوق بہت حاصل ہوا۔

پھر فرمایا، درویش کو لائق ہے کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ رکھے کہ ہر کوئی یہ جانے کہ یہ ہم میں سے ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ قول کُنْ مَعَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْهُمْ کے یہی معنی ہیں یا اور؟ فرمایا یہ حدیث مشارق میں نہیں۔ ایک عالم حاضر تھے، بولے، میں نے فلاں کتاب میں دیکھی ہے، اس کو حدیث لکھا ہے۔ فرمایا یہ قول متعلق اخلاق سے ہے یعنی تصنع اور تکلف نہ کرو اور خلق کے ساتھ مثل اس کے رہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ مخلوق کے مانند ان کے ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے طعنہ مارا کہ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ بعد اس کے یہ آیت شریف پڑھی۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ الآیۃ والحمد للہ ربّ العالمین۔

۳۴ چونتیسویں مجلس

سعادت پائے بوس ہاتھ آئی۔ قوال سرود کہہ رہے تھے اور جناب خواجہ سماع میں مستغرق تھے، گاہ گاہ آنکھ کھول لیتے مگر بات نہ کرتے تھے، جب مطرب خاموش ہوئے تب حضرت خواجہ نے ہر ایک کا حال پوچھا۔ ایک شخص بیعت کو آیا تھا اُسے مُرید کیا اور رخصت فرمایا۔ مولانا برہان الدین اور دو صوفی اور تھے، مجھ کو نزدیک بلا کر فرمایا مارجع راجعٌ الا من الطریق کہا نفس اور شیطان جس کو بہکا کر راہ حق سے پھیرتے ہیں تو یہ بربادی اُن کی درمیانِ سلوک اور وسطِ راہ میں ہوتی ہے، اور جس نے سلوک تمام کیا اور مقصود کو پہنچا تو نفس و شیطان اس کی راہ نہیں مار سکتے کہ وہ راہ طے کر کے منزل کو پہنچ گیا۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور جو درمیان راہ کے ہے تو شیطان اُس

کی نظروں میں دُنیا کو آراستہ اور مزیّن کر کے دکھاتا ہے چونکہ وہ ابھی راہ سلوک طے کر رہا ہے اور کچّا ہے اس لئے کمتر اور حقیر چیز سے فریفتہ ہو جاتا ہے ۔ مثلاً کسی کو دیکھتا ہے کہ خلق اس پر متوجہ ہے اور دُور تک مشہور ہے تو ہر گھڑی اس کو نفس کہتا ہے تو ایسا نہیں کوئی ایسی تدبیر کر کہ تو بھی ویسا ہی مرجع خلائق بنے اور مشہور ہو جائے ، یہ نہیں سمجھتا کہ اس کو حق تعالیٰ نے یہ مرتبہ عطا کیا ہے وہ اپنی رغبت و خواہش سے ایسا نہیں بنا ہے ، اگر چاہتا تو اس کی خواہش سے کچھ نہ ہوتا ۔ سو ایسے تفکرات و خیالات بھی دُنیا میں شامل ہیں ۔ اور دُنیا کی خاصیت ہے کہ اگر اسے طلب کرو تو بھاگتی ہے اور اس سے بھاگو تو پیچھے دوڑتی ہے ۔

پھر فرمایا صوفی کو چاہیئے ، اپنے نفس پر مجاہدہ اختیار کرے مجاہدۂ سخت کہ ایک دو ماہ یا ایک دو سال برابر مجاہدہ کرے علی الدوام ۔ اور مشائخ نے ہر امر میں تقلیل کا امر فرمایا ہے کہ قلة الطعام وقلة السنام وقلة الصُّحبة مع الانام کم کھائے ، کم سوئے لوگوں سے ملنا ترک کرے ، پھر یہ دو شعر زبانِ مبارک سے فرمائے کہ دلوں کو راحت حاصل ہوئی ،

اشعار

راہ زنانند رہِ دل زنند ❊ راہ بنزدیکی منزل زنند

ترسم از ایشان کہ شب خون کنند ❊ خوار ازین دائرہ بیروں کنند

❊ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ❊

۳۵
پینتیسویں مجلس

سعادت پابوس میسر ہوئی ۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا اس وقت سید جھجو گردیزی میرے پاس آئے تھے اور بیان کیا کہ شیخ حاجی رحمت بیمار ہیں لہذا انکی مزاج پرسی کو جاتا ہوں ۔ پھر در بارۂ بیماری کے فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے ، نہایت سخت بیماری کہ اشتہا بالکل ساقط ہو گئی ،

چند روز آپ نے نہ کچھ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ آپ کے صاحب زادے اور اہلِ قرابت جمع ہوئے، اور طبیب کو لائے اس نے نبض دیکھ کر کہا۔ احکام نبض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی عارضہ نہیں، علاج کیا کروں۔ یہ کہہ کر لوٹ گیا مگر بیماری شیخ کی زیادہ ہوئی، یاروں کو روبرو بلوایا۔ میرے حضرت، سلطان الاولیاء فرماتے تھے کہ میں انہیں دنوں اجودھن میں گیا تھا، مجھ کو بھی بلوایا اور شیخ بدرالدین اسحاق اور باقی یار اور مرید بھی آئے، حضرتِ شیخ نے فرمایا تم سب جاکر مراقبہ میں مشغول ہوکر پروردگار سے یہ دعا کرو کہ مجھ کو صحت عطا فرمائے۔

سب نے اس رات مراقبہ کیا بدرالدین سلیمان، حضرت شیخ کے صاحبزادے نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آکر کہتا ہے تمہارے باپ پر جادو کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا شہاب کے فرزند نے۔ اور اجودھن میں ایک شخص تھا اس کو شہاب ساحر کہا کرتے تھے، فنِ سحر میں کامل مشہور تھا۔ پھر اُسی نے خواب میں کہا کوئی جاکر شہاب ساحر کی گور کے سرہانے بیٹھ کر یہ پڑھے، شیخ کو صحت ہو جائے گی۔ بدرالدین سلیمان نے کہا جب اس نے وہ عبارت پڑھی تو مجھ کو خواب ہی میں یاد ہو گئی وہ یہ تھی، ایھا القبور المثلی اعلم مالك اینك لحد سروادی فقل له لیکف باسه عنا والا الحق به مالحق بنا فجر کو اپنے والد جناب شیخ سے جاکر عرض کی کہ میں نے یہ خواب میں دیکھا ہے آپ نے مولانا نظام الدین سلطان الاولیاء، کو بلوا کر فرمایا یہ عبارت یاد کرو اور قبرستان میں جاکر تربت شہاب ساحر کی دریافت کرکے اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ کلمات پڑھنا۔

میرے شیخ حضرت نظام الدین فرماتے تھے میں گیا اور شہاب ساحر کی قبر دریافت کرکے اس کے سرہانے بیٹھا، اور یہ پڑھنا شروع کیا اس قبر کا چبوترہ گچ کا بنا ہوا پختہ تھا، مگر سرہانے تھوڑی جگہ پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ اتفاقاً میرا ہاتھ اس کچی زمین پر لگا۔ مٹی الگ ہوئی میں نے اور کریدا، ایک گڑھا ہو گیا۔ میں نے اس میں ہاتھ ڈالا، اور سمجھا

شاید نیچے سے کچا چبوترہ ہے اور اوپر چونا ہے۔ غرض اتنا گڑھا ہوگیا کہ میرا ہاتھ اس میں چلا گیا اور اس کے اندر ایک تھیلی میرے ہاتھ لگی میں نے اسے نکال کر دیکھا تو ایک مُورت ماش کے آٹے کی بنی ہوئی تھی، اور بہت سی سوئیاں اس میں چبھی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کی دم کے بال اوپر لپیٹے ہوئے تھے۔ میں جلد اس کو خدمت شریف شیخ میں لے آیا۔ فرمایا ایک ایک سوئی نکالو۔ ہر سوئی کے نکلنے سے بیماری شیخ کی کم ہوتی جاتی تھی اور آرام معلوم ہوتا تھا جب سب سوئیاں نکال لیں تو فرمایا اس مورت کو توڑو۔ اس کے توڑنے کے بعد فرمایا میں بالکل اچھا ہوگیا۔ غرض وہ مورت توڑ کر پانی میں ڈالدی۔ حضرت شیخ نے بالکل عافیت پائی۔ قاضی آدم نے عرض کی کہ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دختران لبید نے سحر کیا تھا اور پتلا بنا کر کنوئیں میں ڈالا تھا، اس کے دفع شر کو معوذتین نازل ہوئیں اور کہا مشہور ہونا اور شہرہ ہونا ایسی ایسی مصیبتیں لاتا ہے۔ پھر کہا میرے شیخ مولانا نظام الدین پر بھی جادو کیا گیا تھا۔ اور یہ آیت شریفہ پڑھی۔ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔

پھر یہ دوسری حکایت بیان فرمائی کہ اودھ میں ایک بزاز تھا اس کا لڑکا سخت بیمار ہوا۔ مولانا داؤد کو اس سے محبت تھی، اس کے فرزند کی عیادت کو گئے وہ ان کو دیکھ کر دوڑا اور قدموں میں گر پڑا، رو کر کہا شیخ میرا ایک ہی لڑکا ہے، وہ بھی ہاتھ سے جاتا ہے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے۔ مولانا داؤد نے کہا، مجھے کچھ مال دینے کا وعدہ کرو تو دعا کروں گا۔ کہا اپنا چوتھائی مال دوں گا۔ مولانا داؤد اس کے بیمار فرزند کے سر پر جا کر کھڑے ہوئے اور کچھ پڑھا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کھڑا ہو، وہ فی الفور اٹھ کر بیٹھ گیا گویا بیمار ہی نہ تھا پھر اس بزاز سے کہا تیرا لڑکا اچھا ہوگیا جو نذر کی ہے حاضر کر۔ وہ گیا اور

حساب کرکے چوتھائی مال سے کچھ زیادہ لایا اور مولانا کے روبرو رکھا ، پانچ سوتنکے تھے مولانا
اس میں سے تین سوتنکے لئے باہر نکلے جو ملتا اسے کچھ دیتے یہاں تک کہ جب گھر پہنچے سب
خرچ ہو چکا تھا۔ پھر مولانا داؤد کے مناقب میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار اودھ میں
ایک بزرگ سخت بیمار ہوئے، یہاں تک کہ ان پر چادر اوڑھا دی گئی اور لوگ تجہیز و تکفین
کرنے لگے۔ مولانا داؤد اور ایک دوسرے بزرگ مولانا رضی الدین منصور دونوں وہاں گئے
وہ حال دیکھ کر آپس میں کہنے لگے اب ہم یہاں آگئے ہیں تو اس طرح چھوڑ جانا مناسب نہیں
آؤ، ان کی صحت کے لئے دعا کریں پھر مولانا رضی الدین نے کہا ایک طرف مریض کے تم
کھڑے ہو جاؤ دوسری طرف میں ۔ مولانا داؤد سر کی جانب اور مولانا رضی الدین پاؤں کی طرف
دونوں نے بیٹھ کر کچھ پڑھا اور اٹھ کھڑے ہوئے ۔ اور اُس مریض کا ہاتھ پکڑ کر کہا اٹھ کھڑا ہو، وہ
فی الفور اٹھ کھڑا ہوا ، بالکل تندرست تھا۔ پھر مولانا داؤد کی تعریف فرمائی کہ وہ بعد نمازِ صبح
گھر سے نکل کر صحرا کو جاتے تھے وہاں مشغول بحق ہوتے ، جنگلی ہرن ان کے اردگرد آکر کھڑے
ہو جاتے اور ان کا تماشہ دیکھ کر حیران رہا کرتے ۔ حضرت خواجہ یہ حکایت بیان فرما کر کچھ عالم
تفکر میں رہے ۔ بعدہٗ فرمایا ایک آیت یاد کرتا ہوں یاد نہیں، شاید مطابق حکایت سابق کے
کوئی آیت گزری ہوگی مگر اس وقت یاد نہ آئی ۔ حمائل شریف جو اتار کر کھولی تو قدرتِ الٰہی سے
وہی آیت نکل آئی ، حمائل رکھ کر فرمایا مل گئی اور یہ آیت پڑھی ۔ یاایھا النبی حسبک
اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ۝ واؤ بمعنی مع ہے ۔ فرمایا۔ کشاف میں ہے کہ
وَمَنِ اتَّبَعَکَ کا عطف کافِ حَسْبُکَ پر نہیں ہے اس واسطے کہ محل کا مجرور ہے اور عطف
اسمِ ظاہر کا ضمیر مجرور پر روا نہیں ۔ جیسے "تسائلون بہ والارحام" میم کے فتحہ سے پڑھا ہے،
اس واسطے کہ عطف ضمیر مجرور پر بغیر اظہار حرف جر کے روا نہیں ہے پھر فرمایا عطف وَمَنِ
اتبعک کا لفظ مبارک اللہ پر بھی بعضوں نے کہا ہے ای یکفیک اللہ ومن اتبعک
پھر فرمایا کفایت کرنے میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین متبعین کو اپنے ساتھ شریک کیا ہے یعنی

کافی ہے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور جو تابع تمہارے ہیں مؤمنین میں سے کہ اس فائدہ شرکت میں راحت بے نہایت حاصل ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٭

۳۶
چھتیسویں مجلس

سعادتِ ملاقات حاصل ہوئی، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے چند فوائد ذکر فرمائے ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں بندہ پہنچا، عنایت سے نزدیک بیٹھنے کو فرمایا اور کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت فیض درجت میں آیا اور عرض کی اوحنی یا رسول اللہ فقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہٗ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہٖ فقال الرجل کفانی یا رسول اللہ فقال علیہ السلام فقہ الرجل غرض کہ شنیدہ پر عمل کرنے سے انسان فقیہ ہو جاتا ہے۔ پھر ایک شخص بڑا امراءِ دنیا سے کہ اپنے منصب سے معزول ہو گیا تھا اور خواجہ کی خدمت میں واسطے استمداد دعا کے حاضر ہو چکا تھا اور آپ کی برکت سے اس ضیق سے خلاصی پا کر کامیاب ہوا تھا، حاضر ہوا۔ اس کے آنے سے خواجہ کا وقت خوش ہوا فرمایا "خوش آمدی، مرحبا بنشین" کہ خلاص ہو گیا۔ عرض کی کہ یہ برکت دعائے مخدوم کے آج کی رات خلاص ہوا ہوں۔ فرمایا جب کوئی خار کسی کے پاؤں میں چبھے یا چیونٹی کاٹے تو یہ سمجھے کہ یہ میرے عمل کی جزا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے، مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ فرمایا مصیبت کے معنی اصابتِ مکروہ کے ہیں از قسمِ مجازِ متعارف کے۔ پھر کہا جو مکروہ کسی کو پہنچتا ہے اس سے گناہ اس شخص کے بخشے جاتے ہیں کہ اس کو وہ مصیبت متنبہ اور آگاہ کر دیتی ہے اور متوجہ بخدا ہوتا ہے اور جو حسرت و ندامت حاصل ہوتی ہے اس سے خطائیں اس کی معاف ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا جس کو خدائے تعالیٰ کچھ رنج و مصیبت پہونچاتا ہے تو یہ اُس کی سعادت اور نیک انجامی کی دلیل ہے مگر جس کو عمرِ دراز اور اسباب دنیا بفراغت ہوں اور کچھ رَنج و تکلیف نہ پہنچے اور عبادت میں کوتاہی کرے،

تو یہ اس کے حق میں استدراج ہے اور موجب عذاب، سنستدرجہم من حیث لا یعلمون ٥ میں یہی اشارہ ہے۔ پھر فرمایا فرعون کا کبھی سر نہ دکھا عمر دراز پائی، دعوٰی خدائی کا کیا۔

پھر فرمایا، مال و فرزندوں کو شارع نے فتنہ کہا ہے "انما اموالکم واولادکم فتنۃ" ان کا فتنہ ہونا یوں ہے کہ تو چاہتا ہے کوئی دم گھر کے کونے میں بیٹھ کر مشغول بخدا ہو، فرزند آتے ہیں اور دامن کھینچتے ہیں کہ ہم کو تیری اس مشغولی سے کیا فائدہ؛ باہر جاکر کچھ لا جو ہم کھاویں۔ وہ فرزندوں کی جہت سے ترکِ مشغولیت کرتا ہے اور باہر نکل کر پریشان و سرگرداں پھرتا ہے، پس اولاد فتنہ ہوئی۔ اور مال بھی فتنہ ہے، اس واسطے کہ جب تک مال نہیں خدا سے مشغول ہے جب مال ہوا تو کنیزانِ حسین یاد ہوئیں اور راحت و ذوق کی طلب ہوئی لھذا مال بھی فتنہ ہوا مگر جس کو خدا نے مال دیا اور وہ اس کو راہِ خدا میں صرف کرتا ہے کہ فقراء کو دیتا ہے، صلۂ رحم بجالاتا ہے یا عمارت، مسجد، یا پل یا چاہ یا رباط وغیرہ خیرات میں صرف کرتا ہے، غرض کہ مال کو آلۂ حصول حسنات کا بناتا ہے تو وہ مال اس کے حق میں فتنہ نہیں۔

پھر فرمایا، انسان جس کام میں ہو اسے کیا کرے، حکومت اور شغل دنیا بھی کرے۔ مگر چاہیئے کہ زبان کسی دم ذکر سے خالی نہ ہو، کھڑے بیٹھے لیٹے یادِ خدا میں رہے اور یہ آیت شریف پڑھی "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ" جب زبان ذکرِ خدا میں لگی رہے گی تو امید ہے کہ غم و فکر دنیا کے تمام تیرے دل سے دور ہو جاویں گے اور بے غم رہے گا۔ پھر فرمایا، اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ اپنے گوشۂ گھر میں یا مسجد یا قبرستان میں یادِ خدا میں انسان مشغول رہے اور شیاطین انس سے میل جول نہ رکھے۔ شیاطینِ انس وہ لوگ ہیں جو یادِ خدا سے روکتے ہیں۔ جب تو چاہتا ہے یادِ خدا کرے، تو ہمنشین تیرا اس وقت خدائے تعالےٰ ہوتا ہے، فرماتا ہے، "اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ" اور قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے "فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ" یعنی اے بندو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا، جب تو ذکرِ خدا سے دور ہوگا، تو تیرا

جلیس شیطان ہوگا۔ فرماتا ہے وَمَنْ یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا یعنی جو ذکرِ خدا سے روگرداں ہوتا ہے ہم اس پر شیطان کو مسلط کرتے ہیں پس خیال کرنا چاہیئے کہ ذکر الٰہی کے وقت کون مصاحب ہے۔ پھر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ مصاحب ہوتا ہے دیکھو فرمایا ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ میں ہمنشین اس کا ہوں جو میرے ذکر میں رہے پھر فرمایا، حضرت ابوبکر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہ العزیز نے عوارف میں فرمایا ہے اصبحوا مع اللہ تعالےٰ فان لم تستطیعوا فاصبحوا مع من یصحب مع اللہ تعالےٰ لیوصلکم برکۃ صحبتہم الی صحبۃ اللہ تعالےٰ ؁

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارک میں بنی اسرائیل میں ایک بت پرست تھا کہ چار سو برس بت پرستی کی تھی کبھی ناغہ نہ کیا بت کے قدموں میں سر کو ڈالے رکھتا، ایک دن اسے بخار آیا، دوڑا گیا، سر بت کے قدموں پر رکھ کر کہا: تو میرا خدا ہے' اور میرا پروردگار ہے، مجھ سے یہ تپ دور کر دے۔ دیر تک بت سے کہا۔ پتھر سے کیا جواب سنتا، ادھر بخار زیادہ ہوا تو اٹھ کر بت پر ایک لات ماری اور کہا تو پروردگار نہیں، مندر سے نکل کر چلا، راہ میں ایک مسجد سامنے آئی' اس میں گیا' اور ایک بار کہا: اے خدائے موسیٰ تو ہر طرف سے آواز سنی لبیک عبدی لبیک عبدی مروی ہے کہ ستر بار لبیک کی آواز بلا واسطہ سنی، بت پرست حیران رہا کہ چار سو برس بت کے قدموں سے نہ اٹھایا اور کبھی کوئی حاجت اس سے نہ مانگی، آج ایک حاجت چاہی تھی وہ حاصل نہ ہوئی ہر چند الحاح وزاری کرتا رہا۔ اور یہاں ایک بار موسیٰ کے خدا کو پکارا تو اس نے جواب میں ستر بار لبیک عبدی کہا۔ میں آج سے اس کا بندہ ہوں وہ عمر میری ضائع ہوئی۔ پھر عرض حاجت کی کہ اے سچے معبود، مجھ سے بخار دور کر، فی الفور تپ جاتا رہا، وہاں سے اٹھ کر حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے موسیٰ اگر کوئی چار سو برس تک دم بھر بت کے قدموں سے سر نہ اٹھائے پھر اسے ترک کرے اور بیزار ہو

تو آپ اس کے حق میں کیا فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت موسیٰ کے چہرۂ مبارک پر غصہ ظاہر ہوا۔ بت پرست یہ دیکھ کر بھاگا اور بار بار پیچھے پھر کر دیکھتا جاتا تھا باعتمادِ کرم الہٰی کے کہ شاید حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ کو واپس بلوائیں، جب دور چلا گیا فی الفور حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ جلد جا کر میرے بندہ سے ملو اور کہو کہ چار سو برس تو کیا اگر چار ہزار برس بت پرستی کرتا اور وقتِ حاجت اس سے نا امید وار ہو مجھ کو ایک بار پکارتا تو میں بمقتضائے کرم و رحم کے ستر بار تجھ کو بلا واسطہ جواب دیتا اور جو حاجت چاہتا پوری کرتا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پیچھے ننگے پاؤں دوڑے، اور بلایا کہ آ تیری توبہ اور ایمان قبول ہوا۔ حکم خداوندی یہ ہوا ہے کہ اگر چار سو برس کیا چار ہزار برس تک بت پوجتا اور سر اس کے قدموں میں ڈالے رکھتا پھر جب اس سے نا امید ہو کر ہماری بارگاہ عالی پر آتا اور ایک بار پکارتا تو ستر بار ہم بلا واسطہ جواب دیتے اور جو حاجت ہوتی پوری کرتے، فقط۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حکایت کو سن کر حاضرین زار زار روتے تھے اور شور پڑ گیا تھا، میں فرطِ گریہ سے بے حال تھا اور کچھ باتیں فرمائیں سمجھ میں نہ آئیں۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر اُدھر متوجہ ہوا تو فرمایا مالک ہمارا کریم و رحیم ہے، فرماتا ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ پس جب رحمت غالب ہوئی تو غضب دب گیا۔ پھر فرمایا، اس نے جان دی نعمتِ ایمان عطا کی ذوقِ ایمان بخشا "وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا" ایسے خدا کو کون بھولے، اور جس نے چار سو سال بت پوجا اس کو محروم نہ فرمایا تو اگر مسلمان کلمہ گو معاصی سے توبہ کرے تو وہ رحیم و کریم ضرور قبول فرمائے گا۔ پھر یہ آیت شریفہ پڑھی، ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ شرک نہیں بخشتا اور اس کے سوا سب گناہ بخشتا ہے ❊ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ❊

سینتیسویں مجلس ۳۷

سعادت پابوس حاصل ہوئی ۔ ایک درویش یمن سے آیا تھا، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کچھ دے کر عذر کیا، درویش اٹھا آپ نے اشارہ بیٹھنے کو فرمایا، اس نے بیٹھ کر کہا آج میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ کو پیراہن پہناتے ہیں اور کوئی کہتا ہے یہ جامہ شیخ محمود کا ہے، اس وقت مجھ کو وہ جامہ عنایت ہو جو خواب میں دیکھا تھا حضرت خواجہ نے اس کو اپنا پیراہن خود دستِ مبارک سے عنایت کیا اور وہ رخصت ہوا۔

پھر آپ نے یہ حکایت فرمائی کہ شیخ ملک یار پران کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو شیخ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی گھوڑی شیخ نظام کو دے اس نے بیدار ہو کر اس دن اس نصیحت کی تعمیل نہ کی، دوسری شب پھر یہی خواب دیکھا کہ پیر فرماتے ہیں یہ گھوڑی شیخ نظام الدین کے نذر کر۔ غرض تین رات متواتر یہی خواب دیکھا، تب وہ مادۂ اسپ شیخ کی خدمت میں حاضر کی اور کہا میں تین دن سے لگاتار یہ خواب دیکھتا ہوں، لہذا اسے آپ کی خدمتِ مبارک میں لایا ہوں اسے قبول فرمائیں اور ان دنوں جناب سلطان الاولیاء کا ابتدائے وقت تھا، فتوحات کم تھیں، گرمی میں غیاث پور سے کیلو کھری آدھا کوس ہے نماز جمعہ کو پیادہ تشریف لے جاتے اور صائم الدہر تھے، ایسے حال میں اتنی دور پیادہ جانا دشوار ہوتا تھا اکثر آپ کو خطرہ گزرتا کہ اگر کوئی سواری ہوتی، حمار یا خچر تو اس پر سوار جایا کرتے، جب ملک یار پران کا مرید یہ خواب دیکھ کر مادۂ اسپ آپ کی خدمت میں لایا تو خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا تم سے تمہارے پیر نے خواب میں کہا ہے کہ یہ گھوڑی فلاں کے پاس لے جا لہذا تو نے اس کی تعمیل کی اگر مجھ کو بھی میرے پیر و مرشد خواب میں لینے کو فرمائیں گے تو قبول کروں گا۔ اس دن وہ گھوڑی واپس کر دی۔ پھر چار روز بعد ملک یار پران کا مرید وہ گھوڑی لایا تو آپ نے لے لی چونکہ ہمارے شیخ نے خواب میں دیکھ لیا ہوگا لہذا قبول کیا۔

پھر جناب خواجہ نے فرمایا میرے دل میں بھی بطریق دل لگی آیا تھا کہ کہوں تو نے خواب میں دیکھا کہ جامہ پہنایا ہے مگر میں بھی دیکھ لوں تو دوں۔ مگر میں خاموش رہا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ پھر کہا یہ یمن سے آیا ہے اور وہ موضع متبرک ہے، بہت اولیاء کرام یمن میں ہوئے ہیں اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابو الغیث یمانی علیہ الرحمۃ یمن میں تھے، ایک بار سخت بیمار ہوئے اُن کے فرزندوں اور مریدوں نے جمع ہو کر عرض کی کہ مشائخ کا قاعدہ ہے جب جہان سے سفر کرتے ہیں تو کسی کو اپنا قائم مقام کر جاتے ہیں، کہ ان کا مصلیٰ خالی نہ رہے آپ بھی کسی کو اپنا جانشین فرما جاویں۔ شیخ نے کہا میرا جانشین فیروز ہے۔ وہ لوگ حضرت سے لوٹ آئے اور کہنے لگے یہ شیخ نے کیا کہا۔ ہمارے درمیان فیروز کسی کا نام نہیں۔ دیکھئے فیروز کون شخص ہے۔ غرض کہ شیخ نے اس عارضہ میں رحلت کی۔ مریدوں نے کہا وصیت شیخ تھی کہ فیروز سجادہ نشین ہو اور خلاف وصیت شیخ کے ہم کچھ نہیں کر سکتے، اور ہم میں سے کسی کا یہ نام نہیں تمام شہر یمن میں ڈھونڈا اس نام کا کوئی مرد صالح نہ ملا۔ پھر بڑی تلاش سے معلوم ہوا کہ اس نام کا ایک شخص خمار یعنی شراب بنانے والے کا شاگرد ہے کہ وہ ہمیشہ شراب خانہ میں رہا کرتا ہے، اس کے سوا شہر میں کوئی اس نام کا نہیں۔ بعضے فرزند و مرید بے ذوق ہوئے، بولے ہم اسے ہرگز اس واسطے قبول نہ کریں گے کہ سجادہ نشین شیخ بنے اور ایسے بزرگ کے مصلے پر شراب ساز کا شاگرد بیٹھے۔ بعضوں نے کہا ہم کو اس بات سے کیا کام ؟ جب شیخ نے اسے پسند کیا تو ہم کو اس کا چارہ نہیں۔ مگر پہلے چل کر اس کا معاملہ دیکھنا چاہیئے۔ اور چند مرید تحقیق حال کو شراب خانہ میں گئے۔ اور جو شخص فیروز کو پہچانتا تھا اسے آگے کیا۔ تو پہلے اس کے کہ یہ سب شراب خانہ میں جائیں فیروز اندر سے نکلا، مٹکا شراب کا سر پر رکھے ہوئے۔ اُس نے اوروں کو بتایا کہ فیروز شاگرد خمار یہی ہے' اتنے میں فیروز ان کے قریب پہنچا اور بے کچھ بات چیت کئے ان سے آہستہ سے کہا یارو' یہ آخری مٹکا ہے۔ تم سب چلو میں پیچھے سے آتا ہوں۔ یہ

سب لوٹ کر خانقاہ میں آئے اور کہنے لگے جس کے واسطے شیخ نے وصیت فرمائی تھی ہم اس سے مل آئے - ادھر فیروز نے وہ مٹکا شراب کا پہونچا کر غسل کیا - اور بدن اور کپڑے دھوکر خانقاہ میں آیا - اکثر مریدوں نے نکل کر اس کا استقبال کیا اور تعظیم بجا لائے اور بعضے بیٹھے رہے اور سوچا جو شخص ایک مدت خراب کام میں رہا ہے اور آج نہا دھو کر آیا ہے ایسے مقام کے کیا لائق ہوگا - فیروز بولا، شیخ نے مجھے وصیت کی ہے اور تم یقین نہیں لاتے، اگر دوبارہ شیخ میرے واسطے فرمائیں جب تو یقین کرو گے، سب لوگ حیران ہوئے بولے شیخ نے انتقال فرمایا جواب کون دیگا - فیروز نے کہا، مزارِ شیخ پر چلو اور پوچھو اگر شیخ مجھ کو کہیں تو مانو ورنہ خیر - سب نے کہا بہتر، ہم جب تو بیشک مان لیں گے - اس بات کا شہر میں شہرہ ہوا - جس نے جہاں سنا دوڑا ہوا آیا اور حاکم شہر بھی حاضر ہوا اتنا ہجوم ہوا کہ بازار میں قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی - فیروز ایک جم غفیر کے ساتھ تربت شیخ پہ گیا اور سرہانے کھڑا ہو کر بولا - "شیخ آپ نے میرے واسطے وصیّت کی ہے یہ لوگ مجھے قبول نہیں کرتے کیا حکم ہے آپ کی جگہ کون بیٹھے ؟" تین بار قبر سے آواز آئی کہ "فیروز، فیروز، فیروز" -

پھر بیان کیا کہ یہ فیروز ایک شخص عوام الناس سے تھا، جب مصلائے شیخ پر بیٹھا تو تسبیح پھرایا کرتا اس کی تسبیح میں ہزار دانہ تھے، سو بار ہر روز وہ تسبیح پڑھا کرتا، اور اسی قدر رات میں - پھر نمازِ اشراق و چاشت و تہجد بھی انہیں صوفیوں سے سیکھی، شب و روز مشغولِ تسبیح رہا کرتا اور خلوت اختیار کی - اس سے اس کا کام پورا ہوا -

پھر فرمایا : مجذوب متدارک بسلوک یہ لوگ ہیں کہ اول حال میں ان کو سلوک نہ تھا، جذبۂ الٰہی آیا بعد اس کے سالک ہوئے میں نے عرض کیا کہ سلوک کس چیز سے عبارت ہے، تصفیہ و تزکیہ سے یا ذکر و نماز و روزہ سے ؟ فرمایا، اے درویش ایک طریق یہ بھی ہے کہ بوسیلۂ ذکر کے مقامِ قرب کو پہنچیں، اما الطریقُ الی اللّٰہِ شتّیٰ وَ المقصودُ واحدٌ

پھر یہ آیت شریفہ فرمائی والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ہذا "سبلنا" لفظ جمع کا فرمایا لفظِ "سبیل" مفرد نہ فرمایا۔

"فرمایا" ایک بار جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ دلّنی علی اقرب الطرق الی اللہ تعالیٰ واسھلھا علی عباد اللہ وافضلھا عند اللہ تعالیٰ فقال علیہ السلام یاعلی علیک بماندت النبوۃ فقال علیہ السلام ذکر اللہ تعالیٰ قال علی ھٰذا فضیلۃ الذکر وکل الناس یذکرون اللہ، فقال علیہ السلام یاعلی رضؓ لاتقوم الساعۃ وعلی وجہ الارض من یقول اللہ اللہ قال علی رضؓ کیف اذکر فقال علیہ السلام غمض عینیک واسمعت حتی اذکر ثلث مرات وانت تسمع وھٰذا اَلْقَنَ رسول اللہ علیہ السلام الذکرَ لعلیٍ رضؓ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار یہ کلمہ طیبہ اپنی زبان مبارک سے ادا کیا تو میں نے چشم باطن سے دیکھا کہ آدھا گھر نور سے بھر گیا تھا۔

پھر فرمایا، یہ طریقہ مبتدیوں کا ہے، ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں نفی و اثبات ہے۔ اول میں نفی جملہ تعلقات وخواہشِ بشری ہے کہ لَآ اِلٰہَ یعنی اللہ کے سوا جو تیرا مقصود اور محبوب قلبی ہے، وہی معبود تیرا ہے۔ اول اسے دل سے محو کرا اور مٹا دے اس کے بعد اثبات وحدانیۃ پروردگار جل جلالہٗ، کرجو اِلَّا اللہُ کا مطلب ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کی مثال عالم ظاہر میں بتاتا ہوں، اگر کوئی کسی بزرگ یا امیر کو اپنے گھر میں مہمان کرتا ہے تو پہلے اپنے گھر کو جھاڑ کر کوڑا کرکٹ دور کرکے صاف ستھرا کریگا اور حسب حیثیت مکلف عمدہ فرش بچھائے گا، پھر اس مہمان عزیز گراں مایہ کو گھر میں لائے گا اور اگر گھر جھاڑ کر صاف ستھرا نہ کرے اور مع کوڑے کرکٹ بے فرش و روشنی کے بلائے تو ہرچند وہ بزرگ اس کی خاطر سے آجائے گا مگر لوٹ کر دل میں کہے گا یہ شخص بڑا نادان بے سمجھ ہے کہ بے جھاڑے بوارے اور بے فرش و روشنی

کے مجبہ کو اپنے گھر لایا - پھر فرمایا ان دونوں میں ہر شخص جانے گا کہ پہلے نے اچھا کیا - مہمان کو خوش کیا، اس کی تعظیم و تکریم کی، اور اس طرح مہمان کے دل میں اس کی عزت اور محبت بڑھ گئی - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٭

۳۸
اڑتیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی - ماہِ مبارک رمضان شریف میں بندہ کو افطار کے لئے بلایا تھا، بعد ادائے اوّابین دسترخوان بچھا، خدام نے چاہا کہ ہاتھ دھلائیں - ایک قلندر ابدال صفت کہ حاضر تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور مجلس سے جانا چاہا - جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود باآواز بلند پکارا کہ درویش کہاں جاتے ہو، بیٹھو - مگر اس نے نہ سنا، جلدی نکل گیا، خواجہ نے خادموں کو دوڑایا، جب تک یہ پہنچے، دروازہ تک چلا گیا تھا، خادموں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر معذرت کی اور واپس لائے - صف اول میں اگر اپنی پہلی جگہ نہ بیٹھا، میرے پاس آ کر سیدھے ہاتھ کی طرف کہا، یہاں بیٹھوں گا - دیوانوں کی طرح ایک زانو اٹھا کر بیٹھا - حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے یہ حکایت شروع کی، مگر آہستہ فرماتے تھے کہ ایک دن کوئی قلندر خانقاہِ شیخ الاسلام مولانا فرید الدین قدس سرہ العزیز میں آیا اور حضرت شیخ حجرہ کے اندر مشغول تھے، اور جب آپ حجرے میں ہوتے تو دروازے بند کروا دیتے - کسی کو قدرت کھولنے کی نہ ہوتی مگر وہ قلندر آ کر آپ کے سجّادے پر بیٹھ گیا - شیخ بدر الدین اسحاق نے کہا شیخ اندر مشغول ہیں وہاں کوئی جا نہیں سکتا - تم یہ کھانا کھاؤ - پھر شیخ کے پاس لے چلوں گا - قلندر نے کھانا کھایا پھر خلطہ سے بوٹی جو قلندر پیتے ہیں، نکال کر کچکول میں گھولنے لگا کہ اس کے قطرے شیخ کے سجّادہ پر گرے - بدر الدین اسحاق نے قریب آ کر کہا، قلندر یہ کام یہاں نہ کرو - قلندر غصہ ہوا اور کچکول اٹھا کر بدر الدین اسحاق کو مارنا چاہا، جناب شیخ حجرے سے دوڑتے ہوئے آئے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر

کہا" اے قلندر پو اسطے میرے رحم کر" اس نے کہا جب درویش ہاتھ اٹھاتے ہیں تو خالی بے وار کیسے نیچے نہیں لاتے۔ شیخ نے فرمایا اس دیوار پر مار اس نے پھکوں دیوار پر مارا دیوار گر پڑی۔

پھر فرمایا ہر عام میں ایک خاص ہوا کرتا ہے۔ اور مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ جب شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے رخصت ہو کر بغداد سے نکلے تو راہ میں ایک جگہ شام کو قیام کیا وہاں سرائے نہ تھی، میدان میں درختوں کے نیچے اترے اور برابر آپ کے جماعت قلندروں کی بھی آکر اتری۔ شب کو شیخ مشغول ہوئے، ایک قلندر کو دیکھا کہ اس کے سر سے آسمان تک نور تھا۔ شیخ اس قلندر کے پاس گئے اور کہا اے مردِ خدا تو ان میں کیا کرتا ہے؟ قلندر نے کہا' اے بہاء الدین زکریا جان لے کہ ہر عام میں ایک خاص ہوا کرتا ہے۔ کہ ان کو بہ برکت اس خاص کے بخشتے ہیں۔ پھر فرمایا جس نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے وہ ایک بڑا عالم تھا، اسے کتب خانہ رواں کہا کرتے تھے، شیخ جمال الدین ساوجی نام، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جس کو فتوے میں کوئی مشکل پیش آتی، اس کے پاس آتے، وہ جواب دیتے بے کتاب دیکھے ہوئے۔ اور اس وقت میں ایک اور بزرگ تھے نام ان کا یاد نہیں ہے، سو ان کے پاس ایک جماعت فقرا آہن پوشوں کی آئی اور یہ آہن پوش لباس و خرقہ کچھ نہیں رکھتے فقط آہن بدن پر جکڑے ہوتے ہیں اور کملی بغل میں لنگوٹ رانوں میں، باقی برہنہ کسی چیز کی پرواہ نہیں رکھتے۔ جب یہ فقرا، ان بزرگ کے پاس سے باہر آئے تو ان بزرگ نے کہا یہ کیا گوران کرتے ہیں۔ اس وقت ان کے پاس شیخ جمال الدین ساوجی بیٹھے ہوئے تھے بولے میں مرد جب ہوں کہ ان سے بڑھ کر سکہ نکالوں۔ خدا جانے کیا وقت تھا جب انہوں نے یہ کلمہ کہا تھا کہ وہاں سے باہر آتے ہی ان پر ایک حال وارد ہوا۔ سب چیزوں سے تجرید حاصل کی۔ حتیٰ کہ ریش بھی جان کر تراشی۔ ایک کملی لے کر ٹوٹی قبر میں رو بقبلہ جا بیٹھے اور حیرانوں

کی طرح ٹکٹکی طرف آسمان کے باندھی۔ لوگوں نے ان بزرگ سے کہا کہ مولانا جمال الدین ساوجی کا یہ حال ہوا ہے کہ ڈاڑھی منڈوا کر ایک قبر میں جا بیٹھا ہے۔ وہ بزرگ ہمراہ اپنی جماعت کے ان کے دیکھنے کو آئے، دیکھا قبر میں خاموش آسمان کی طرف منہ کرکے بیٹھے ہیں۔ کہا رانگ پگھلا کر ان کے منہ میں ڈالیں۔ سبحان اللہ وہ سرد پانی کی طرح اُن کے حلق میں اتر گیا اور کچھ ضرر نہ پہنچا۔ ان بزرگ نے یہ حال دیکھ کر کہا یہ صورت اسی کو سزاوار ہے۔ پھر وہاں کے علماء ان کے ملاقاتی یہ حال سن کر آئے۔ اتفاقاً اس وقت مولانا جمال الدین ساوجی قدرے ہوش میں آئے ہوئے تھے مولویوں نے کہا تم نے خلافِ شریعت کیا کہ ڈاڑھی منڈوائی۔ پوچھا تم لوگ ڈاڑھی چاہتے ہو اور منہ خرقہ میں چھپا کر جب کھولا تو جناب خواجہ نے اشارے سے فرمایا کہ شکم تک سفید گھنی ڈاڑھی تھی فقط

دولت خانہ، خواجہ سے لوگ رخصت ہوئے اور خواجہ اور وہی قلندر بیٹھے رہے تو افطار کو اس نے چند لقمے کھائے پھر ہاتھ روک لیا۔ جناب خواجہ نے اپنے روبرو سے کچھ کھانا آگے بھیجا وہ لے لیا، خادموں نے کہا اے قلندر یہ روٹیاں خوان پر رکھی ہیں، اٹھالے، مگر اس نے توجہ نہیں کی۔ میں نے ہر چند اس کو بنظر پہچانا مگر معلوم نہ ہوا کہ کون ہے کہ کبھی سابق قلندروں میں اسے نہ دیکھا تھا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ٭

انتالیسویں^۳۹ مجلس

سعادت پابوس حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا حدیث شریف ہے کہ من اصبح مِنّا فی منزلہٖ مُعَافًی بدنہٖ وفی بیتہٖ قوتُ یومہٖ کاَنما جُمِعتْ لہٗ الدنیا بحذافیرھا ٭

پھر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا ؎

صحتِ نفس و قوتِ یک روزہ ٭ بہتر از تاج و تختِ فیروزہ

پھر کہا لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا اس پر عمل نہیں کرتے لہذا خراب و پریشان ہیں - ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ، اگر دنیا مطلوب ہے تو پارسائی کو لازم پکڑے کہ وسعتِ رزق کو ساتھ تقوی کے متعلق کیا ہے ، وہاں سے ملیگا کہ گمان میں نہ ہو - فرمایا ایک شخص حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضؓ کی خدمت میں آیا - بولا اے خلیفہ مجھ کو کہیں کی حکومت دیجیئے - آپ نے پوچھا تونے قرآن پڑھا ہے کہا نہیں - فرمایا - اول قرآن پڑھ پھر آ ، تجھ کو کسی ملک کا حاکم کردوں گا - اس وقت یہی قاعدہ تھا کہ موافق حکیم قرآن کے کام کیا کرتے تھے جو کام جانتا ، وہ امیر ولایت ہوا کرتا ، جو نہ جانتا اس کو حکومت نہ ملتی - غرض اس جوان نے جا کر قرآن پڑھا اور پھر جناب خلیفہ کے پاس نہ آیا - ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جاتے تھے اتفاقاً وہی جوان آپ کو راہ میں ملا - آپ نے اس سے فرمایا - یافلان لم مالاقیتنی ؟ قال ، یا امیرالمؤمنین لست من تہجر ولکن وجدت ایۃ من القراٰن اَغنانِی عن عمر رض - قال عمر رض ما تلک الاٰیۃ ؟ فقرأ ، ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ، کہا جب سے یہ آیت پڑھی دروازہ اپنا بند کرلیا ہے اور پارسائی اختیار کی ہے نہ معلوم رزق وافر مجھ کو کہاں سے آجاتا ہے کہ حاجت مجھ کو تلاش کی نہیں ہے پھر حضرت خواجہ نے یہ حدیث شریف پڑھی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ، انی لاعلم ایۃ اولا عرف ایۃ لو اخذ الناس بہا لکفٰہم فقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکررًا " ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ہ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہٗ -

پھر یہ شعر پڑھا ؎

نظامی تا توانی پارسا باش ✤ کہ نورِ پارسائی شمع دلہا است

وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ✤

چالیسویں مجلس

سعادت پائے بوس میسر ہوئی - ایک عورت نے مرید ہونے کے لئے کسی شخص کی معرفت کہلا بھیجا تھا - جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور اسے روبرو رکھ کر کچھ پڑھا، پھر انگشتِ شہادت اپنی اس میں ڈبو کر اس شخص سے کہا یہ کوزہ لے جا، اور میرا اسلام اس عورت سے کہو اور کہنا اپنی انگشت اس پانی میں رکھے اور کہے کہ میں فلاں کی مرید ہوئی اور اس سے کہہ دینا کہ بعد اس کے نماز پڑھے اور روزۂ ایام بیض رکھے سوائے ایام عذر کے اور غلام و باندی کو نہ ستائے اور نہ مار پیٹ کرے اور اپنے بیگانے سب سے اخلاق برتے، پھر فرمایا ایک بیعت اسلام کی ہے اور ایک ارادت کی - بیعت اسلام میں عورتوں کے لئے بہ نسبت مردوں کے شرطیں زیادہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک میں خبر دی ہے یَاایھا النبی اذا جاءك المؤمنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین الخ اور بیعتِ ارادت میں مرد و عورتوں کی شرائط برابر ہیں - جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بیعت کرتے تو فرماتے، ایک پیالا پانی بھرا ہوا لاؤ اور اپنا دستِ مبارک اس پیالہ پر آب میں رکھتے اور شرائطِ مذکورہ آیۃ ان سے فرماتے اور وہ ان شرطوں کو قبول کرتیں اور بعضے کہتے ہیں کہ آپ بیعت کے وقت چادرِ یمنی اپنے دستِ مبارک پر ڈال لیتے پھر ان سے مصافحہ کرتے تاکہ ان کا ہاتھ دستِ مبارک سے بے پردہ نہ لگے یہ طریقہ بیعت کا تھا - اور بعضوں نے کہا ہے کہ امیر المؤمنین علی رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے مصافحہ کرتے۔

بعد اس کے یہ فوائد بیان فرمائے کہ نہایۃُ حالِ الولیِّ بدایۃُ حالِ النبیّ، ایک شخص نے حاضرین محفل سے اس کے معنی پوچھے - فرمایا بعضے فیض نبوت کے بعد متابعت کے ہیں اور ولی جو فیض پانے کے بعد کمال حاصل کرتا ہے تو وہ بسبب متابعت نبیؐ

کے ہوتا ہے ۔ پس متابعت کے سبب سے کامل ہوتا ہے اور کامل ہونے کے بعد دوسروں کی تکمیل کرتا ہے ۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام قبلِ نبوت کس کی متابعت کرتے ہیں فرمایا، درویشوں کو محجوب سُرادقاتِ جلال و کمال کے بہت ہیں ۔ کمالیتِ انبیاء کا اور طریق ہے کہ اولیاء اس کے ادراک سے عاجز ہیں، وہ کسب سے تعلق نہیں رکھتے، اور کمالیتِ اولیاء کا تعلق کسب سے ہے ۔ پھر بات مقدمۂ محبّت پر آئی ۔ حضرت خواجہؒ نے یہ حدیث شریف پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا لایؤمنُ احدُکم حتّٰی اکونَ احبَّ الیہِ من والدہٖ و ولدہٖ والناسِ اجمعین فقال عمرؓ الاٰن انت احبُّ اِلیَّ من کلِّ شیءٍ الا عن نفسی ۔ فقال علیہ السلام لا ۔ حتی اکونَ احبَّ الیكَ من نفسك ۔ فقال عمرؓ الاٰن انت احبُّ اِلیَّ مِن نفسی ۔ فقال علیہ السلام الاٰن الاٰن ۔ یعنی اب تیرا ایمان کامل ہوا ہے ۔ پھر فرمایا، علامتِ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعتِ شریعت ہے، جو متابعت کرتا ہے اسے محبت پیغمبر کی حاصل ہوتی ہے، ایمان کامل پاتا ہے مگر رُسُل کہ بعد اور کمالات کے کمال فیضِ رسالت کا پاتے ہیں اور ان میں بھی درجے مختلف ہیں تلك الرسلُ فضّلنا بعضھم علی بعض ۔ اس پر شاہد ہے میں نے عرض کیا کہ منھم من کلّم اللہ کیا بیانِ تفضیل ہے؟ فرمایا ہاں ۔ اور مراد اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ورفع بعضھم درجات سے مراد حضرت خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور محمّد رسول اللہ علیہم الصلوۃ والسلام ہیں ۔ یعنی بلند کیا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ خلّت کے اور موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ کلام کے اور حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ محبت کے ۔ وفضلنا بعضھم علی بعض فی الدرجۃ والمقام لا فی الرّسالۃ والنبوۃ اور فضیلت بعض انبیاء کی بعض دیگر پر از جہت درجہ اور مقام کے ہے مگر حقِّ رسالت اور نبوت میں سب برابر ہیں ۔ رہا اُن میں اختلاف سو وہ درجہ اور مقام کا ہے کہ اُسی طرف

اشارہ اس حدیث نبوی میں ہے لا تفضلونی علیٰ اخی یونسؑ یعنی فی النبوۃ والرسالۃ

اور بیان درجات میں آپ نے فرمایا انا سید ولدِ بنی آدم ولا فخر

اور یہ حدیث بطریق افتخار کے نہیں ہے بلکہ بطریق اخبار کے ہے، تاکہ امتی جان لیں کہ آپ فاضل ترین بنی آدم کے ہیں، اِس واسطے کہ ایمان لانا پیغمبر پر کما ہو بصفاتہ لوازم واجبات سے ہے بعد اس کے قاضی آدم نے یہ حدیث پڑھی، قال علیہ السلام من حفظ القرآن فکانما ادرجت النبوۃ بین جنبیہ سو یہ مشابہت کس طرح ہوگی؟؟ خواجہ نے فرمایا، مراد حفظِ قرآن سے عمل بالقرآن ہے کہ لفظ کانّما کا فرمایا۔ کافِ تشبیہ تقاضائے عموم نہیں کرتا۔ جیسا کہتے ہیں فلان کالقمر کسی طرح کی مشابہت چاہیئے۔ پھر فرمایا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے اس حدیث سے تمسک کرکے اکہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارق اُمواتنا کسارقِ احیائنا) کہا ہے، قطع ید کیا جائے، اوروں نے جو یہ کہا، کافِ تشبیہ عموم کا تقاضا نہیں کرتا اور اس کے دلائل ونظائر بیان کرکے کہا اس کے حق میں قطع نہ چاہیئے کہ مُردوں میں حفظ نہیں ہے۔ والحمد للہ ربّ العالمین ٭

۴۱
اکتالیسویں مجلس

سعادت پابوس میسر ہوئی۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے خدام سے شربت طلب فرمایا کہ ایام صیام ستۃ شوال کے تھے اور اکثر یار روزہ دار تھے، کمترین بے روزہ۔ ایک عالم بھی حاضرِ محفل تھے، شربت پی کر بولے، یہ روزے برابر نہیں رکھتے ہیں تا نصاریٰ سے مخالفت ہو کہ وہ برابر متواتر رکھتے ہیں۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر مشارق کی یہ حدیث پڑھی کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من صام رمضانَ ثم اتبعہٗ ستًّا من شوّال کان کصائم الدھر یعنی ثم اتبعہٗ فرمایا، بجائے ثمّ واؤ عاطفہ نہ کہا کہ ثمّ واسطے تراخی کے ہے پس مخالفت نصاریٰ کی بفاصلہ افطار یوم عید کے حاصل ہوگئی کہ وہ عید

کے دن بھی روزہ رکھتے ہیں۔ اور بعضے علمار متفرق بھی رکھتے ہیں۔

پھر چند قلندر آئے اور صوفیوں کو بیٹھا دیکھ کر واپس جانے لگے اور جناب خواجہ چاشت کے وضو، کو اٹھنا ہی چاہتے تھے، آپ نے قلندروں کو لوٹایا اور صوفیوں سے عذر کرکے محفل خالی کی اور اس کے مناسب یہ حکایت فرمائی کہ ایک بار چند عالم شہر کے میرے شیخ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ اقبال نے عرض کیا کہ علمائے شہر آئے ہوئے ہیں۔ شیخ اٹھے اور وضو فرماکر نماز چاشت ادا فرمائی۔ عالموں نے آپس میں کہا دیر ہوئی شیخ نے ہم کو نہ بلوایا۔ اتنے میں گروہ قلندروں کا آیا۔ اقبال نے دوبارہ عرض کیا کہ چند قلندر بھی آئے ہیں اور علمار دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ نے نماز سے فراغت حاصل کرکے کہا، علمار اور قلندروں کو اکٹھا بلالو۔ علمار بے ذوق ہوئے، کہنے لگے۔ جب قلندر آئے تو ہم کو ان کے طفیل میں بلوایا۔ جب روبرو گئے تو جناب شیخ نے قلندروں کو کچھ دلواکر رخصت کیا پھر عالموں سے کہا جب آپ لوگ آئے تھے اقبال نے جب ہی مجھ سے کہا تھا میں تجدید وضو، کو اٹھا تھا پھر وضو کرکے نماز چاشت پڑھی، تا جمعیت خاطر اور فراغت تمام سے ملاقات کروں اور قلندروں کو پہلے اس واسطے بلایا تھا، اُن کو جلدی رخصت کروں پھر کچھ دیر تم سے مشغول رہوں۔ مقصود اس بیان سے کشف جناب شیخ کا ہے کہ عالموں نے باہم کہا تھا کہ ہم کو بیٹھے ہوئے دیر ہوئی۔ شیخ نے کمال کشف سے اُسے بیان کیا اور عذر خواہی سے ان کو خوش کیا۔ پھر جناب شیخ قدس سرہ العزیز نے کہا ان قلندروں میں کوئی ایسا کامل بھی ہوتا ہے جس کو درگاہِ حق جلّ وعلاؔ میں خصوصیت ہوتی ہے۔ اس پر اسی قلندر کی حکایت کہی جو شیخ الاسلام حضرت فریدالدین کی خدمت میں آیا تھا اور مولانا برہان الدین پر کچکول اٹھایا تھا جس کا پہلے بیان گذرا۔

پھر یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار سفر میں مولانا بہاؤالدین زکریاؒ کسی مسجد میں شام کو اترے، اس میں ایک جماعت قلندروں کی بھی آکر مقیم ہوئی کہ اس منزل میں

اور کوئی سرائے وغیرہ مقام مسافروں کے اترنے کا نہ تھا۔ شب کو جب قلندر سو گئے تو آپ نے دیکھا کہ ان میں سے ایک کے سر پر نور آسمان تک بلند ہے۔ متعجب ہو کر تلاش حال کو گئے۔ دیکھا ایک قلندر مشغول بیٹھا ہے اور باقی سو رہے ہیں اور نزول نور اس پر ہے۔ اس سے کہا تم ان لوگوں میں کیسے شامل ہوئے۔ وہ بولا، اے زکریا میرا ہونا ان میں اس واسطے ہے کہ جان لو، اللہ تعالیٰ ہر عام میں ایک خاص کرتا ہے، کہ ان عوام کو اس خاص کے سبب بخشتا ہے۔ پھر یہ حدیث شریف فرمائی لولا الصالحون لهلك الطالحون کہا بعضے لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ ہم کو مقابر صلحاء یا فلانے بزرگ کے پائیں دفن کرنا۔ بہ نیت اس بات کے کہ ان کی برکت سے عذاب قبر سے نجات پائیں اور نزول رحمت ہو۔ فرمایا تصوف راہ صدق واخلاق حسنہ کا نام ہے اگر کوئی زیادہ عمل نہ رکھتا ہو فقط یہی پنج وقتہ نماز پڑھے اور یقین صادق رکھے تو یہ بہت بہتر اس سے ہے جو بلا صدق بہت عبادت کرتا ہے، اور اس کے مناسب یہ حکایت فرمائی۔

ایک عورت تھیں، بی بی فاطمہ نام، ہمیشہ دن کو روزہ دار ہوتیں۔ سوائے ایام ممنوعہ افطار نہ کرتیں۔ ان کی ایک لڑکی تھی وہ مزدوری کر کے شام کو دو نان جویں اور کوزۂ آب لا کر اپنی بی بی کے مصلے کے پاس رکھ دیتی اور پھر جا کر چرخہ کاتنے لگتی۔ ایک رات بی بی فاطمہ نے نماز مغرب پڑھ کر وہ نان و آب روبرو رکھ کر کھانا چاہا تھا کہ یہ خیال گذرا کہ اے فاطمہ اگر اس رات تو مر جائے تو افسوس ہے کہ دنیا سے پیٹ بھری جائے یہ سوچ کر وہ روٹی پانی فقیر کو اٹھا دیا اور مشغول عبادت ہوئیں۔ غرض اسی طرح چالیس دن رات کچھ نہ کھایا، نہ پیا۔ ہر شب یہی کہتیں کیا معلوم آج آخر شب حیات کی ہو، شاید یہی آخری سانس ہوں۔ اور چالیس رات برابر عبادت میں بیدار رہیں اکتالیسویں دن ایک شخص باہیبت و عظمت کو گھر کے صحن میں کھڑا دیکھا۔ پوچھا تو کون ہے؟ وہ بولا، میں ملک الموت ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ کہا تمہاری قبض روح کو،

بولیں، اتنی فرصت دیجئے کہ نیا وضو کرکے دو رکعت تحیۃ الوضوء اور دو رکعت اوراس کے بعد پڑھ لوں۔ ملک الموت نے اتنی فرصت دی، وہ اٹھیں اور وضو کرکے تحیۃ الوضوء اور دو رکعت پڑھیں اور سجدہ میں سر رکھا کہ اسی حال میں حضرت ملک الموت نے اُن کی جان قبض کی۔ بعدہٗ فرمایا۔ اَلصُّوفی ابنُ الوقتِ، ابن الوقت کے یہی معنی ہیں کہ اپنا وقت اور فرصت غنیمت سمجھ کر عبادت میں مشغول رہے، اور کسی طرف متوجہ نہ ہو نہ معلوم پھر وقت فرصت کا پاوے یا نہ پاوے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۴۲ بیالیسویں مجلس

سعادت پابوسی حاصل ہوئی۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے یہ حکایت فرمائی کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ولایتِ مغرب کے حاکم نے سرکشی کی اور خراج نہ بھیجا۔ حضرت خلیفہ نے اس پر لشکرکشی کی وہ پکڑا گیا۔ جب اس کو سلاسل واغلال میں مقید آپ کے روبرو لائے تو آپ نے فرمایا اگر تو بدستور خراج ادا کرتا تو میں فوج بھیج کر تجھ کو گرفتار نہ کرتا اور یہ خرابی نہ ہوتی اب اگر خدا تعالیٰ سے عہد کرے کہ ہر سال خراج دیتا رہوں گا تو پھر تجھ کو اس مُلک کی حکومت دیتا ہوں۔ اس نے کہا، میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اب اُس مُلک کی حکومت قبول نہ کروں گا جناب خلیفہ نے فرمایا، تو گھر بار، اہل وعیال، لونڈی غلام، خویش واقارب رکھتا ہے۔ عمدہ کھانے پہننے، سواری آرام کا عادی ہے بے مُلک گذر کیسے کرے گا۔ کہا، بعوض ملک کے مجھ کو کوئی ویران قصبہ اُس سے عنایت ہو، میں اسے آباد کرکے اپنی گذر اس سے کرلوں گا۔ آپ نے فرمایا، کوئی آباد علاقہ وہاں سے پسند کرلے۔ بولا نہیں۔ فرمایا کوئی گاؤں آباد لے۔ بولا نہیں، ایک ویران گاؤں دیجئے کہ آباد کرکے اس کے محاصل سے اپنے مصارف پورے کروں۔ آخر جناب خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے معتمد چند اصحاب بھیجے، کہ

حسب الطلب اُس کے کوئی گاؤں ویران دیکھ کر اس کے سپرد کر دیں۔ وہ لوگ اُس ملک کے تمام پرگنات میں دیہہ بدہ پھرے، ہر چند جستجو کی کوئی جگہ کم و بیش ویران نہ پائی، آپ نے اس سے کہا، وہاں کوئی جگہ دیہہ و زمین افتادہ غیر آباد نہیں نکلی، جو تجھ کو دوں۔ اپنی گذر کو اور جو کچھ تو چاہے لے اُس امیر نے کہا، میرا مقصود یہی ظاہر کرنا تھا آپ پر کہ اے امیر المؤمنین ظاہر ہو جاوے یہ بات سب پر کہ ایسا آباد ملک معمور خوش و خرم آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد یہ جو کچھ خراب و ویران ہوا تو عہدہ اس کے جواب کا قیامت کو آگے احکم الحاکمین کے آپ کے ذمہ ہے اور میں زیر دستوں کے جواب سے بری ہوں۔ پھر فرمایا جو سعی و کوشش بادشاہوں کی ہوتی ہے وہ سب رعیت پروری اور ملک آبادی میں ہے نہ اپنی تن پروری اور خواہش نفسانی میں۔

پھر یہ حکایت فرمائی۔ ملک فارس میں ایک بادشاہ ملک شاہ بن الپ ارسلاں نام، عدل دوست، نیک نہاد خدا ترس تھا، ایک دن شکار کو گیا، ذات ہوگئی قریب کسی گاؤں میں شب کو مقام کیا اس میں ایک بڑھیا تھی کہ وجہ معیشت اس کی تنہا ایک گائے پر تھی، اور وہ کھیت میں چرا کرتی۔ غلامانِ شاہی نے بزور اس گائے کو پکڑ کر کھانے کو ذبح کر لیا، جب اس پیرزن نے حال اپنی گائے کا سُنا، بیقرار ہو کر بولی مجھے پل پر لے چلو، وہاں شہر کے پاس نہر پر ایک پل تھا کہ آمد و رفت ملک شاہ وغیرہ لوگوں کی اس پر تھی اس پل کو "زندہ رود" کہتے تھے۔ غرض کسی نے اس بڑھیا کو پُل پر لے جا کر بٹھا دیا جب سواری بادشاہی اُس کے پاس پل پر آئی تو بڑھیا شور و فریاد کرنے لگی، بولی "اے پسر الپ ارسلاں آج اس پُل زندہ رود پر میری داد دے ورنہ کل قیامت کو جب خدا تعالیٰ قاضی ہوگا، تو میں تجھ سے پُل صراط پر اپنا انصاف چاہوں گی۔ بادشاہ یہ سن کر اس کے پاس آیا۔ اور گھوڑے سے اتر کر وہاں غاشیہ بچھوا کر اس پل پر بڑھیا کے پاس بیٹھ گیا۔ پوچھا، تجھ پر کیا ظلم ہوا ہے؟ بولی میری گائے کہ وجہ معیشت مجھ ناتواں کی تھی اور کھیت چرتی تھی۔

اِس رات تیرے غلاموں نے پکڑ کر ذبح کر لی اور کھا گئے۔ ملک شاہ نے تحقیق کی تو وہ بڑھیا سچی نکلی۔ غلاموں کو بعد پیشی مقدمہ حکم سزا دیا۔ پھر اسّی گائیں عمدہ منگوا کر اُس پیرزن کو دیں۔ کہا ایک گائے ان میں بموجب عدل عوض تیری گائے کے ہے اور باقی ۷۹ گائیں بطریق احسان کے تجھ کو دیتا ہوں ان سب کو لے جا۔ پھر اس بڑھیا سے دریافت کیا کہ تیرے گئے آدمی عزیز و اقارب ہیں اور ہر ایک کی ماہوار مقرر کر دی اور کہا مجھ سے راضی ہو اور جو شکایت رکھتی ہو اس پل پر کہہ لے کہ اس کا تدارک کر دوں ورنہ کل قیامت کو اس پُل پر مجھ سے جواب نہ بن پڑے گا نہ کچھ عوض و تدارک ہو سکے گا۔ پھر بعد ایک مدت کے ملک شاہ نے انتقال کیا۔ جب خبر اس کے انتقال کی پیرزن نے سنی تو سر برہنہ آگے پروردگار کے سجدے میں گر پڑی اور بگریہ وزاری بولی، خداوندا پسر الپ ارسلاں نے کہ بادشاہ مجازی دنیا کا تھا۔ تیرے لحاظ سے مجھ پر عدل بھی کیا اور فضل واحسان بھی۔ تو بادشاہ حقیقی رحیم و کریم ہے، اُس پر اپنا فضل واحسان فرما۔ غرض اس رات وہاں بہت معتمد لوگوں نے ملک شاہ کو خواب میں دیکھا کہ عمدہ لباس بہشتی پہنے ہوئے خوش و خرم جنت میں پھر رہا تھا اُس کے مصاحبوں نے پوچھا باوجود حکومت یہ مقام عالی کس عمل سے آپکو ملا۔ بادشاہ نے ان سے کہا میں نے یہ سب کچھ اس زال کی دعا سے پایا ہے کہ پل زندہ رود پر اس کے ساتھ عدل واحسان دونوں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز نے اس کے بدلے مجھ پر بالکل فضل و عنایت فرمائی۔

پھر جناب خواجہ یہ فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

عدل شاہاں بہ از فراخی سال ؎

میں اس وقت مستغرق تھا یہ مصرعہ نہ سُنا۔ آنکھ کھول کر عرض کی کیا مصرعہ ارشاد ہوا تھا تو آپ نے مکرّر فرمایا۔ ”عدل شاہاں بہ از فراخی سال“۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

تینتالیسویں مجلس

سعادت پابوس ہاتھ آئی۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان شروع کیا، کہ آدمی جو کام کرے اس کو اس کام کے واسطے کچھ سرمایہ ضرور ہے مثلاً بقال کو مایۂ بقالی مال و دوکان وغلّہ ہے اور بزّار کا مایۂ بزّاری مال وقماش و مزارع کو تخم وستور وغیرہ سامان زراعت اور ترازو اسی طرح طباخ و ہر پیشہ ور کہ ہر ایک کو مایۂ جداگانہ ضرور ہے اسی طرح جو علم پڑھتا ہے اس کو سرمایۂ علم چاہیئے، سو مایۂ علم کیا ہے؟ "کوشش اور ورع"؛ جیسے حدیث شریف میں ہے اطلبوا العلم بالورع۔ طالب علم کے لئے سب سے بڑا مایہ پرہیزگاری ہے کہ علم سب چیزوں سے شریف تر ہے "اس سے سمجھ بڑھتی ہے وصول الی اللہ اس سے ہوتا ہے۔ پس جب یہ سب چیزوں میں بہتر ہوا تو برائی کے ساتھ جمع نہ ہوگا۔ لہذا متعلّم متورع چاہیئے۔ اور فقیری کا سرمایہ مجاہدہ ہے وہ بھی صدق دل سے، نہ اس غرض سے کہ مخلوق اس کو عابد، زاہد صاحب مجاہدہ جانے۔ بلکہ یہ مجاہدہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ اور جب مجاہدہ باخلاص ہوگا تو مثمر فوائد ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے مقام مقصود تک پہنچائے گا۔ کہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا اور دوسری جگہ فرمایا ہے وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ۔

پھر فرمایا، حکمت اس کے دل میں اترتی ہے جو بھوکا اور شکم خالی رہے کہ کہا ہے الحکمۃ لا یجتمع مع الشبع دانشمند سیر ہو کر نہیں کھاتا اور قطع شہوت نہیں ہوتی مگر مجاہدہ سے، اور مجاہدہ عبارت ہے قلّۃِ طعام قلۃِ کلام قلۃِ صحبۃِ انام سے اور مجاہدہ بھی یکبارگی نہیں ہو سکتا بلکہ بتدریج میسر ہوتا ہے اور اس باب میں یہ حکایت فرمائی کہ شیخ ابوالقاسم جوزی قدس سرہ العزیز پہلے مزارع یعنی کاشتکار تھے

اور کھیتی باڑی سے گذران کرتے، ایک بار ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر موت آئی، اور میں اسی حال میں ہوا تو کیسے بنے گی اور یہ خیال ان پر غالب ہوا گویا کسی نے ان کے دل میں یہ قول پھونک دیا کہ ان جاءك الموت وانت على هذه الحالة فكيف حالك مع الله تعالے انہوں نے زراعت چھوڑ دی اور بیوی اور بچوں کو بھی، باپ حیران ہوئے پوچھا بابا احمد تجھے کیا ہوا؟ شیخ ابوالقاسم جوزی کا نام احمد تھا، انہوں نے کہا موت کا خوف میرے دل پر غالب ہو گیا ہے میں اس کے واسطے تیاری میں ہوں۔ میں سفر کرنا چاہتا ہوں، آپ سے رضامندی چاہتا ہوں کہ مجھ کو بخوشی جلنے دیں۔ باپ نے سمجھا یہ بطریق رسمارسمی کہتا ہے، کہا میں نے رخصت دی، جاؤ۔ جب اجازت باپ کی پائی دل خوش ہوا، تیاری سفر کرنے لگے جب باپ نے دیکھا کہ یہ رسمی طور پر نہیں بلکہ سچ کہتا تھا۔ بولے بابا احمد، میں تم کو آزماتا تھا۔ تم نے سچ جانا کہ میں نے اجازت دی ہے، میں ہرگز تمہارے جانے پر راضی نہیں اگر چلے گئے، تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور تم بھی خوب جانتے ہو کہ میں بن تمہارے جی نہیں سکتا کہ ان باپ بیٹے میں نہایت محبت تھی، اب کہو تم کیا چاہتے ہو اپنا سفر یا میری ہلاکت، یا یہاں رہتے ہو کہ تمہاری غرض دینی بھی حاصل ہو اور میں ہلاک نہ ہوں۔ انہوں نے کہا یہی بہتر ہے، مجھ کو اپنی غرض مطلوب ہے چہ خوش کہ آپ کی خدمت کے ساتھ حاصل ہو۔ باپ نے کہا اگر تم کو شوق طلب خدا کا ہے اور چاہتے ہو کہ قرب الٰہی حاصل کرو تو جاؤ فلاں محلہ میں ایک پیر ہیں، زاہد و متقی جب ان کی خدمت میں رہو گے تو امید ہے کہ وہ تم کو خدا تک پہونچا دیں گے، یہ اُن کے پاس گئے ان بزرگ نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ابن السبیل یعنی مسافر ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو۔ کہا مجھ کو شوق طلب خدا کا ہے اور مجھے لوگوں نے آپ کا پتہ دیا ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا۔ نیکو آمدی، مبارک باشد مرحبا، اب تمہیں میرے پاس رہنا ضرور ہے غرض ان بزرگ کی صحبت اختیار

کی - ان بزرگ نے تین دن تک عمدہ کھانا پکوا کر مہمان کے ساتھ کھایا - پھر کہا اے
ابوالقاسم میری عادت ہے کہ میں دن کو روزہ رکھتا ہوں، تمہاری ہمراہی کو کھالیا
کرتا تھا کہ شاید تم کو روزہ رکھنا گراں ہو - اب کھانا آئے تو تم کھانا میں روزہ رکھوں گا یہ
بولے میں آپ کے ساتھ روزہ رکھوں گا کہا خیر - شام کو دونوں افطار کرتے اور ساتھ
کھاتے - دو تین دن بعد ان بزرگ نے کہا اے ابوالقاسم میری عادت سحری کے وقت
افطار کی ہے یعنی آٹھ پہر میں، مگر تیری خاطر سے چار پہر دن کے بعد شام کو کھاتا
تھا اب تم شام کو کھایا کرو میں سحری کو کھاؤں گا - تم مبتدی ہو اس قدر صبر نہ کر سکو
گے یہ بولے میں بھی سحری کو افطار کروں گا، خیر - پھر دو تین دن بعد کہا اے ابوالقاسم
میری عادت دوسرے دن افطار کی ہے تمہارے سبب سے سحری کو کھاتا تھا کہ تم
مبتدی ہو شاید تم پر مشکل ہو یہ بولے میں بھی موافق آپ کے دوسرے دن افطار
کروں گا - کہا خیر - غرض اسی طرح بڑھاتے گئے - تین دن میں افطار کرتے پھر بتدریج
سات دن تک پہونچے، پھر دس دن تک - جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ شیخ
ابوالقاسم سوا روزہ رمضان اور پنج وقتہ نماز کے اور کچھ نہ جانتے تھے - پھر ایک دن
وہ شیخ ان کے حجرے سے نکلے اور نمازِ اشراق پڑھی ابوالقاسم نے پوچھا یہ کیا پڑھتے ہو
کہا اس کو نمازِ اشراق کہتے ہیں - بولے مجھ کو بھی تعلیم کرو - پھر ایک دن شیخ نے نمازِ چاشت
ان کے روبرو پڑھی - پوچھا یہ کیا ہے کہا اس کو نمازِ چاشت کہتے ہیں - غرض اسی طرح
فی الزوال، اوابین، تہجد سب نمازیں ان کو سکھلائیں اور یہ سب شبانہ روز یادِ خدا
میں مشغول رہنے لگے، اپنے زمانہ میں بڑے نامی بزرگ ہوئے تمام مخلوق ان کی طرف
رجوع ہوئی - خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طلب خدا کا شوق دل میں پیدا ہوا، سرمایہ حاصل
کیا، مجاہدہ اختیار فرمایا، قرب الٰہی کو پہنچے - انسان جب تک راہ نہ چلے، منزل
تک کیسے پہنچے گا - جب تک مجاہدہ نہ کرے خدائے تعالیٰ کو نہ پائے گا - فرمایا ہے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ "جَاھَدُوْا" شرط ہے "لَنَھْدِیَنَّھُمْ" اس کی جزا، پس جزا بے شرط کے کس طرح متحقق ہوگی؟
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

چوالیسویں مجلس

سعادت ملازمت حاصل ہوئی۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے مجھ سے پوچھا کیا شعر کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ فرمایا، امیر حسن اور امیر خسرو نے بہت چاہا کہ شیخ سعدی کی طرح کہیں مگر میسر نہ ہوا۔ حضرت سعدی نے جو کچھ کہا وہ ان کا حال تھا اور خاقانی، نظامی بڑے نیک آدمی تھے مگر سعدی کا کلام مقتضائے حال ہے۔ میں نے خواجہ سنائی کا ذکر کیا۔ فرمایا، سنائی رحمۃ اللہ علیہ تارکین سے تھے جہاں وجہانیوں سے منقطع ہو گئے تھے گورستان میں رہا کرتے۔ پھر فرمایا حکیم سنائی نے کتابیں غزنی میں لکھیں ہیں، روم کے ایک شہزادے نے ان کا یہ شعر سُنا:

شعر

اے کہ شنیدی صفت روم وچین ✦ خیز وبیا ملک سنائی بہ بیں،

شہزادے نے باپ کے وزیر کو بلوایا اور اس شعر کے معنی اس سے پوچھے، کہا سنائی کہاں کا بادشاہ ہے، جس کا ملک روم کے ملک سے زیادہ ہے۔ میں نے کبھی اس کا حال نہیں سنا۔ وزیر نے کہا اے شہزادہ سنائی کی مراد اس سے ملکِ دنیا نہیں۔ ان کا مقصد مُلکِ فقر سے ہے۔ پوچھا فقیری کیا چیز ہے؟ کہا مُلکِ فقر دنیادار نہیں دیکھ سکتے۔ جو اہل فقر ہو وہ اس ملک کا حال بیان کرے۔ شہزادے نے کہا مجھ کو سنائی کے پاس جانا ضرور ہوا کہ ان سے مل کر حال دریافت کروں، باپ سے جاکر کہا، مجھ کو غزنی جانے کی اجازت دیں تاکہ ملکِ سنائی دیکھوں۔ اوّل باپ نے باتوں

میں ٹالا، جب دیکھا کہ حیران و پریشان ہے۔ مبادا اس خیال سے دیوانہ ہوجائے تو فرمایا جا، اور ہزار غلام ترکی اور رومی خدمت کو روانہ کر دیئے۔ جب یہ غزنی میں آیا پوچھا خواجہ سنائی کا مکان کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا، اس کا کوئی گھر بار نہیں کسی ویران مسجد یا گورستان میں ہوگا۔ شہزادے نے وہاں کا ایک آدمی ہمراہ لے کر تمام ویران مسجدوں اور گورستانوں میں دیکھا آخر اس شخص نے دور سے دیکھ کر شہزادے کو اشارے سے بتایا کہ فلانی قبر شکستہ میں بیٹھے ہوئے ہیں قبلہ رو، گریبان خرقہ میں سر ڈالے مشغول ہیں۔ شہزادے نے غلاموں کو دور کھڑا کر دیا، گھوڑے سے اترا اور لباس شاہی اوڑھ کر بارانی اوڑھی اور روبرو گیا۔ خواجہ سنائی نے آہٹ سے جانا کوئی آتا ہے، سر اٹھایا۔ شہزادے نے سلام کو رخسارہ زمین پر رکھا پھر اٹھ کر پاس گیا اور قدم مبارک پر خواجہ سنائی کے بوسہ دیا، باآدب کھڑا رہا۔ خواجہ سنائی نے پوچھا۔ اے جوان تو کون ہے، اور کہاں سے آیا ہے؟ کہا، روم سے آپ کا مشتاق ہو کر آیا ہوں، پوچھا کس واسطے۔ کہا آپ کے ایک شعر نے مجھ کو سرگرداں و حیران بنایا ہے۔ پوچھا وہ کیا شعر ہے شہزادے نے یہ پڑھا۔

شعر

اے کہ شنیدی صفتِ روم و چین * خیز و بیا ملکِ سنائی بہ بین،

اس کو سن کر وزیر سے معنی دریافت کیے کہ کیا ملک سنائی کا میرے باپ کے ملک سے جو والیٔ روم ہے، بڑا ہے۔ وزیر نے کہا اس سے مراد ملکِ دنیا نہیں، ملکِ فقر مراد ہے۔ میں نے پوچھا ملک فقر کیا ہے۔ اس نے کہا، دنیا دار ملکِ فقر کو نہیں بتا سکتے جو کوئی فقیر ہو بتلائے۔ میں نے دل سے کہا، خود اس شعر کہنے والے کے پاس چلنا چاہیئے کہ اس کے معنی اُسی سے خوب معلوم ہوں گے۔ لہذا آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا ہوں کہ جس ملک کا دعوی کیا ہے وہ دکھائیں۔ خواجہ سنائی نے فرمایا، ہمارا ملک دیکھو گے۔ بولا ہاں۔ تین بار پوچھا۔ پھر کہا اگر میرا ملک دیکھ لو گے تو باپ کے ملک

سے ہاتھ اٹھالوگے۔ پھر کہا' آؤ دیکھو۔ اور دامن اپنے خرقہ کا اٹھایا۔ اللہ تعالی نے اس میں شہزادے کو وہ چیزیں دکھائیں کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو خواجہ سنائی نے اس سے پوچھا۔ میرا ملک دیکھا! بولا خوب دیکھا آپ نے اپنی سلطنت سے شعر میں بہت کم بیان کیا ہے، روم و چین کے ملک کی کیا حقیقت؛ مملکت تمام عالم کی کچھ نہیں۔ پھر خواجہ سنائی نے کہا اب تو مجھ سے مل لیا' اپنے باپ کے پاس جا' بولا میں کہیں نہ جاؤں گا۔ آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ اپنے ملک سے کچھ عنایت فرمائیں خواجہ سنائی نے کہا' میرے ملک میں اس لباس سے نہیں جا سکتے۔ شہزادہ اٹھا' غلاموں کو مع لشکر رخصت کیا، نقد و مال لِلّٰلہ دیا اور ایک کملی خرید کر بیچ سے پھاڑی اور دونوں کنارے سی کر کفنی کی طرح گلے میں ڈالی اور خواجہ سنائی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس صورت میں دیکھ فرمایا خوب آیا' مرد ہوکر آیا۔ پھر اپنے ملک سے بہت کچھ اس کو دیا اس وقت میں نے عرض کیا کہ تقدیر نے خواجہ سنائی سے یہ شعر اسی کے واسطے کہلوایا تھا۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالی بالخیر نے فرمایا' ہاں اِسی کے واسطے کہلوایا تھا۔

پھر خواجہ سنائی کے بیانِ مناقب میں یہ دوسری حکایت فرمائی کہ غزنی میں ایک قاضی بزرگ زادہ تھا۔ باپ دادا اس کے اسی عہدہ پر رہے تھے۔ ان کو شرف الدین قاضی القضاۃ کہتے تھے مگر اس نے میراثاً عہدۂ قضا پایا تھا۔ علم سے بے بہرہ معمولی آدمی تھا۔ لوگوں نے بتصریح وکنایہ بارہا بادشاہ سے عرض کیا کہ دار الاسلام میں یہ قاضی ناخواندہ ہے۔ حکمنامہ شرعی غلط کرتا ہے لیکن چونکہ وہ بزرگ زادہ' اور بادشاہ کا داماد تھا۔ بادشاہ اس کے تعرض سے شرماتا اور فکر میں تھا کہ کسی عذر سے اس کو معزول کرے۔ ایک بار غرۂ ماہ شب پنجشنبہ کو واقع ہوا سب لوگ بارگاہ شاہی میں مبارکباد کو آئے، ان میں قاضی بھی آئے۔ بادشاہ نے قاضی سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ سے

بطریق وعظ کچھ نصیحتیں سنوں، کل جمعرات ہے آپ خیال رکھنا جمعہ کے دن وعظ کہنا۔ اور بادشاہ نے اس بہانہ سے چاہا کہ اس کو معزول کرے۔ قاضی جب مجلس سے لوٹا، متحیر و متعجب باول خراب و سینہ کباب گھر آیا۔ دل میں سوچتا تھا کل جمعہ ہے میں ناخواندہ ہوں، وعظ کیسے کہوں گا۔ اور کس حیلہ سے ترک وعظ کروں گا۔ مگر اس نے کسی کتاب میں ایک قصّہ دیکھا تھا، اٹھا اور سوار ہوا۔ غلام کو ہمراہ لے کر غزنی سے باہر چلا۔ جلد دو تین کوس پر شہر سے ایک نہر جاری مقام پُر فزا تھا، وہاں گھوڑے سے اترا اور غلام کو گھوڑا دے کر کہا دُور چلا جا۔ غلام دور جا کر کھڑا ہوا قاضی نے کپڑے اتار کر غسل کیا اور بعد طہارت باہر زمین پر ایک قبر کا نقش بنایا۔ اور اس قبر کے بائیں طرف کھڑے ہو کر بادب ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا کی، یا رسول اللہ میں عاجز متفکر ہوں، مجھے وعظ کہنے کو تاکید کی ہے اور میں اُمّیِ محض ہوں۔ پھر سر بائیں طرف میں رکھ کر زار زار رویا اور کہا یا رسول اللہ دستگیری فرمایئے اور کہہ کر اٹھا۔ اور سوار ہو کر گھر آگیا۔ شب میں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ لعاب اپنے دہنِ مبارک کا انگشتِ شہادت سے قاضی کے منہ میں لگا دیا۔ قاضی جب بیدار ہوئے تو ان کے دل میں اس قدر علوم جوش زن تھے جو بیان نہیں ہو سکتے" قاضی خوش ہوئے۔ اور دن نکلا، علماء و مشائخ منتظر تھے کہ قاضی کو حکم وعظ ہے، بے لکھے پڑھے کیا بیان کرے گا۔ ضرور ہے کہ آج معزول کیا جائے۔ ادھر قاضی سب سے پہلے مسجد میں پہونچے، محفل آراستہ ہوئی منبر رکھا گیا، بادشاہ آیا قاضی منبر پر جا کر بیٹھا۔ مخلوق حیران تھی کہ کیا کہے گا، ناخواندہ ہے۔ غرض قاضی نے بیان شروع کیا اور وہ تقریر کی کہ جملہ علماء و بلغاء و مشائخ اس کے قوتِ بیان اور فصاحتِ لسان سے حیران ہوئے۔ اور بادشاہ رومال آنکھوں پر رکھ کر زار زار روتا تھا اور جو اہلِ علم اس کی معزولی کے منتظر تھے، بے اختیار رو رہے تھے۔ غرض وہ وعظ کہا کہ کسی نے ویسا نہ سُنا تھا

خواجہ سنائی بھی شامل اُس محفل میں تھے، کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

شعر

اے کرد نبیؐ در دہنت آب دہن ❊ او ختم نبوّت است و تو ختم سخن

پھر جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا کہ خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب ولایت تھے اور فرمایا، خواجہ سنائی اور شیخ عثمان خیر آبادی ان دونوں کو نعمت ایک ساتھ ملی ہے اُس مجذوب سے جس کی حکایت سابق گذری ؛

والحمد للہ رب العلمین

۴۵ پینتالیسویں مجلس

دولت قدم بوس حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے چھوٹے بھائی کا حال دریافت کیا چونکہ وہ ملازم شاہی تھا۔ نوکری پر چلا گیا تھا۔ میں نے عرض کیا وہ باہر نوکری پر گیا ہوا ہے۔ فرمایا، بعض لشکری جب لوٹ کر آتے ہیں تو نیک حالت میں آتے ہیں اور اس پر یہ حکایت فرمائی کہ ایک میرے آشنا شمس الدین نام بزازی کرتے تھے، بعنایت الٰہی دنیا سے ان کا دل سست ہوا، املاک و اسباب فروخت کر کے مہر عورت ادا کیا، کہا میں امورِ دنیا سے کنارہ کشی کرنا چاہتا ہوں اگر تو اور خاوند کرنا چاہے تو کہہ طلاق دوں۔ ورنہ یہ گھر مال فرزند تیرے ملک ہیں، آرام سے رہ۔ اس نے کہا مجھ کو کچھ نہیں چاہیے تمہارے شریک حال رہوں گی، جو تقدیر میں ہو اس میں شریک رہوں گی۔ فرزندوں نے بھی یہی کہا تب کچھ مال مہر سے اس کو زیادہ دیا اور کہا اپنے عزیزوں کو دے کر تیری گذر اوقات کے لئے اس مال سے تجارت کریں۔ پھر خدمت فیض درجات جناب شیخ العالمین نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز میں آکر بیعت کی اور محلوق ہوئے۔ بعد حصول اس سعادت کے خدمت عالی سے لوٹ رہے تھے. کہ

مجھ سے راہ میں ملاقات ہوئی - میں موضع پٹیالہ سے دہلی کو آتا تھا - اور وہ دہلی سے کہیں اور جاتے تھے - دور سے میں نے نہ پہچانا، جب قریب آکر سلام کیا تو میں نے پہچانا معانقہ کیا، زرد و ضعیف ہوگئے تھے اور کپڑے موٹے پھٹے میلے پہنے ہوئے تھے، ایک بڑا لوٹا ہاتھ میں اور ایک درویش رفاقت میں تھا۔ پہلے ان کا لباس پر تکلف ہوتا تھا جب سوار ہوتے چند غلام ساتھ دوڑا کرتے یا یہ حال دیکھا میں نے پوچھا خواجہ شمس الدین یہ کیا حال ہے۔ کہا پروردگار نے مجھ پر عنایت کی، دنیا سے میرا دل پھیر دیا۔ میں نے کہا یہ لوٹا مٹی کا اچھا نہیں میری چھاگل چمڑے کی لے لو کہا نہیں، اس پر ہر شخص نظر ڈالے گا، حفاظت کرنی ہوگی - مٹی کے کوزہ کی کوئی خواہش نہیں کرتا میں اکثر مساجد اور ویرانوں میں اترا کرتا ہوں - جہاں ٹھہرا یہ چوب دستی سر تلے رکھی، اور لوٹا پاس پہلو کے بے فکر رہتا ہوں میں نے حیران ہو کر کہا کیا خوب عنایت الٰہی یکایک تمہارے شامل حال ہوئی - فقط

پھر یہ حکایت فرمائی کہ اجودھن میں دو بھائی منشی تھے، ایک کو ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ اس نے ملازمت ترک کر دی، زن و فرزند بھائی کے سپرد کر دیئے اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین کی خدمت میں مرید ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہوا - وہ بھائی اس کے عیال و اطفال کی خبر گیری اپنے متعلقوں سے زیادہ اور بہتر کیا کرتا۔ اتفاقاً وہ بھائی سخت بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے چادر اوڑھا دی - اور تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے - دوسرا بھائی درویش جناب شیخ الاسلام کی خدمت میں زار زار روتا آیا - آپ نے پوچھا کیا حال ہے؛ عرض کیا میرا ایک بھائی تھا اس کی مدد سے میں بفراغ خاطر آپ کی خدمت میں مشغول یاد الٰہی میں رہا کرتا تھا - اور وہ میرے اہل و عیال کی خبر گیری مجھ سے زیادہ کیا کرتا - اب اگر وہ فوت ہوگیا تو بال بچے مجھے تحصیل معاش کے لئے تنگ کریں گے اور ان کے قوت کی فکر میں پریشان خاطر ہو کر ذوقِ طاعت و عبادت

نہ رہے گا ۔ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے اس کو اپنے قریب بلوایا اور فرمایا مراقب ہوکر دیکھ لے کہ تیرا بھائی اچھا ہوگیا ہے ۔ لوگوں نے اس کو چارپائی پر بٹھایا ہے، کھانا کھا رہا ہے ۔ اس نے جو آنکھیں بند کیں، سب کچھ ٹھیک دیکھ کر دل کو تسلی ہوگئی ۔ جب حضرت کی خدمت سے لوٹ کر گھر میں آیا بھائی کو تندرست پایا، غرض اسے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اے شخص جیسا تو اس وقت دردمند آیا ہے ۔ میں ہمیشہ صحبت حق سے ایسا ہی رہتا ہوں ۔ راز دل کسی پر ظاہر نہیں کرتا ۔

اس ذکر کے بعد ہمارے خواجہ ذکرہ اللہ تعالی بالخیر کو ایک حال پیدا ہوا ۔ اور شیخ الاسلام مولانا فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی ذات، وفور علم اور کشف وکرامات میں بطریق تعجب فرمایا کہ "عجب کشف تھا" اور باادب دو زانو بیٹھ کر یہ حکایت دوسری بیان کی کہ اجودھن کے قریب ایک قصبہ بھولا ہے ۔ وہاں ایک ترک خونریز حاکم تھا ۔ اور اس کا ایک باز تھا ۔ نہایت پسند اور محبوب، اپنے میر شکار کو بتاکید کہا کرتا تھا کہ اس کو سوا میری موجودگی کے کبھی میری غیبت میں مت اُڑانا ۔ اگر یہ اڑ گیا تو پھر سزا یابی میں اس کی بُرائی تجھ پر ہے، نہ مجھ پر ۔ اتفاقاً ایک روز وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اس باز کو پھرانے باہر شہر کے لے گیا تھا، ایک جانور اڑتا دیکھا، سب نے اصرار کیا کہ اس پر اپنا باز چھوڑ ۔ اس نے کہا بادشاہ نے منع کر رکھا ہے ۔ میں کیسے اُڑاؤں ۔ مبادا اگر چلا گیا تو قطع نظر شرمندگی کے بادشاہ مجھ کو مار ڈالے گا ۔ یاروں نے کہا، تو بے فکر ہو کر اُڑا، اور اس پرند کا ہم کو شکار دکھا ۔ ہم سب آدمی گھوڑے پر سوار ہیں، اس کے ساتھ رہیں گے ۔ کہاں جائے گا ۔ غرض ان کے اصرار سے اُس نے اس جانور پر باز اپنا چھوڑا، وہ بلند ہو کر سب کی نظروں سے غائب ہوگیا ۔ وہ سب یار اس کے منفرق ہوگئے ۔ وہ میر شکار بھی کچھ دور ایک طرف گیا پھر دل میں کہا یہ ترک بدمزاج خونریز ہے اور میں نے اس کی وصیت کے خلاف کیا ہے ۔ اب کس منہ سے اس کے

روبرو جاؤں۔ اور خوف سے گریہ اس پر غالب ہوا، ہائے ہائے زار زار روتا اور طمانچے
اپنے سر اور منہ پر مارتا تھا۔ پھر سوچا کہ علاج اس کا اور کچھ اس کے سوا نہیں کہ گھوڑا
بیچ کر قلندر ہو جاؤں اور پوشیدہ کسی اور مُلک میں چلا جاؤں۔ پھر سوچا کہ اگر میں
نے اپنا منہ کالا کر کے جان بچالی تو میرے عیال و اطفال کو وہ ظالم پکڑ لے گا اور خدا جانے
کیا کچھ تکلیفیں دیگا غرض اس بدحواسی میں اجودھن کی طرف چلا اور حضرت شیخ الاسلام
کی خدمت فیض درجات میں آکر بگریہ وزاری قدموں پر گر پڑا آپ نے فرمایا خیر ہے،
حال بیان کر۔ اس نے سب قصّہ کہا اور بولا۔ اب کس منہ سے اس ظالم کے روبرو
جاؤں۔ اور اگر پوشیدہ کہیں اور نکل جاؤں تو دیکھئے میرے اہل و عیال کو پکڑ کر ان سے
کس سختی سے پیش آئے۔ آپ نے پہلے اس کے واسطے کھانا منگوایا اور کہا، کھا عرض
کی جناب آج دوسرا دن ہے باز گم ہوئے۔ میں وہی کھانا گھر کا کھائے ہوئے ہوں،
کھانا پینا کس کو بھاتا ہے۔ آپ نے باصرار کھانے کو کہا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک
نوالہ لیا اور بولا۔ حلق سے نہیں اترتا۔ شیخ نے فرمایا کھانا کھالے، خداوند کریم تیری
خاطر جمعی پر قادر ہے۔ اس نے آپ کی خاطر سے روٹی توڑ کر پیالہ میں ڈبوئی اور منہ میں
رکھ کر کہا حسب الارشاد میں نے نوالہ لیا مگر حلق سے نہیں اترتا مجھے یہ حیرانی ہے کہ
امیر نے جب سنا ہوگا کہ باز اُڑا کر خود بھی بھاگ گیا تو میری اولاد پر کیا ظلم ہوگا حضرت
شیخ نے فرمایا اٹھ دیکھ لے تیرا باز وہ شہر پناہ کے کنگورے پر بیٹھا ہے جا کر پکڑ لا۔
میر شکار نے جب باز کو دیکھا قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے مگر شیخ کی خاطر اس
طرف دوڑا۔ اور چوب پر جو پر بندھے تھے کہ شکاریوں کے ہاں اسے بُلاونی کہتے ہیں کمر
سے نکال کر باز کو دکھائی۔ باز فی الفور آکر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گیا اور حضرت کی خدمت
میں پکڑ کر لایا اور عرض کیا میری سواری کا یہ گھوڑا جناب کی نذر ہے قبول فرمادیں اور میں
ہمیشہ بندۂ ناخریدہ ہوں شیخ نے فرمایا تو کس پر سوار جاوے گا۔ بولا میرا دل خوش ہو گیا ہے

ہرن کے سے پاؤں میرے ہو گئے ہیں۔ دوڑتا کودتا چلا جاؤں گا۔ جب آیا تو مردہ تھا اب آپکی عنایت سے نئی زندگی پائی ہے شیخ نے فرمایا، میں نے یہ گھوڑا قبول کیا پھر تجھے دیتا ہوں گھر تک سوار جا وہاں فروخت کر کے آدھی قیمت مجھ کو بھیجنا آدھی تجھے بخشی، میر شکار روانہ ہوا، جب گھر پہنچا۔ شہر میں مشہور ہوا تھا کہ میر شکار نے بازشاہی گنوادیا ہے اور خود بھاگ گیا۔ اور حاکم نے بھی سن لیا تھا مگر اب تک اس کے متعلقوں سے کچھ نہ کہا تھا۔ اس کے جاتے ہی پھر شہر میں شور ہوا کہ میر شکار مع باز کے آگیا حاکم نے اسی وقت اس کو بلوایا۔ جب روبرو گیا تو کہا، باز اڑ گیا تھا تو خیر جانور تھا مگر تو کیوں بھاگا۔ بولا اے آقا یہ باز آپ کو محبوب تھا اور مجھ کو اڑانے کی ممانعت فرمائی تھی۔ جب خلافِ حکم مجھ سے عمل میں آیا اور باز بھی گم ہوا تو کس منہ سے روبرو آتا، اور کیا جواب دیتا۔ اب جو باز مل گیا تو حاضر خدمت ہوا۔ پوچھا باز کہاں ہے؟ کہا گھر میں بٹھا آیا ہوں۔ کہا جا کر جلد لے آ۔ یہ گھر آکر باز کو لے گیا۔ امیر نے لے کر اپنے ہاتھ پر بٹھایا، تروتازہ پایا۔ خوش ہو کر پوچھا، کیسے پایا۔ اس نے سرے سے سرگذشت اپنی بیان کی کہ چند یاروں کے ساتھ پھرانے لے گیا تھا، انہوں نے ایک پرند دیکھ کر اڑانے کو کہا میں نہ مانتا تھا مگر سب کے اصرار سے باز چھوڑا۔ یہ نظروں سے گم ہو گیا۔ سب لوگ ڈھونڈ کر اپنے گھر لوٹ گئے۔ میں خراب و خستہ سوچتا تھا کہ جو مالک کے قول کے خلاف کرتا ہے آخر نقصان اٹھاتا ہے۔ میرے بھلے دن تھے کہ میرا منہ اجودھن کی طرف ہو گیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا فرید الدین کی خدمت میں جا کر رونے لگا۔ آپ نے حال پوچھ کر کھانا منگوایا وہ کس سے کھایا جاتا تھا ہر چند کوشش کی حلق سے نہ اترا۔ تب شیخ نے فرمایا اطمینان سے کھا خدائے تعالیٰ تیری جمع خاطر پر قادر ہے۔ میں نے پھر لقمہ منہ میں رکھا، گلے سے نہ اترا تو براہ کمالِ مرحمت فرمایا کیوں گھبراتا ہے، آ دیکھ لے تیرا باز وہ کنگورۂ شہر پناہ پر بیٹھا ہے

جاکر پکڑ لا۔ میں دوڑا اور بُلاؤنی دکھلائی۔ باز ہاتھ پر آبیٹھا، پکڑ لیا۔ حاکم نے کہا شیخ الاسلام مولانا فرید الدین ایسے بڑے بزرگ صاحب تصرف ہیں۔ پھر کچھ روپیہ میر شکار کو دیا کہ شیخ کو میری طرف سے نذر کر آ۔ اور پہلے وہ حضرت کا معتقد نہ تھا میر شکار نے کہا بہتر مجھ کو خود ان کی خدمت میں جانا تھا کہ جب باز مِلا اور یہ کرامت غریبہ میں نے بچشم خود دیکھی تو اپنا گھوڑا نذر کیا۔ آپ نے قبول فرما کر کہا گھر تک اس پر سوار جا، وہاں فروخت کر کے نصف قیمت مجھ کو بھیجنا۔ نصف اپنے لڑکوں کو میری طرف سے دینا اب مجھے یہ گھوڑا فروخت کر کے آدھی قیمت لے جانی ہے اور جو کچھ سرکار نے دیا ہے یہ بھی لے جاؤں گا۔ وہ حاکم معتقد ہوا اور بہت تعظیم کی اور مرید ہوا۔

جب یہ قصہ تمام ہوا تو فرمایا درویشی کا یہ طریقہ ہے، بے مجاہدہ کچھ نہیں ملتا فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اول مجاہدہ ہے پھر مشاہدہ اور یہ آیت پڑھی وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اہل مجاہدہ کو آخرت میں ترقی درجات ہوگی۔ پھر فرمایا، سالہا مریدوں نے شیخ الاسلام مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زنبیل لے کر گدائی کی ہے۔ چنانچہ میرے شیخ جناب نظام الحق والشرع والدین نے بارہا فرمایا کہ ہم جراَت ویلہ یا کل کریر شیخ کی خانقاہ میں پیٹ بھر کر کھاتے تھے، اس دن ہماری خوشی کے مارے عید ہوا کرتی تھی اور جس روز ویلہ وکل کریر نہ ہوتے تو فقرا، گدائی کیا کرتے۔ پھر فرمایا، مردانِ راہِ خدا نے یہ خونِ جگر کھایا ہے تب کسی مقام کو پہنچے ہیں *

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

۴۶
چھیالیسویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے قاضی

محی الدین کاشانی کے بارے میں فرمایا میں نے بزدوی انہیں سے پڑھی ہے بڑے محقق تھے اس مجلس میں ایک مرید جناب سلطان المشائخ کا حاضر تھا۔ اس نے یہ قصہ ان کا بیان کیا کہ ایک بار قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار ہوئے کہ یاروں نے ان کی صحت دشوار جانی ۔حضرت سلطان الاولیاء سن کر ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ وہ دیکھ کر اٹھے اور اپنے آپ کو سنبھال کر شیخ کی تعظیم کی اسی وقت سے مرض میں تخفیف ہو گئی جب حضرت شیخ لوٹ گئے تو کہا شیخ بظاہر میری عیادت کو آئے تھے مگر دیکھو کس طرح درپردہ سلب مرض کر گئے۔

اسی محفل میں ایک درویش ظفر آباد سے آیا ہوا تھا، اس سے دریافت کیا کہ وہاں کوئی درویش ہے۔ وہ بولا پہلے تو نہ تھا اب ایک شخص آ گیا ہے اور شیخ بن کر لوگوں کو مرید کرتا ہے ۔ میں نے اس سے پوچھا کیسے مرید کرتے ہو، کس کے خلیفہ کون خانوادہ ہے ؛ بولا، شیخ علیم الدین نبیرۂ حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک کاغذ لکھ دیا ہے اور اجازت مرید کرنے کی دی ہے ۔ یہ کہہ کر خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر سے پوچھا کہ جناب یہ حجت صحیح ہے اس تحریر دینے سے وہ مرید شیخ علیم الدین کا درحقیقت ہو گیا یا نہیں ؛ حضرت خواجہ نے فرمایا اگر کوئی شیخ کسی اور کے مرید کو دیکھے کہ سلوک طے کر چکا اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا ہے تو درست ہوگا ہے کہ اپنی طرف سے بھی اجازت نامہ عنایت کرے کہ وہ سوائے اپنے طریقۂ سابقہ کے اس طریقۂ مجازمیں بھی مرید کیا کرے ۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ جیسے شیخ جلال الدین تبریزی کو حضرت ابو سعید تبریزی نے اجازت دی تھی۔ جناب خواجہ نے فرمایا یہ شیخ جلال الدین تبریزی تو خود مرید شیخ ابو سعید تبریزی کے ہیں۔ مرتاض کامل الحال ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی، ان کی مریدی سے سابق کمال حاصل ہو چکا تھا۔ فی الحال خلافت اور اجازت پائی ۔ انہیں سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے میرا پیر سترہ مرید

تارکِ دُنیا رکھتا تھا کہ لباس اُن کا فقط پائجامہ کرتا اور ٹوپی ہوتا۔ سفر میں اگر دریا سامنے آجاتا اور کشتی نہ ہوتی تو دریا پر پاؤں رکھتے اور پار ہو جاتے اور یہ سب ہمیشہ اطراف عالم میں سفر کیا کرتے تھے اور واسطے نماز و ذکر کے اقامت کرتے ✦

پھر حال ترکِ دُنیا شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کیا کہ بڑے تارک الدنیا تھے، ہمیشہ فقر و مجاہدہ میں زندگی بسر کی کبھی دُنیاداروں سے کوئی چیز قبول نہ کرتے، ایک بار شاہِ تبریز نے کچھ بطریق نذر آپ کے پاس بھیجا نہ لیا۔ جب وہ معتمدِ شاہی چلا گیا تو خادمانِ خانقاہ سے کہا کہ یہ جس راہ سے آیا اور گیا ہے اتنی زمین ایک بالشت گہری کھود کر مٹی اس کی باہر پھینک دیں۔ اور وہ نذر لانے والا جب باہر گیا تو شیخ کے خادم سے راہ میں ملا، خادم سے کہا تم اس میں سے کچھ قبول کر لو کہ برکت کا باعث ہو۔ اُس نے اس نظر سے کہ حضرت شیخ پر کئی فاقے ہوئے ہیں اور اب وقتِ افطار قریب ہے کچھ خرید کر روبرو شیخ کے لے جاؤں۔ قدرِ قلیل اس نذر سے لے کر طعام و افطار تیار کر کے مغرب کو روبرو لے گیا۔ آپ نے جو چند لقمے کھائے تو اس رات عبادت میں ذوق نہ پایا۔ خادم سے صبح کو پوچھا یہ طعام کہاں سے لایا تھا خادم نے اول چھپانا چاہا مگر سوچ کر صاف کہہ دیا کہ معتمد شاہی مجھ کو کچھ قدر قلیل دے گیا تھا۔ میں نے مناسب جانا کہ اس سے وجہ افطار مہیّا کر کے روبرو لے جاؤں کہ آپ پر چند فاقے برابر گذرے ہیں یہ اس نذر سے تھا۔ شیخ نے یہ سُن کر اُسے خادمی سے معزول کیا۔ فرمایا تو لیاقتِ خدمت نہیں رکھتا ہے ✦

پھر جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا' یارو' اس راہ میں مجاہدہ شرط ہے کہ بے مجاہدہ مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ آیات شریفہ پڑھیں، وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ جو مجاہدہ کرے گا اس کا نفع اس کے

نفس کے واسطے ہو گا، آخرت میں ترقی درجات ہوگی - میں نے سوال کیا کہ "جَاهَدُوْا فِيْنَا"
اور "جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ" کے کیا معنی ہیں اور ان میں کیا فرق ہے فرمایا کہتا ہوں - پھر وہ تقریر
دقیق بیان کی کہ چند عالم جو حاضر محفل تھے، کچھ نہ سمجھے فرمایا اب واضح اور آسان تر کہتا
ہوں - اس بیان کو سب نے سمجھا - مجھ سے فرمایا تو کیا پوچھتا ہے ؛ میں نے وہی عرض کی
فرمایا "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا ای لِاَجْلِنَا وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ ای لِاَجْلِ اللّٰهِ ہے
کلمہ فِيْ میں وہ شدت اتصال ہے جو کلمہ لام میں نہیں فِيْ ظرف ہے اور ظرف میں مظروف
ہے اور اس سند پر یہ آیہ شریفہ پڑھی - اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ اور جگہوں میں لام کے ساتھ ارشاد فرمایا،
اور رقاب ساتھ فِيْ کے ذکر کیا کہ رقاب میں وہ شدتِ حاجت ہے جو اوروں میں
نہیں - اوروں میں سدّ بابِ جوع ہے اور رقاب میں ترک رقبہ، اور رقیت حکم موت
کا رکھتی ہے جو کوئی بردہ آزاد کرتا ہے وہ درحقیقت مردے کو زندہ کرتا ہے - پس اس میں
شدت بہ نسبت اوروں کے زیادہ ہے سو یہ سب تقریر موافق علم نحو و بیان کے ہے اور حضراتِ
مشائخ قدس سرہم العزیز اس باب میں ایک اور نکتہ مفیدہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجاہدہ
کرے گا تو وہ یا بامید حور و قصور و بہشت کے کرے گا یا خاص واسطے ذات پاک
حق تعالیٰ کے، سو پہلا مجاہدہ للّٰہ ہے اور یہ دوسرا مجاہدہ فی اللّٰہ ہے - اور جو مجاہدہ
کہ فی اللّٰہ ہو، چاہیئے وہ پہلے سے سخت اور کامل تر ہو کہ حق مجاہدہ بجا لائے کہ فرمایا ہے
وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ - پھر کہا لوگ قدر مطلوب نہیں سمجھتے لہذا مجاہدہ سخت و
دشوار اختیار نہیں کرتے اگر قدر مطلوب جانیں تو ان پر مجاہدۂ دشوار تر آسان تر معلوم ہو
پھر فرمایا، اوقات کو غنیمت جانو، اکثر راتوں کو بیدار رہنا چاہیئے کہ نزول
انوار کا راتوں میں ہوا کرتا ہے - میں نے پوچھا کہ اول شب بیداری بہتر ہے یا آخر شب ؟
فرمایا، حدیث شریف میں وارد ہے سأل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن جبرئیل من افضل

الاوقات فقال لاادری لکن اذا مضی نصف اللیل ترتعد الملائکۃ ویھتز العرش ۔ فرمایا بعد گذرنے نصفِ شب کے انوار کا نزول ہوتا ہے عالم لاہوت سے ارواح پر ۔ اور ارواح سے قلوب پر اور قلوب سے جوارح پر اور جوارح سے عالم میں منبسط ہوتے ہیں پھر ایک آہِ سرد بھر کر فرمایا ، جب انوار آتے ہیں تو جاگنے والوں پر ان کا نزول ہوتا ہے اور سونے والے محروم رہتے ہیں کسی نے پوچھا اس کی کیا علامت ہے کہ نزول انوار معلوم کرے فرمایا ، علامت اس کی یہ ہے کہ اس وقت خوشی و تسکین دل میں پیدا ہوتی ہے اور طیب وقت ہوتا ہے یعنی ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے میں نے پوچھا اگر وہ وقت پائے تو کیا تمام دن ذوق و شوق میں رہتے ہیں ۔ فرمایا ہاں ۔ اور یہ آیت شریف پڑھی اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّیْلِ ، " آناء " سے مراد ثلثِ شب اور نصفِ شب ، اور وقتِ سحر اور طلوعِ فجر ہے ؛؛

ایک عزیز نے عرض کیا میں نے ایک خواب دیکھا ہے ۔ جناب خواجہ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور بغور سُن کر جواب فرمایا ، اور مناسب اس کے ارشاد کیا کہ جناب خواجہ حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ ، یہ دونوں ایک ہی زمانہ میں تھے اور ایک شہر میں ۔ اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابن سیرین کے معتقد نہ تھے ایک بار حسن بصریؒ نے خواب میں دیکھا کہ میں برہنہ مادر زاد ایک بلند گھوڑے پر کھڑا ہوں ۔ صبح اپنے ایک مرید سے کہہ کر ابن سیرینؒ کے پاس دریافتِ تعبیر کو بھیجا ۔ اس نے جا کر اپنی نسبت کہا میں نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ میں برہنہ مادر زاد ایک گھوڑے پر کھڑا ہوں ۔ ابن سیرینؒ نے اس کا منہ بغور دیکھا اور کہا یہ تیرا خواب نہیں ہے ۔ یہ خواب حسن بصری کا ہے وہ اونچا گھوڑا دُنیا ہے اور اُن کا برہنہ کھڑا ہونا " ان کا تجرّد اور دنیا سے بے تعلقی ہے کہ اس کی طرف ان کا دل ذرا بھی مائل نہیں ۔ وہ شاگرد حضرت حسن بصری کے پاس لوٹ آیا اور سب کیفیت مع تعبیر بیان کی ۔ اس کے بعد حضرت

حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ سے خوش اور معتقد ہو گئے، دو سبب سے - ایک یہ کہ غائبانہ مجھ سے ایسا عقیدۂ نیک رکھتے ہیں کہ حکماً کہا یہ خواب اس کا ہے - دوسری تعبیرِ عمدہ سے کہ خاکدان دنیا کو کہا، اور میری برہنگی، اس سے بے تعلقی اور بیزاری بتائی ❖

پھر اسی بابِ تعبیر میں ان کی ایک اور حکایت فرمائی کہ ایک شخص نے ابن سیرینؒ سے آکر کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے - اور میں اس سے لوگوں کے منہہ اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہریں لگاتا ہوں - پوچھا تو کسی مسجد کا مؤذن تو نہیں ہے - اس نے کہا ہاں فلانی مسجد کا موذن ہوں - ابن سیرینؒ نے کہا تو صبح کی اذان وقت سے پہلے دیتا ہے ایسی جلدی مت کیا کر کہ رمضان شریف میں جب اذان صبح سے پہلے ہوتی ہے تو لوگ آغاز صبح صادق سمجھ کر عورتوں کی صحبت اور کھانے پینے سے باز رہتے ہیں - گویا یہ تیرا مہر کرنا ہے فروج وافواہ پر ❖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ❖

۴۷ سینتالیسویں مجلس

دولت ملاقات حاصل ہوئی - حضرت خواجہ نے فرمایا، عبادت ظاہری کا سبب ہونا واسطے غذا کے، بلکہ ہونا اسی عبادت کا بجائے غذا، کس طرح پر ہے پھر خود اس کی توجیہ میں فرمایا کہ اگر سالک کو عبادت میں ذوق وشوق حاصل ہے تو وہی ذوق وشوق بجائے غذا ہوتا ہے اور اگر اس کو عبادت میں ذوق وشوق حاصل نہیں تو وہی عبادت باعث اشتہا ہو جائے گی اس واسطے کہ اعضاء حرکت میں آئیں گے اور ان کی حرکت سے اشتہا پیدا ہوتی ہے، اس پر یہ حدیث شریف پڑھی کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابیت عند ربی یُطعمنی ویسقینی

فرمایا، مراد "یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ" سے یہ ہے کہ آپ کو ذکرِ حق سے غذا حاصل ہوا کرتی تھی، پھر کہا بعض کے لئے طعام کھانا عبادت ہے کہ بھوک ہو اور خواہش کھانے پینے کی دل میں آئے تو اب یہ جو کچھ یہ کھائے گا تین حال سے خالی نہیں اگر اس نیت سے کھائے کہ بھوک مٹ جائے اور طاعت کے لئے قوت بڑھے تو یہ کھانا عین عبادت ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ اَنَا اٰکُلُ وَاَنَا اُصَلِّیْ یعنی میں کھانا کھاتا ہوں حالانکہ وہی نماز پڑھنا میرا ہوتا ہے تو جو کھانا بغرض تقویتِ عبادت کے ہو وہ عین عبادت ہے اور اگر اس نیت سے کھائے کہ زور پیدا ہو تو یہ کھانا مباح ہے اور اگر اس نیت سے کھائے کہ شہوت بڑھے تو یہ کھانا حرام ہے ◆

پھر فرمایا، ذکر بھی باعثِ اشتہا ہے اور بجائے غذا کے بھی ہو جاتا ہے مگر جو مراقبہ حضوری اور مشاہدہ کا ہو اور اعضاء متحرک نہ ہوں وہ سببِ اشتہا نہیں اور یہ حکایت بیان کی کہ خواجہ عقال مغربی رحمۃ اللہ علیہ چار برس کعبہ شریف میں مراقب رہے اور کبھی اس چار سال میں کچھ نہ کھایا نہ کچھ پیا۔ فرمایا، جب دل کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے تو کھانا پینا یاد نہیں آتا، اور قصہ اس دوکان دار کا جو سابق مذکور ہو چکا، یاد دلایا اور تعجب فرمایا کہ اس کو یاد نہ رہتا تھا کہ کھالیا ہے یا نہیں۔ یعنی سیری و گرسنگی خرید و فروخت کی شغلِ حساب میں معلوم نہ ہوتی تھی۔ پھر فرمایا، آخرت دنیا کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اسی طرح حکمت و دانائی ساتھ امیری و حکومت کے نہیں جمع ہوتی جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ فرماتے لو کانت الدنیا والاخرۃ اجتمعتا لاحد غیری لاجتمعت لی لان لی قوۃ وبینۃ پھر کسی اور بزرگ کا قول بیان کیا کہ شائد عوارف میں وہ کہا کرتے اردت العبادۃ والتجارۃ فما اجتمعتا فترکت التجارۃ واقبلت علی العبادۃ ◆

پھر یہ حکایت بیان کی کہ ایک بزرگ تھے، بزرگان دین سے، ان کو "علماء بادیہ نشین"

کہتے تھے۔ جنگل میں ایک عبادت خانہ بنایا تھا، گرداگرد اس کے دور تک کہیں آبادی نہ تھی، ان کے پاس وہاں ایک دن تین درویش آئے۔ آتے وقت دل میں یہ خیال کیا کہ ہم ایک بزرگ کے پاس جاتے ہیں، لوگ اس کو صاحبِ کرامت و فراست کہتے ہیں۔ ہر ایک نے کوئی بات دل میں سوچ لی اگر وہ صاحب کرامت اور مطلع خطرات پر ہوا تو اُن خطرات کو ظاہر کر دے گا۔ ایک نے کہا میں عارضۂ شکم رکھتا ہوں، اگر اس کو کرامت ہے تو بے کہے میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر فاتحہ پڑھے گا، میں اچھا ہو جاؤں گا۔ دوسرے نے کہا، کتاب نو دو نہ نام کی تالیفِ منصور حلاج سے، ان کے پاس ہے اگر ان میں کرامت ہے تو وہ کتاب مجھ کو دیں گے۔ تیسرے نے کہا میں جانتا ہوں وہ صحرا میں رہتے ہیں اگر ان میں کرامت ہے تو حلوائے صابونی گرما گرم مجھ کو کھلائیں گے۔ غرض یہ تینوں باتیں سوچ کر ان بزرگ کے پاس آئے اوّل انہوں نے اس بیمار کو پاس بلایا اور ہاتھ اس کے شکم پر رکھ کر فاتحہ پڑھی، کہا جا اچھا ہو گیا۔ وہ فی الفور تندرست ہو گیا۔ پھر دوسرے کو بلا کر کہا یہ کتاب نو دو نہ نام، منصور کی، رکھی ہوئی ہے لے جا اور جلد نقل کر کے لا دینا۔ تیسرے کو پاس بلا کر کہا بابا تو لباس شرم و بایزید پہن کر حظِ نفس طلب کرتا ہے۔ جا یہ لباس اتار کر آ تا کہ تجھے غذائے حظ نفس دوں۔ فقط

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۴۸
اڑتالیسویں مجلس

سعادت مجلس روزی ہوئی، یار بہت تھے۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک کی پرسشِ احوال کی۔ پھر ایک سے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو! اس نے عرض کیا میں زراعت کرتا ہوں۔ فرمایا لقمۂ زراعت اچھا لقمہ ہے اور بہت سے کاشتکار صاحب

حال گذرے ہیں، اس پر یہ حکایت بیان فرمائی۔

حکایت: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں ایک کاشت کار صاحب حال تھا، مخلوق میں اس کی بہت کرامتیں مشہور تھیں، جب دعا کرتا پانی برستا، جب موقوفی کی دعا کرتا برسنا موقوف ہو جاتا۔ سب میں اس کا شہرہ تھا۔ امام حجۃ الاسلام نے اس کا حال سن کر کہا، اس کو یہاں بلانا مناسب نہیں، خود جا کر اس سے ملنا چاہیئے کہ برکت حاصل ہو، غرض یہ ملنے کو اس کے پاس گئے۔ لوگوں نے اس بزرگ سے ان کی تعریف کی کہ یہ بڑے بزرگ عالم دین ہیں، ان کا لقب حجۃ الاسلام ہے۔ وہ کاشتکار عامی مسلمان دیہاتی تھا۔ حجۃ الاسلام کیا سمجھے اور اس وقت ٹوکری غلہ کی بغل میں لئے ہوئے زمین میں تخم ریزی کر رہا تھا، اسی طرح بیج ڈالتا ہوا امام حجۃ الاسلام کے پاس آیا کہ باتیں اُن سے کرے۔ اس وقت ایک اور شخص نے کہا، تم ان سے باتیں کرو، غلہ کی ٹوکری مجھے دو اتنی دیر تخم زمین میں میں ڈالوں گا۔ اُس بزرگ نے اسے ٹوکری نہ دی اور اس کی تخم ریزی پسند نہ کی، حجۃ الاسلام نے اس کا حال دریافت کرنا چاہا اور سوچا کہ اولیاء اللہ کوئی حرکت بدون مرضئ حق کے نہیں کرتے، اور کوئی بات ان کی بے نیت نیک کے نہیں ہوتی دریافت کروں کہ انہوں نے ٹوکریٔ غلّہ اس کو کیوں نہ دی اور اس کا بیج ڈالنا اس غرض سے تھا کہ آپ کچھ بفراغ خاطر مجھ سے ملیں باتیں کریں کہ برکت حاصل ہو۔ اور وہ آپ کا کام کرے کہ ہرج زراعت نہ ہو۔ اس بزرگ نے کہا میں تخم زمین میں دلِ شاکر اور زبانِ ذاکر سے ڈالتا ہوں اور امیدوار رہتا ہوں کہ جو کھائے اس کو نور و قوت عبادت حاصل ہو اور یادِ خدا میں صرف ہو اگر یہ غلّہ اور کو دیدوں تو کیا معلوم وہ دلِ شاکر اور زبانِ ذاکر سے بوئے یا نہ بوئے۔ ڈرتا ہوں کہ بے برکتی واقع نہ ہو۔ پھر فرمایا معاملات میں خلوص نیت کا ہونا ضروری ہے اور صحتِ نیت یہ ہے

کہ کوئی حرکت اور کوئی کلام بے نیت نیک کے نہ کرے اگر کوئی نماز پڑھے اِس نیت سے کہ لوگ مجھے دیکھیں اور نمازی کہیں تو بعض علماء کا قول ہے اس کی نماز روا نہیں اور بعض کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے کہ عبادتِ خدا میں اور کو شریک کیا کہ وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا وارد ہے - پھر فرمایا مخلوق کے روبرو سر زمین پر رکھنا بطور سجدہ روا نہیں، مگر لب سے زمین چومنا آیا ہے - اور تعظیم قبر کی بھی روا نہیں مگر طواف کرنا تربت کسی بزرگ کی بزرگانِ دین سے آیا ہے ۔

پھر فرمایا طاعت میں فرمان برداری ہے اور معصیت سے باز رہنے میں رنج وتعب، اس کا ثواب بمراتب زیادہ پہلے سے ہے کہ ممکن ہے طاعت میں ذوق وراحت حاصل ہو اور گناہ سے باز رہنے میں رنج وتعب نفس کا ہوتا ہے اور مروی ہے کہ انما اجرك علی قدر تعبك اور فضیلت میں معصیت سے باز رہنے کی ایک اور حدیث بھی آئی ہے کہ مَنْ صَبَرَ عَلَى الْمُصِيبَةِ فَلَهٗ ثلثمائة درجة بين الدرجتين من السماءِ الى الارضِ ومَنْ صَبَرَ عَلَى الطاعةِ فلهٗ ستّ مائة درجة بين الدرجتين من السماء الى الارض ومَنْ صَبَرَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ فلهٗ تسع مائة درجة بين الدرجتين من العرشِ الى الثّرٰى محاورہ عرب ہے کہ صَبَرَ عَلَيْهِ سے مراد روکنا نفس کا ہوتا ہے اُس کام پر، اور صَبَرَ عَنْهُ سے مراد پھیرنا نفس کا ہے اُس سے ۔

پھر بروایت وہب ایک عبارتِ عربی پڑھی کہ معنی اس کے یہ تھے کہ جو گناہ کرتا ہے بگمان اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ نہ کرے گا تو پروردگار اسے فی الفور پکڑتا ہے اور سزا دیتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے پھر ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ کہیں اس نافرمانی پر مؤاخذہ نہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ عفو فرماتا ہے پھر فرمایا الایمانُ بین الخوف والرجاء صفت قلب کی ہے اعضاء کی نہیں - سالک کو ضروری ہے کہ محافظ جوارح کا رہے اس واسطے کہ ارادہ اوّل دل میں پیدا ہوتا ہے بعد اُس کے

اعضاء حرکت کرتے ہیں، جب اس نے اعضاء کو روکا تو ارادۂ دل فقط بمنزلۂ خطرہ کے رہ گیا اور خطرات پر مواخذہ نہیں ؛

پھر فرمایا جو اپنے آپ کو معصیت سے روکتا ہے اس کو طاعت میں ذوق و لذت حاصل ہوتی ہے اور بیانِ ذوقِ طاعت میں یہ حکایت نقل کی کہ صوفی بدھنی کو عبادات کا شوق نہایت تھا۔ مسجد میں پیش محراب ہمیشہ نماز پڑھا کرتے، اس کے سوا ان کو اور کچھ کام نہ تھا۔ آمد و رفت خلق کی ان کے پاس بہت ہوتی ایک دن چند عالم ملاقات کو آئے، ان سے پوچھا بہشت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ انہوں نے کہا وہ دار الجزا ہے، وہاں کھانے پینے عیش و آرام کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ جو عبادت ہے وہ دنیا ہی میں ہے۔ صوفی بدھنی نے جب یہ سنا کہ بہشت میں نماز نہ ہوگی تو کہا مجھ کو بہشت سے کیا کام ہے، جب وہاں نماز نہیں۔ پھر ان کے مناقب بیان کرنے شروع کیے اور پہلے یہ حکایت فرمائی کہ اُن کے شہر میں ایک شخص تھا، وہ ان کی ملاقات نہ کرتا۔ ایک دن وہ کسی پہاڑ پر جاتا تھا کہ کہیتل میں پہاڑ بہت ہیں وہاں پہاڑ پر ایک شخص رجال الغیب سے ملا، اِس نے اُس سے پوچھا کہ صوفی بدھنی کیسے درویش ہیں؟ اس مردِ غیب نے کہا، وہ بڑا بزرگ ہے مگر افسوس!۔ وہ "مگر افسوس" کہہ کر چپ ہوگیا۔ پھر استغفر اللہ کہہ کر غائب ہوگیا۔ وہ شخص صوفی بدھنی کے پاس آیا انہوں نے پہلے ہی کہنا شروع کیا کہ اُس دن جو مردِ غیب نے بیان میں "مگر افسوس" کہا تھا اگر فی الفور استغفار نہ کرتا تو میں اس کو پہاڑ پر سے ایسا گراتا کہ گردن اس کی ٹوٹ جاتی ؛

پھر یہ دوسری حکایت فرمائی کہ جس وقت وہ مشغول ہوا کرتے تو ان پر ایک ایسا حال طاری ہوتا کہ سر و دست و پا جدا جدا ہو جاتے تھے، اگر اُس وقت کوئی ان کی ملاقات کو آتا اور یہ حال دیکھتا تھا تو خوف کھا کر باہر نکل آتا۔ اور

شور وغوغا کرتا کہ صوفی بڈھنی کو کوئی مار گیا۔ اور پارہ پارہ کرگیا۔ پھر جو لوگ ان کے حال سے مطلع تھے، وہ سن کر کہتے چپ رہو فریاد مت کرو کسی نے قتل نہیں کیا ان کا یہی حال ہے پھر تھوڑی دیر بعد جب وہ شخص اندر جاتا تو دیکھتا کہ صحیح وسالم آگے محراب کے بیٹھے ہیں۔ ایک نے حاضرین سے' پوچھا شیخ بڈھنی کس وقت میں تھے، حضرت خواجہ نے فرمایا وہ معاصر شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔

پھر خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے مولانا زین سے فرمایا کہ یاروں کو پھول تقسیم کردیں مولانا نے سبد گل خواجہ کے روبرو سے اٹھا کر لوگوں کو بانٹے۔ جناب خواجہ نے ایک پھول اٹھا کر سونگھا اور درود شریف پڑھا' پھول سرخ وسپید دونوں تھے، پھر کہا شیخ ابوسعید ابوالخیر اور حکیم بوعلی سینا دونوں ہمعصر تھے، حکیم بوعلی حضرت شیخ ابوسعید کا معتقد نہ تھا اور ان کی کرامات سن کر کہتا یہ شخص علم سیمیا میں کامل اور فن نیرنجات (شعبدہ بازی) خوب جانتا ہے اس کے ذریعہ سے باتیں ماضی و استقبال کی کیا کرتا ہے، ایک دن یہ دونوں کسی باغ میں جمع تھے، گل سُرخ اُس میں بہت شگفتہ پر بہار تھے، حضرت شیخ نے ان سُرخ پھولوں کو دیکھ کر کہا۔ تم ہم کو اپنا تجمل وزینت دکھاتے ہو۔ بمجرد اس کہنے کے وہ پھول زرد ہوگئے۔ حکیم بوعلی یہ معاملہ دیکھ کر حیران رہ گیا، شیخ کے قدموں میں گر پڑا۔ عرض کی' مجھ کو خیال باطل تھا کہ میں خود کو عالم سیمیا اور ماہر نیرنجات جانتا تھا مگر ان علموں کے واسطے آلات واسباب کا ہونا ضروری ہے جب ان سے اثر ظاہر ہوتا ہے آپ نے اُس وقت فقط ایک بات کہی سب گلِ سُرخ فی الفور زرد ہوگئے یہ امر بجز کرامتِ صادقہ کے ہو نہیں سکتا۔

پھر فرمایا' مولد شریف ان شیخ ابوسعید ابوالخیر کا موضع مُہنہ ہے اور وہ ایک گاؤں ہے درمیان سرخس اور ماورد کے اور منجملہ مناقب ان کے سے یہ حکایت بیان کی کہ حضرت ابوسعید زمانہ کودکی میں مہنہ سے علم حاصل کرنے کو سرخس میں تشریف

لائے، ان دنوں وہاں امام محمد سرخسی درس فرمایا کرتے تھے، ان سے سبق پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً شیخ ایک دن کہیں جاتے تھے۔ شیخ لقمان پرندہ کو ایک بلندی پر دیکھا اپنا خرقہ سی رہے ہیں تیز دھوپ میں، اور پسینہ اُن سے بہتا ہے شیخ ابوسعید جاکر ان کے روبرو آفتاب کی طرف کھڑے ہوئے اور اپنا دامن اٹھاکر ان کے چہرے پر سایہ کیا۔ شیخ لقمان نے سر اٹھایا دیکھا ابوسعید سایہ کیے ہوئے ہیں۔ کہا اے ابوسعید تجھ کو اس خرقہ میں سے دیتا ہوں۔ پھر اٹھ کر ابوسعید کو شیخ ابوالفضل سرخشی کے پاس لے گئے اور اُن کی خانقاہ میں جاکر ان کو پکارا کہ اے ابوالفضل، انہوں نے آواز سُن کر جانا شیخ لقمان ہیں، بلحاظ ان کی بزرگی کے باہر دوڑتے آئے اور قدموں میں ان کے گر پڑے۔ انہوں نے شیخ ابوسعید کا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابوالفضل کو دیا اور کہا یہ آشنا تمہارا ہے اچھی طرح پرورش کرنا۔ شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا۔ اور یہ کہہ کر شیخ لقمان پرندہ لوٹ گئے۔ شیخ ابوسعید حضرت ابوالفضل کی خدمت میں بیٹھ گئے اور ایک کتاب اٹھاکر دیکھنے لگے اور دل میں کہا اس میں کیا لکھا ہوگا۔ شیخ ابوالفضل ان کے خطرے پر واقف ہوکر بولے۔ اے ابوسعید اس کتاب میں لکھا ہے کہ پروردگار عزاسمہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا کئے سب سے مقصود یہی ایک کلمہ اللہ کا تھا، شیخ ابوسعید کو ان کی یہ بات سُن کر ایک کیفیت پیدا ہوئی اور خواب و خور بھول گئے۔ رات وہیں رہے خادم کھانا لایا نہ کھایا، پھر سحری کو بھی نہ کھایا۔ پھر ایک بار شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ سبق کا وقت آیا، طالب علموں کو خیال رہتا ہے، کہ ناغہ نہ ہو۔ شیخ سے عرض کی یہ میرے سبق کا وقت ہے حکم ہو تو پڑھ آؤں اور تفسیر و حدیث پڑھتا ہوں، سبق لے کر پھر حاضر ہوں گا۔ شیخ ابوالفضل نے کہا، بہتر۔ سبق پڑھ آؤ۔ اتفاقاً اس دن ان کا سبق یہ تھا کہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ شیخ ابوسعید نے جب یہ پڑھا تو وہ کیفیت اور زیادہ ہوئی اور امام محمدؒ جو نئے سبق پڑھاتے تھے، ان کا حال نورِ باطن سے معلوم کیا، پوچھا

رات کہاں تھے ، عرض کی شیخ ابوالفضل کی خدمت میں تھا ، امام محمد جوینی نے کہا اے ابوسعید تجھ کو حرام ہے کہ وہاں سے پھر اگر یہاں آئے اور حرام ہے تجھ کو کہ ان کی بات سن کر اوروں کی باتوں میں مشغول ہو ، لوٹ جا وہیں رہنا یہاں مت آنا شیخ ابوسعید اٹھے اور حضرت ابوالفضل کی خدمت میں آئے اُسی حالت مبہوتی میں شیخ ابوالفضل نے اُن کو دیکھ کر یہ مصرع پڑھا ۔ مِصْرَعَہ ؎

مستک شدہ خبر نداری چپ و راست

پھر کہا ، ابوسعید کو اچک لیا ۔ پھر کہا ابوسعید چلہ میں بیٹھ ۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو موضع مہنہ میں جا کر چلہ بیٹھوں کہ سرخس بڑا شہر ہے ہجوم و غوغا بہت رہتا ہے ۔ فرمایا جا ، یہ موضع مہنہ میں آئے اور مشغول ہوئے اور بیس برس خلوت میں رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت فتوحاتِ باطنی فرمائیں ۔ جناب خواجہ نے یہ کہہ کر ایک آہ کی ۔ اس پر میں نے عرض کی کہ شیخ لقمان پرندہ کو پرندہ کیوں کہتے ہیں فرمایا ان کا لقب پرندہ اس واسطے ہے کہ کبوتر کی طرح اڑا کرتے تھے ، مجلس میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے ناگاہ اڑ جاتے اور دیوار و بام پر جا بیٹھتے پھر اڑتے اور نظروں سے غائب ہو جاتے نہ معلوم کہاں جاتے ۔ پھر فرمایا انہوں نے جوانی میں طاعت اور عبادت بہت کی تھی ، جب بوڑھے ہوئے اور عبادت سے باز رہے تو ایک دن خدائے تعالیٰ سے مناجات میں عرض کی کہ خداوندا جوان غلام جب بادشاہوں کی خدمت میں بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کو آزاد کر دیتے ہیں تو سچا بادشاہ علی الاطلاق ہے اور میں بندہ ضعیف و بوڑھا ہوا ہوں ، اب عبادت نہیں کر سکتا مجھے آزاد فرما ۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تجھے آزاد کیا ۔ پھر شیخ لقمان پرندہ دیوانہ ہو گئے ۔

پھر مناسب اِس کے جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دو شعر پڑھے ؎

رسم است کہ مالکانِ تحریر ، آزاد کنند بندۂ پیر

اے بار خدائے عالم آرائی ، بر بندۂ پیر خود بہ بخشائے

حکایت میں نے عرض کیا کہ سُنا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر نے بہت مشائخ کی خدمت کی ہے اور بہت مشائخ سے نعمت حاصل کی، اس پر فرمایا کہ ایک جمعہ کو حضرت ابوالخیر والدِ شیخ ابوسعید واسطے نمازِ جمعہ کے جاتے تھے اور ابوسعید ساتھ تھے، راہ میں شیخ آل یٰسین سے ملاقات ہوئی تو ابوسعید کو شیخ آل یٰسین کے قدموں میں ڈالا شیخ نے پوچھا یہ تمہارا لڑکا ہے! بولے یہ آپ کا خدمت گار ہے۔ شیخ نے کہا ہم چاہتے تھے کہ بعد ہمارے کوئی ایسا شخص ہو کہ اس کی غمخواری کرے، پھر شیخ آل یٰسین نے کہا کہ بعد نمازِ جمعہ میرے پاس آنا اور ابوسعید کو بھی ہمراہ لانا۔ جب نمازِ جمعہ ہو چکی تو حضرت ابوالخیر فرزند حمید ابوسعید کو حضرت آل یٰسین کی خدمت میں لے گئے۔ جب بیٹھ گئے تو شیخ نے فرمایا اے ابوالخیر ابوسعید کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر اونچا کر کہ اوپر طاق سے روٹی اتارے، ابوسعید نے جو روٹی اتاری تو گرم تھی شیخ آل یٰسین کو دی انہوں نے اس کے دو ٹکڑے کئے، آدھی اپنے روبرو اور آدھی ابوسعید کے آگے رکھی اور کہا یہ آدھی فقط تو کھا، اور آدھی خود کھائی۔ ابوالخیر کو کچھ نہ دی۔ ابوالخیر نے دل میں کہا، کیا سبب کہ انہوں نے نصف آپ کھائی، نصف ابوسعید کو کھلائی، مجھ کو کچھ نہ دی شیخ نے کہا اے ابوالخیر برسوں سے میں نے یہ قرص (روٹی) طاق میں رکھا تھا عالمِ غیب سے مجھ کو حکم ہوا کہ جس کے ہاتھ میں یہ گرم ہو جائے، آدھا اس کو دینا اور آدھا خود کھانا۔ سو یہ اب ابوسعید کے ہاتھ میں گرم ہوا، اب ہمارے بعد ابوسعید ہو گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار ایک درویش مہنہ میں آیا۔ حضرت ابوالخیر نے ابوسعید کو اس درویش کی خدمت میں بھیجا، وہ درویش مشائخ کبار سے تھا بڑا عالم، بڑا کرامت والا۔ ابوسعید کے دل میں اسکی محبت جم گئی ایک مدت بعد اس درویش نے ارادۂ سفر کیا اور کہا بابا ابوسعید ہم کل روانہ ہوں گے انہوں نے عرض کیا آپ مجھے نہ چھوڑ کر جائیں ہمراہ لے چلیں کہا تیرے ماں باپ ہیں تو نہ چل سکے گا،

ان کو تیرے سبب سے پریشانی ہوگی ۔ اور جن سے تجھ سا فرزند جدا ہو تو ان والدین
کی کِس درجہ بے قراری ہوگی، شیخ ابو سعید نے کہا میں ماں باپ سے اجازت لے
لوں گا درویش نے کہا اگر وہ دونوں اجازت دیں تو میں ساتھ لے جانے پر راضی
ہوں، ابو سعید گھر آئے ، اور ماں باپ سے یہ بات کہی کہ ایسا بزرگ یہاں آکر جاتا
ہے، میں نے فائدہ پورا حاصل نہیں کیا' پھر یہ سعادت کہاں ہاتھ آئے گی اگر تمہاری
اجازت ہو تو میں ان کے ہمراہ جاؤں ۔ ماں باپ دونوں طالب ان کے کمال کے
تھے، چاہتے تھے اس کو کچھ نعمت حاصل ہو جائے ، اِن کے جانے پر راضی ہوئے
ابو الخیر ان بزرگ کی خدمت میں آئے، کہا یہ لڑکا بن تمہارے نہ رہے گا میں نے
اجازت دی' اپنے ساتھ لے جاؤ' آپ کا کوزہ بھرے گا۔ غرض کہ ابو سعید بزرگ
کے ساتھ روانہ ہوئے ہر روز ایک تازہ نعمت اُن کو دیتے' یہاں تک کہ ابو سعید
کا کام تمام ہوا، ایک بیابان میں پہنچے کہا' اے ابو سعید تم یہاں رہ کر حق سے
مشغول رہو میں ہمیشہ تم سے مل جایا کروں گا۔ شیخ ابو سعید نے برسوں اس بیابان
میں بسر کی۔ وہاں درخت گُرگُر کے تھے اور چشمہ جاری شام کو، چند پھل ان کے
لے کر افطار کرتے اور اس نہر سے پانی پیتے ، اللہ تعالیٰ نماز کے وقت گروہ مردانِ
غیب کے بھیج دیتا ان کے ساتھ نمازِ جماعت پڑھتے اور پھر مشغول ہو جاتے ، کتنی
برس کے بعد ناگاہ وہ پیر ظاہر ہوئے ۔ ابو سعید نے اُٹھ کر تعظیم کی، پیر نے کہا اے
ابو سعید ماں باپ تیرے منتظر ہیں اور تو یہاں خوش رہتا ہے باپ تیرے واسطے
سرگرداں ہے، بیابانوں میں پھرتا ہے ۔ عنقریب تیرے پاس آئے گا' اور تجھ کو دیکھ
کر خوش ہوگا۔ پھر تجھ سے پوچھے گا اس جنگل میں تیرے کھانے کا کیا حال ہے اگر تو نے
کہا کہ گُلِ کُرِیر کھاتا تھا تو اس کا دل آزردہ ہوگا مگر اُسی وقت غیب سے ایک خوانِ
طعام آئے گا وہ جان لے گا کہ کھانا غیب سے آیا کرتا ہے وہی اس کا جواب ہو جائے

گا، کہا پھر اگر تجھ کو لے جائے تو اس کے ساتھ چلے جانا یہ کہہ کر غائب ہو گئے بعد اس کے ابوسعید کے باپ اس بیابان میں پہنچے گریاں بخراب حال - پھر ابوسعید کو دیکھ کر بہت روئے اور لپٹ گئے پھر دونوں بیٹھے اور حال پوچھنے لگے کہ دُبلے کیوں ہو اور اس جنگل میں کہاں سے کھاتے تھے - بھلا اس نہر سے پانی کا تو آرام تھا مگر کھانا کہاں سے ملتا تھا اور نمازِ جماعت کیسے ہوتی ہوگی ابوسعید نے کہا، رجال الغیب ہر وقت آتے اُن کے ساتھ نماز باجماعت ہمیشہ پڑھا کرتا تھا، یہ سُن کر چُپ ہوئے - اُسی وقت ایک خوان اوپر سے اُترا - ابوسعید نے باپ کے آگے رکھا، معلوم کیا کہ طعام ہمیشہ غیب سے آتا رہا ہے - اُس خوان میں گوشت روٹی شہد اور ہر قسم کا کھانا تھوڑا تھوڑا تھا ابوسعید نے بعد برسوں کے وہ کھانا کھایا اور ان کے باپ نے بھی - پھر وہ بولے بابا ابوسعید بیچاری ماں تیرے فراق میں تڑپتی ہے، برسوں جدا رہی - اب طاقت مفارقت نہیں ہے باوجود پیری و ضعیفی کے لوگوں سے جدا ہو کر بیابانوں میں پھرا، تکلیفیں برداشت کیں، عورت بیچاری کیا کرے - ابوسعید نے کہا بہتر والدہ کی خدمت میں چلتا ہوں، بسم اللہ اٹھیئے" ابوالخیر نے کہا اگر تمہارا پیر جس نے تم کو یہاں بٹھایا ہے، آئے اور تم کو نہ پائے تو بہتر نہ ہوگا تم یہیں رہو میں جا کر تمہاری والدہ سے کہہ دوں گا کہ خیریت سے ہے اور خوش و خرّم خدا سے مشغول ہے ابوسعید نے کہا، ابھی آپ سے ذرا پہلے پیر تشریف لاتے تھے اور کہا تھا تمہارا باپ ابھی آنے والا ہے - اور فرما گئے ہیں کہ اگر وہ لے جائیں تو گھر جانا - پھر دونوں اٹھے اور گھر کی راہ لی، شہر میں پہلے ہی مشہور ہو گیا تھا کہ ابوسعید آ رہے ہیں، جیسے کسی بادشاہ کے آنے کا شہرہ ہوتا ہے - تمام زن و مردِ شہر کے باہر آئے - تحفے اور ہدایا ملے، مگر ابوسعید سب راہِ خدا میں دے کر گھر آ گئے اور برسوں کے بعد والدہ سے ملے - پھر ہر روز اِن کا کام بڑھتا گیا ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥

انچاسویں مجلس ۴۹

دولت پا بوسی ہاتھ آئی ۔ ایک درویش عزیز مشغول الحال نیا نیا آیا ہوا تھا، اس کا حال دریافت فرمایا ۔ عرض کیا شاہ پور میں رہتا ہوں ۔ فرمایا کسی سے تعلق اور آمد و شد نہیں اور متوکل ہے تو خوش حال رہو ۔ درویش کو چاہیے کہ اگر اس پر فاقہ گذرے تب بھی اپنی حاجت غیر سے نہ کہے اور اگر کوئی اس کے پاس آئے تو طمانچہ اپنے منہ پر مار کر گال سرخ کرلے کہ دیکھنے والا اس کے فقر پر مطلع نہ ہو ۔ پھر فرمایا ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاروں میں بیٹھے تھے فرمایا من یضمن واحدۃ اضمن لہ بالجنۃ فقال ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا یا رسول اللہ فقال علیہ السلام لا تسأل الناس شیئًا ۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان قبول کیا ۔ پھر ہرگز کسی سے کوئی سوال نہ کیا یہاں تک کہ ایک دن سوار جاتے تھے، چابک ہاتھ سے گر پڑا ۔ دوسرے سے نہ مانگا خود اتر کر اٹھایا کہ جناب نبوت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال سے منع فرمایا ہے ۔ ایک اور درویش طالب وہاں حاضر تھا اس نے پوچھا جس چیز سے جناب آنحضرت ؐ نے ایک کو منع کیا ہو، وہ امر کیا اوروں کو بھی لازم ہو جاتا ہے کہا ہاں سب کے حق میں حکم ممانعت ہوتا ہے ۔ اس پر میں نے یہ حدیث یاد دلائی کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمی لواحد حکمی علی الکل اور جناب خواجہ نے یہ حدیث شریف پڑھی کہ خطابی لحاضر خطابی لغائب ۔

جب یہ بحث تمام ہوئی تو خواجہ نے پھر تقریر سابق شروع کی اور یہ فائدہ بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین فاقے متواتر گذرے پتھر پیٹ پر باندھا ۔ ان کی بیوی نے کہا ۔ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر فلاں گیا تھا اس کو یہ ملا اور فلاں گیا اس کو یہ دیا، اس کے

کہنے سے ابو سعید رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ فرمار ہے تھے من یستعفف یعفہ اللہ ومن استغنی اغناہ اللہ ومن طلبنا فوجدناہ واسیناہ واعطیناہ ولکن من یستعفف احب الینا جب ابو سعید رضؓ نے یہ بیان شریف سُنا، جانا کہ میرے مطلب کا جواب ہے، جناب آنحضرت سے کچھ سوال نہ کیا۔ گھر میں لوٹ آئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قدر وسعت کی کہ حساب نہ تھا +

پھر اسی باب میں یہ آیت شریف پڑھی لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا پھر یہ پڑھی یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ بعد اس کے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا فرمایا یہ آیت شریف فقراء مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ ان کے سوا کوئی اور مسکین مدینہ منورہ میں نہ تھا، مسجد شریف میں پڑے رہتے اور سوال سے پرہیز رکھتے

پھر ابو سعید اقطع رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حکایت فرمائی کہ جب ان پر تین فاقے گذر گئے تو ان کی بیوی نے کہا بازار میں جاکر کسی سے سوال کر کے کچھ لے آ۔ اور اب تک ان کا لقب اقطع نہ ہوا تھا۔ غرض انہوں نے بازار میں جاکر ایک شخص کے آگے ہاتھ مانگنے کو پھیلایا، اور سوال کیا۔ اس نیک مرد نے ان کو کچھ دیا۔ جب آگے بازار میں گئے تو کوتوالی کے لوگوں نے اس الزام میں اِن کو گرفتار کر لیا کہ تو نے فلاں کی جیب کاٹی ہے اور اس جرم پر ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ سپاہیوں سے مانگ کر گھر لے آئے اور مصلے پر آگے رکھ کر روتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اے ہاتھ خزانۂ خدا چھوڑ کر تو اوروں کے مال کی طرف بڑھا آخر اپنی سزا دیکھی پھر دل سے کہا تو نے دیکھا جو کچھ ہاتھ پر گذرا اگر تو بھی خزانۂ خدا چھوڑ کر غیر سے امید رکھے گا تو تو بھی اپنی سزا بدتر

اس سے دیکھے گا۔

پھر جناب خواجہ نے اس پر قصہ حضرت امیر المؤمنین علیؑ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کا فرمایا کہ آپ کی عادت تھی جب مسجد سے لوٹتے جو یار ملتا اس کو ہمراہ گھر لے آتے اور جو ماحضر ہوتا اس کے سامنے رکھ دیتے۔ ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تین فاقے گذرے۔ مسجد سے نکل کر سرِ راہ منتظر جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے کھڑے ہو گئے۔ اس عرصہ میں حضرت امیر بھی مسجد سے آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے آپ سے کوئی آیت قرآن شریف کی پوچھی، اور اس بہانہ سے ہمراہ ہو لئے کہ ان کے گھر تک چلوں شاید کچھ کھانا دیں بعد تین فاقوں کے کچھ کھاؤں۔ غرض کہ جناب امیر ان سے باتیں کرتے گھر تک پہنچے۔ ابو ہریرہ رضؓ سے کہا تم دہلیز خانہ میں بیٹھو۔ وہ بیٹھ گئے آپ نے اندر جا کر پوچھا کچھ کھانا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمراہ آئے ہوئے ہیں۔ خاتونِ جنت نے فرمایا تمہارا روزہ ہے تین روٹیاں قرض لے کر تمہارے واسطے پکائی ہیں۔ فرمایا لے آؤ۔ حضرت خاتون نے دو روٹیاں آپ کو دیں ایک رکھ لی۔ حضرت امیر وہ دونوں روٹیاں ابو ہریرہ رضؓ کے پاس لے آئے اور دیں۔ وہ کھانے لگے۔ پھر حضرت امیر اندر آئے اور کہا کچھ سالن ہو تو دو۔ حضرت خاتون نے کہا تمہارے گلے کے واسطے روغنِ زیتون منگوایا ہے۔ آپ کا گلا ورم کر آیا تھا اس کی مالش کو روغن زیتون لائے تھے۔ آپ وہ ایک باقی روٹی اور روغن زیتون باہر لے آئے اور ابو ہریرہ رضؓ نے وہ کھالی جناب امیر نے اس دن بھی بعدِ افطار کچھ نہ کھایا نہ ورم پر روغن ملا۔

اس مقام پر میں نے جناب خواجہ سے عرض کی کہ یہ آیت شریف وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا کیا حضرت امیر کی شان میں ہے فرمایا ہاں مگر قصہ اس کے شانِ نزول کا اور ہے کہ آنحضرت شریفؐ ایک دن حضرت

امیر کے گھر تشریف لائے ، وہاں حسنین مکرمین (حسنؓ حسینؓ) کو نہایت ضعیف ونحیف پایا ، کہ رگیں بدن کی جلد کے نیچے چمکتی تھیں ۔ حضرت رسالت پناہ نے جناب امیر اور خاتون جنت دونوں سے کہا کچھ نذر اللہ تعالیٰ کی قبول کرو شائد برکت نذر سے خدا تعالیٰ اُن کو صحت و عافیت عنایت فرمائے ۔ جناب امیر اور خاتون جنت اور آپ کی لونڈی فضہ نام ، تینوں نے نذر مانی کہ ہم ہر ایک تین تین روزے اللہ تعالیٰ کے واسطے رکھیں گے اور یہ نذر خاص کر اس واسطے کی کہ بھوکے کو روزوں کے برابر اور کچھ مشکل نہیں ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ نے ببرکت اس نذر کے حسنین مکرمین کو شفاء عاجل عنایت فرمائی ۔ ان تینوں نے پہلے دن روزہ رکھا اور افطاری کو تین روٹیاں پکائیں ہر ایک کے واسطے ایک ایک ۔ قریب مغرب ایک مسکین نے دروازہ پر آکر فریاد کی کہ اے اہل نبوت وفتوت کچھ مسکین کو کھانا دو ۔ جناب امیر نے اپنی روٹی اسے بھیج دی اور جناب خاتون جنت وفضہ خادمہ نے بھی آپ کی بموافقت سے اپنے حصے اس کو دے دیئے اور یہ قصہ اگرچہ مدینہ پُرسکینہ میں ہوا اور نزول آیۃ شریف کا مکہ معظمہ میں تھا ۔ مگر جب کھانا کھلانا ان کا مدینہ میں واقع ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوبارہ یہ آیت آنحضرتؐ پر پڑھی کہ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا۔

بعد اس کے جناب خواجہ ابتدائے سخن کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ آیت شریفہ پڑھی ۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ، بعضوں نے کہا نزول اس کا جنگ اُحد میں ہوا ہے کہ کافروں نے پانی گھیر لیا تھا اور صحابہ کرامؓ پیاس سے ہلاک ہوتے تھے اور فریاد کرتے تھے مَنْ يَّسْقِيْنِيْ کون ہم کو پانی پلاوے تو ہشامؓ نامی صحابی کو تھوڑا پانی ملا ۔ اور انہوں نے وہ پانی اپنے زخمی بھلیجے کو بھیجا ، جب اس نے پینا چاہا دوسرے صحابی زخمی نے دیکھ کر فریاد کی مَنْ يَّسْقِيْنِيْ

کون ہم کو پانی پلاوے تو ہشام نام صحابی کو تھوڑا پانی ملا اور انہوں نے وہ پانی اپنے زخمی بھانجے کو بھیجا جب اس نے پینا چاہا، دوسرے زخمی صحابی نے دیکھ کے فریاد کی من یسقنی اس نے کہا لے جاؤ یہ اسے پلادو اسی طرح پر ایک زخمی پانی دیکھ کر مانگتا تھا۔ اور یہ اس دوسرے کو پلانے کے لئے کہتا تھا یہاں تک کہ اسی طرح وہ پانی سات جگہ پھرا۔ جب ساتویں کو پلانے اٹھایا وہ زخموں میں چور قریب المرگ تھا، اس حرکت میں وفات کی۔ لاچار چھیٹے کے پاس لائے وہ بھی اس عرصہ میں گذر چکے تھے، پانچویں کے پاس لائے وہ بھی زندہ نہ تھے اور اسی طرح چوتھے تیسرے دوسرے پہلے کے پاس آئے جس کو دیکھتے وفات ہو چکی تھی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وہ پانی اسی طرح رہ گیا، تو صحابہ کرام رضہ کی مدح میں یہ آیت شریف نازل ہوئی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

دوسرا قول جو حضرت ابوہریرۃ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس شب میں ایک مہمان آیا آپ نے ہر نو حجرۂ ازواجِ مطہرات میں آدمی تحقیق طعام کو بھیجا، کہیں سے اس وقت طعام دستیاب نہ ہوا تب اپنے یارانِ حاضرین سے فرمایا اس وقت کون اس مہمان کو کھانا کھلاتا ہے کہ ہمارے گھر میں کھانا نہیں رہا۔ سب نے کھا پی لیا۔ ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس کو اپنے گھر مہمان لے جاتا ہوں پھر اس کو اپنے گھر لے آئے اور بیوی سے کہا یہ مہمان جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس کا اکرام اور لحاظ بہت کرنا۔ اس جنتی بیوی نے کہا کاش کہ اگر شرع میں اپنا مارنا روا ہوتا تو مہمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اپنی جان قربان کرتی، میرے پاس اس وقت سوا بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں۔ انصاری رضہ نے بیوی سے کہا کچھ فکر نہیں تو چراغ اور کھانا لے آ۔ اور لڑکوں کو سلادے۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور جو کچھ تھا مہمان کے روبرو رکھ کر

یہ دونوں بھی ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے کہ اس کے ساتھ کھائیں مگر سوچا کہ اگر ہم نے اس کے ساتھ کچھ بھی کھایا تو مہمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوکا رہے گا۔ بیوی چراغ ٹھیک کرنے کے بہانہ اٹھی اور بحیلہ بجھا کر آبیٹھی اور میاں بیوی اندھیرے میں مہمان کے دکھانے کو ہاتھ روٹیوں تک لے جاتے پھر خالی مُنہ تک لاتے جیسے کوئی کھاتا ہو۔ مہمان نے جانا کھاتے ہیں وہ خوب کھا کر شکم سیر ہوا پھر وہیں سو رہا۔ انہوں نے ایثار کیا کچھ نہ کھایا، اور مع اولاد کے بھوکے سو رہے۔ صبح کو جب وہ انصاری جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا لقد عجب اللہ البارحۃ من ھذا المرأ ومن ھذہ المرأۃ ای رضی اللہ تعالیٰ عنھما یعنی اللہ تعالیٰ خوش ہوا رات کو اس مرد و عورت سے۔ پھر یہ آیت شریفہ پڑھی۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ فرمایا جو کچھ تم نے شب میں مہمان سے کیا خدا تعالیٰ اُس سے مطلع ہوا تمہاری تعریف فرمائی، جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے ہیں۔

بعض نے اس کے شانِ نزول میں یوں کہا ہے کہ ایک صحابیؓ پر فاقہ تھا، اسکو ایک سری بھنی ہوئی ملی اور اس کے ہمسایہ پر دو فاقے گذرے تھے، اس نے دل میں کہا، وہ مستحق مجھ سے زیادہ ہے اس کو وہ سِری بھیج دی، اسی طرح سات جگہ وہ سِری پھری۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام وصفِ صحابہ رضؓ میں یہ آیت لائے۔

پھر یہ دوسری حکایت فرمائی کہ ایک دِن جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ بیوی ماریہ قبطیہ رضؓ میں آرام فرما رہے تھے اور رباحؓ نامی غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ حجرہ پر نگہبانی کو بیٹھے ہوئے تھے اور ان ماریہ قبطیہ رضؓ کو مقوقس بادشاہ مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھیجا تھا کہ اسی حال میں جناب عمر رضؓ تلاش

کرتے ہوئے حاضر درِ دولت ہوئے ، رباح رضؓ نے بڑھ کر جناب فاروق رضؓ سے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی آرام فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضؓ یہ سُن کر لوٹ گئے اور اپنے گھر میں جاکر پھر لوٹے، رباح رضؓ نے دوبارہ عرض کیا ابھی آنحضرت شریف آرام میں ہیں۔ امیر المومنین عمر رضؓ نے بآوازِ بلند باتیں کیں ، جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کواڑ کھولا اور بیوی ماریہ رضؓ اندر کی کوٹھری میں چلی گئیں حضرت عمر رضؓ نے دروازے میں جاکر دیکھا کہ جناب رسالتمآبؐ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے پہلوئے مبارک پر نقش چٹائی کے جم گئے ہیں اور ایک گوشۂ حجرہ میں تقریباً دوسیر جَو پڑے ہیں حضرت عمر رضؓ یہ دیکھ کر روئے اور عرض کی کہ کسریٰ و قیصر فُروشِ دیبا وحریر پر لیٹیں۔ اور آپ کہ فخرِ بنی آدم اور سردارِ تمام عالم ہیں، پرانی چٹائی پر آرام فرماویں، توجناب رسالتمآبؐ نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا کہ کیا نہ راضی ہوئے تم اے عمر رضؓ اس بات سے کہ اُن کے واسطے دُنیا اور ہمارے واسطے آخرت ہو۔

پھر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ مروی ہے جناب اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے۔ کہ ایک بار آپ نے کِسی سے فرمایا کہ بیشک گذرتا ہے ہم پر ایک ماہ یا نِصف ماہ کہ ہمارے گھر میں آگ نہیں سلگتی تو پوچھا اس سننے والے نے کہ پھر آپ کِس چیز سے زندگی بسر فرماتے تھے؟ کہا حضرت عائشہ رضؓ نے کہ گذر کرتے تھے ہم خُرمے اور نمک سے ، اور ہمارے پڑوسی انصارؓ بسا اوقات بھیجا کرتے تھے ہمارے یہاں ہدیہ۔ پھر فرمایا یہاں ہندوستان میں خُرما عزیز الوجود ہے ، عرب میں اِس کثرت سے ہے کہ ہر کوئی نہیں کھاتا۔ جیسے یہاں کے غُربا، باہر جاکر سبزی ترکاری چُن لاتے ہیں اور پکا کر بسر اوقات کرتے ہیں اِسی طرح فقرائے عرب باہر نکل کر خرُما چُن لاتے ہیں، پھر فرطِ تعجب سے فرمایا کہ باوجود اس عزت وقدرت

کے جناب آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے والذی نفسُ محمّدٍ بیدہٖ لوسالتُ ربّی ان یجری معی جبالُ الدنیا ذھبًا لاجرٰتہا حیث مشیتُ ولکن اٰخرت جوعہا علی شبعہا و فقرھا علی غنائہا وحزنہا علی فرحہا۔ مگر کبھی توجہ خاطر عاطر دنیائے دنی کی طرف نہ فرمائی اور تفصیل اس بیان کی مجلسِ آئندہ میں ہے۔

وَالحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین۔

پچاسویں مجلس

سعادتِ پائبوس میسر ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر بیان فائدہ میں مشغول تھے اور یہاں پہنچے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام جناب آنحضرتؐ کی خدمتِ مبارک میں آئے اور بعد سلام کہا اللہ یقرئک السلام ویقول خیرت بین نعیم الدنیا وبین نعیم الاٰخرۃ یعنی نبوت خواہ نعیم دُنیا کے ساتھ قبول کرو خواہ فقر کے ساتھ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخترت ان اکون نبیًّا فقیرًا اجوع یومین و اشبعُ یومًا سوجس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہوتے تو کیا نوش فرماتے تھے؟ چند خرمے۔ غرض جب ازواجِ مطہرات نے یہ سُنا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام الٰہی لائے تھے اور جناب رسالتمآبؐ نے فقر اختیار فرمایا ہے تو چونکہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کہ ھن ناقصات العقل والدین ان کے باب میں ارشاد ہے، آپس میں کہنے لگیں کہ جناب آنحضرتؐ نے تو فقر کو پسند فرمایا ہے اب ہم کو عمدہ لباس اور طعام بخوبی دستیاب نہ ہوگا اگر رؤساء عرب کے اب ہم کو بطور مہمان بلاویں گے تو ہم نہیں جاسکتے کہ ان کے پاس زیور ولباس عمدہ ہوگا، اس پر ان کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ یا ایھا النبیّ قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین

امتعکن واسرحکن سرحا جمیلاً ٥ وان کنتن تردن اللّٰه ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللّٰہ اعدّ للمحسنات منکنّ اجراً عظیماً جب یہ آیتیں اتریں تو آپ نے چاہا ازواجِ مطہرات کو اس حکم سے مطلع کر دیں لیکن خیال فرمایا کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں کہیں شقِ سابق نہ اختیار کرلیں لہٰذا پہلے جناب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کہ سب سے کم مایہ اور عاقل ترتھیں بلاکر فرمایا اے عائشہ رضؓ میں تم کو درمیان دو باتوں کے مختار کروں گا کہ ان دونوں میں سے جو پسند ہو اختیار کرو۔ مگر جواب میں جلدی نہ کرنا کہ بے سوچے کچھ کہہ بیٹھو۔ سن کر پہلے اپنے والد ابوبکر صدیق رضؓ سے مشورہ کرنا پھر جو وہ صلاح دیں ویسا کہنا۔ بعد اس کے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ان کے روبرو یہ آیتیں پڑھیں اور کہا اگر تم سب دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو کہو میں طلاق دے کر جُدا کر دوں اور اگر خدا ورسول کو فقر و فاقہ کے ساتھ پسند کرتی ہو تو روزِ قیامت تم کو ثوابِ عظیم اور پورا آرام ملیگا۔ جناب عائشہ صدیقہ رضؓ نے یہ حکمِ الٰہی سُن کر کہا یارسول اللّٰہ اسی بات کے واسطے مجھ کو میرے باپ ابوبکر رضؓ سے مشورہ کرنے کو کہا تھا میں آپ سے بے سوچے اور بلامشورہ کہتی ہوں کہ میں نے خدا اور رسول کو پسند کیا۔ اب جو کچھ رنج و تکلیف دُنیا کی ہو سب کچھ اس لذّتِ قربِ الٰہی اور رضائے جناب رسالت پناہی میں گوارا اور موجبِ راحت ہے اس گفتگو کے وقت باقی امہات المؤمنین حجرۂ شریفہ کے باہر کھڑی تھیں جب انہوں نے باہر سے سُنا کہ حضرت عائشہ رضؓ نے اللّٰہ اور رسول کو اختیار اور رنج و محنت دُنیا کی گوارا فرمائی تو سب اندر چلی آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم سب نے اللّٰہ اور رسول اور فقر و فاقہ کو اختیار کیا۔

پھر جناب خواجہ نے فرمایا کہ دُنیا کوئی چیز نہیں، جو مال بہت رکھتا ہے اس کے دشمن بھی بہت ہوتے ہیں، پھر میری متوجہ ہو کر فرمایا اے درویش سالہا سال مجھ کو

یہ آرزو رہی کہ ایک تہ بند و کرتہ پہن کر کلاہ سر پر رکھ کر کوہ و بیاباں یا کسی مسجد و مزار میں بیٹھوں پھر شہر کو یاد کرکے فرمایا کہ وہاں بہت حظیرے دلپسند ہیں، وہاں مجھ کو خلوت سے بہت راحت و تسکین ہوتی تھی ان دنوں وہ مزار اور حظیرے نہیں رہے، سنتا ہوں کہ وہ سب مقاماتِ دلکش خراب و برباد ہو گئے ہیں۔ پھر فرمایا خواجہ محمود والدِ معین الدین جو بھانجے مولانا کمال الدین کے ہیں میرے ہمراہ ہوا کرتے، ہمیشہ نمازِ صبح مسجد میں پڑھ کر ہم نکلتے اور وظیفہ پڑھتے جاتے راہ میں جب کسی مزار پر پہنچتے، تو میں محمود سے کہتا، اب تم چاہے مکان پر جاؤ یا چاہے اور کسی مزار پر تنہا مشغول ہو۔ وہ میرا کہنا قبول کرکے جدا ہو کر کسی مزار پر ظہر تک جا کر مشغول ہو جاتے۔ پھر ہم نماز کے وقت طہارت کو نکلتے اذان کہتے دس بارہ درویش اپنے مقامِ مشغولی سے آکر جمع ہو جاتے، نماز با جماعت پڑھتے اور مجھ کو امام بناتے پھر باقی دن ذکر و شغل میں گذرتا یہاں تک کہ نمازِ مغرب و عشاء وہیں صحرا میں ہوتی، پھر وظیفہ پڑھتے ہوئے گھر آتے۔ اور جب جنگل میں قیلولہ کرتے تو چند درختوں کے ارد گرد رسی گھیر دیتے اور درمیان میں سو رہتے نہ درندے کا ڈر ہوتا نہ چور کا کہ بدھنا یا جوتا لے جائے گا۔ رات کو گھروں میں ایک جگہ مقرر تھی وہاں مشغول رہتے اسی راحت و آرام میں چند سال گذرے۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کا ذکر بڑے ذوق و شوق سے بیان فرماتے تھے۔ پھر کہا اگر حکم پیرومرشد کا نہ ہوتا تو مخلوق کے درمیان رہنا اور جفا و قفائے خلق گوارا کرنا اور شہر میں رہنا کہاں نصیب ہوتا، کسی پہاڑ یا بیاباں میں رہتا میں نے عرض کیا کہ حق وہی ہے جو حضور ارشاد فرماتے ہیں مگر آپ کے یہاں رہنے کی تاکید اس واسطے فرمائی کہ ہم لوگ سعادت حاصل کریں پھر فرمایا اگر دنیا کوئی چیز ہوتی تو جناب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام قبول فرماتے۔

پھر یہ حدیث شریف پڑھی روی عن ابی الدرداء رضؓ واسمہ عویم انی

النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم بہ تمرات فاکل النبیؐ منہا سریحًا فقال ما دخل بطن محمدٍ منذ سبعۃ ایام طعام، وفی روایۃ منذ خمسۃ ایام فقال علیہ السلام یا عویم سل حاجتك فقال ابوالدرداء یارسول اللہ انت اعلم بحاجتی منی فکرر النبی علیہ السلام یا عویم سل حاجتك فقال انت اعلم منی بحاجتی فقال علیہ السلام اللّٰھم اجعل قلب عویم محزونًا ابدًا اللّٰھم اجعل بدن عویم سقیما ابدًا اللّٰھم اجعل ید عویم خالیًا عن حطام الدنیا ابدًا فقال عویم من یطیق ھذا یارسول اللہ۔ قال علیہ السلام اللّٰھم ارفق بعویم اللّٰھم ارفق بعویم اللّٰھم ارفق بعویم رضؓ ترجمہ حضرت ابو الدرداء رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں، جن میں سے چند عدد کھجوریں آپ نے تناول فرمائیں، پھر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ میں سات دن سے اور ایک روایت میں ہے کہ پانچ دن سے کوئی چیز نہیں گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عویم رضؓ (حضرت ابوالدرداء کا نام ہے) جو حاجت ہو مانگ لے۔ ابوالدرداء نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میری حاجت مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاجت ہو طلب کر۔ ابوالدرداء نے عرض کیا آپ میری سے مجھ سے زیادہ آگاہ ہیں۔ اس پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا" اے اللہ! عویم کا دل غمگین کر دے" اے اللہ! عویم کا بدن بیمار بنا دے اے اللہ! عویم کا ہاتھ دُنیا کی حطام (روپیوں پیسوں) سے ہمیشہ خالی رکھ" ابوالدرداء نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کے برداشت) کی طاقت کسے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے اللہ! عویم پر مہربانی فرما! اے اللہ عویم پر مہربانی فرما! اے اللہ عویم پر مہربانی فرما"

پھر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نعیمِ بہشت سے لوگ مطلع نہیں؛

اس واسطے ساتھ دُنیا کے گرفتار ہیں اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب بہشتی بہشت
میں جائیں گے ناگاہ اُن پر ایک نور چمکے گا، سب سجدہ کریں گے اور جانیں گے کہ یہ نُور
خُدائے پاک کا ہے تو غیب سے آواز آئے گی یا عبادی لیس الامُر کذٰلک اے
بندو میرے نہیں وہ بات جو گمان کی تم نے۔ یہ تو بہشت کی حُوروں میں سے ایک حُور
نے اپنے مالک کے سامنے تبسّم کیا تھا سو یہ نُور اس کے منہ سے پیدا ہوا ہے۔ جب
خواجہ یہ فرما چکے تو ایک عزیز جو وہاں بیٹھا ہوا تھا اور یہ اس کا پہلا روز تھا، سردی
زیادہ تھی۔ بولا، اگر اس وقت حضرت مخدوم کے پاس کوئی آگ کی انگیٹھی ہوتی تو
سردی تکلیف نہ دیتی۔ خواجہ نے فرمایا اگر خُدائے تعالیٰ کوئلہ دے گا تو آگ سلگاؤں
گا ورنہ خیر۔ جُبّہ اور لبادہ جو میسّر ہے اس بسر کروں گا، اس نے کہا مجھ کو لبادہ کے
اندر ایسی سردی معلوم ہوتی ہے کہ بدن برف ہو جاتا ہے۔ اس پر جناب خواجہ رحمۃ
اللہ علیہ نے یہ حکایت فرمائی ؂

حِکَایَت ایک بادشاہ کی لڑکی پر ایک شخص کلاّل کی نظر پڑی، اس پر عاشق
ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ سُن کر وزیروں سے مشورہ کیا کہ اس امر میں کیا کرنا چاہیئے، سب
نے کہا اس کا تدارک جلد کرنا مناسب ہے ورنہ موجبِ بے حرمتی ہو گا۔ بادشاہ
نے حکم دیا کہ اس کو دو سو دُرّے محل شاہی کے پاس ماریں اور اسی قدر ہر دروازۂ
محل پر۔ اس کلاّل سے منقول ہے کہ اسے شاہی ملازمین نے پکڑ کر زمین پر گرایا،
اور مارنا شروع کیا، جب مارنے کا شور ہوا تو اس شہزادی نے کھڑکی کھول کر نیچے
دیکھا اس نے پہلے ایک ہی رخسار شہزادی کا دیکھا تھا اس بار پورا مُنہ دیکھا حیران
ریشفتہ اس کے حُسن کا اور زیادہ ہوا دہی دو دُرّے جو اس پر پہلے پڑے انکی خبر اور
تکلیف اسے ہوئی، اور جو دوسرے دروازوں پر اس کو لے جا کر دُرّے مارے گئے، ہرگز
اُن کی اس کو خبر نہ ہوئی نہ کچھ درد ہوا۔ اب یہ فقراء، عاشقانِ خُدا ہیں، اور مشاہدۂ علم

الغیب میں مستغرق، جب عشقِ مجازی کا یہ حال ہے کہ مشاہدہ معشوقِ مجازی میں درد و غم سے بے خبر ہوں تو عشقِ حقیقی میں بطریقِ اولیٰ بے خبر ہوں گے +

وَالحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین ۝

۵۱ ویں مجلس

شرف مجالست حاصل ہوا، ایک شخص کوئی کاغذ لایا تھا، حضرت خواجہ اس کو دیکھ رہے تھے، فرمایا یہ حدیثیں موضوعات سے ہیں، کتب مشہورۂ حدیث میں نہیں، اس میں ایک یہ حدیث تھی کہ "تارکِ نماز کے ساتھ کھانا نہ کھائیں" دوسری یہ کہ "یہود و نصاریٰ کو سلام کریں اور بے نمازی اور شراب خوار کو سلام نہ کریں" خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اِن لوگوں سے سلام کریں اور تارکِ نماز کے ساتھ کھانا کھائیں، مگر اُسے ادائے نماز کو کہا کریں۔ اگر وہ محفل میں آکر بیٹھے تو اس کی تعظیم نہ کریں، اور جواب سلام میں علیکٔ نہ کہیں، اس نیت سے کہ اس کی اہانت ہو اور وہ شرما کر اُس کام سے باز آئے پھر جناب خواجہ نے اس شخص کو وہ کاغذ دے دیا +

پھر فرمایا کہ، حضرت شیخ عثمانؒ خیرآبادی کے زمانہ میں ایک دن ایک جوان مستِ شراب، پان کھائے ہوئے، طنبور بجاتا ہوا، اپنے گھر سے باہر آیا، راہ میں شیخ کو دیکھا شرما کر دوسری گلی میں چلا گیا، شیخ عثمانؒ بھی اسی کوچہ میں گئے، جب وہ جوان آگے گیا تو کوچہ کو بند پایا، آگے راہ نہ تھی۔ شیخ عثمانؒ جب قریب پہنچے تو وہ جوان ایک دیوار پر منہ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ اس کے پاس گئے۔ اس نے سر اٹھا کر بہ نظر شرمندگی اُن کی طرف دیکھا اور بمجرد نظر طنبورہ توڑ ڈالا، اور شیخ کے قدموں میں گر پڑا، شیخ نے اپنے خادم سے کہا اِس جوان کو خانقاہ میں لے چل اور اس کے کپڑے اتروا کر دھلواؤ، اور اسے دو چادریں دینا کہ ایک باندھ کر اور ایک اوڑھ کر سو رہے،

جب کپڑے دھل کر آئیں تو اسے حمام میں لے جا کر نہلانا اور دھلے ہوئے کپڑے پہنانا تب تک میں بھی لوٹ آؤں گا غرض خادم اسے خانقاہ میں لے گیا، اور دو چادریں دیں، ایک باندھی اور ایک اوڑھی، کپڑے دھونے کے لئے دیئے اور جوان سے کہا، جب تک کپڑے دھل کر آئیں سو رہو وہ سو گیا۔ جب کپڑے دُھل کر آئے تو اُسے جگا کر حمام میں نہلایا اور دُھلے ہوئے کپڑے پہنائے شیخ کسی کی ملاقات کو گئے تھے، اس وقت لوٹ آئے، مریدانِ شیخ نے اُس جوان کو روبرو حاضر کیا۔ شیخ اس کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا کی کہ خداوندا! جو میری وسعت میں تھا وہ میں نے کیا کہ اِس کا ظاہر پاک و صاف کر دیا۔ اب تو اپنے کرم سے اس کا باطن صاف کر دے۔ پھر شیخ نے اسے ذکر تلقین فرمایا، اور خلوت میں بیٹھنے کا حکم کیا، جوان حجرہ میں گیا، اور خلوت میں مشغول بذکر ہوا۔

اتفاقاً شیخ عثمان مغربی واسطے ملاقات شیخ عثمان خیرآبادی کے آئے تو اُن کو غمگین بیٹھا دیکھا، پوچھا اے برادر آج غمگین کیوں ہو؟ انھوں نے کہا غیرت سے، پوچھا کس کی غیرت سے؟ کہا غیرتِ دوست سے۔ پوچھا یہ غیرت کس طرح ہوئی؟ کہا ہم نے جو برسوں میں خونِ جگر کھا کر پایا تھا، وہ نعمت اس جوان کو ایک ساعت میں ملی پھر جناب خواجہ نے فرمایا عالم بے نیازی ہے قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بلا علۃٍ و رُدَّ من رُدَّ بلا علۃٍ ٭

اس کے بعد حکایت خواجہ سنکان کی بیان فرمائی کہ اِن کا باپ والیٔ سنکان کا ملازم تھا، اور سنکان سرخس کے قریب ہے۔ اس والی نے خواجہ سنکان کے والد کے ہاتھ پاؤں ناحق کٹوا دیئے تھے، ان کے سب قریب و عزیز خوف سے بھاگ گئے۔ خواجہ سنکان کو دو تھیلیاں اشرفیوں کی ہاتھ آئیں یہ ان کو کمر سے باندھ کر بھاگے۔ سرخس میں پہنچ کر ایک مسجد میں گئے، سوچا میرے پاس دو تھیلیاں اشرفیوں کی ہیں اگر مسجد میں سویا تو نہ معلوم کوئی چوری کر لے سرائے میں اترنا چاہیئے مسجد

سے نکل کر ہر چند ڈھونڈھا، سرائے نہ پائی، اتفاقاً خانقاہِ شیخ لقمانؒ پر انکا گذر ہوا، فقراءِ لقمانی انہیں کی طرف منسوب ہیں، یہ اُس خانقاہ میں گئے دل میں کہا، شیخ سے ملنا چاہیئے غرض اس سے ملے اور وہیں رات ہوگئی۔ اُس خانقاہ میں یہ قاعدہ تھا کہ رات کو سوتے وقت چراغ جلا کر ہر شخص کو دیکھا کرتے اور حجروں اور مقاموں میں تفحص کرتے جو بے حکم رہتا نکال دیتے، اس واسطے کہ خانقاہِ شیخ میں ہدایا بہت آیا کرتے تھے اور سامان بکثرت تھا، چنانچہ چراغ وقنادیل چاندی کے تھے اور فروش اطلسی، بندگانِ خدا ہر قسم کی چیزیں بہت لاتے تھے، خادم اسباب ہر جگہ رکھ دیتے اور حفاظت کرتے کہ بیگانہ رات کو رہ کر کہیں کچھ لے نہ جائے، غرض رات کو حسبِ قاعدہ چراغ جلایا اور موافق قاعدۂ قدیم کے جستجو شروع کی، خواجہ سنکانؒ کو اجنبی دیکھ کر باہر نکال دیا۔ خواجہ سنکانؒ نے سوچا رات کو سرائے نہ ملی پھر مسجد کو جاؤں، کیا کروں۔ جب قریب دہلیزِ خانقاہ کے پہنچے وہاں ایک گھر خالی دیکھا، کہ گھوڑوں کے واسطے گھاس لا کر وہاں جمع کیا کرتے تھے، دل میں کہا آج رات کو اُس میں رہ جاؤں، جب صبح کو دروازہ کھولے گا تو باہر چلا جاؤں گا۔ یہ اس میں چلے گئے اور خادم نے دروازہ بند کر دیا یہ شخص سو رہا۔ شیخ عبادت میں مشغول ہوئے آدھی رات کو خادم کو بلا کر کہا، مجھے آج کی رات اس گھر میں ایک آشنا کی بُو آتی ہے جا کر خوب دیکھ، خادم گیا۔ اور حجرے اور خانقاہ اور کوٹھی بغور دیکھی کوئی بیگانہ نہ تھا واپس آکر عرض کیا کوئی نہیں، یہ سُن کر شیخ مشغول ہوگئے۔ تیسری بار پھر سر اٹھا کر خادم کو بلایا، کہا چراغ جلا اور خود اٹھ کر چلے، اور دہلیز کی طرف آئے جب نزدیک پہنچے چراغ کی روشنی اس گھر میں پڑی خواجہ سنکانؒ نے سوچا اب خادم چراغ لے کر اندر آئے گا، مجھے دیکھ کر بگمان چور پکڑے گا، بہتر یہ ہے کہ خود باہر چلوں غرض اٹھ کر باہر آئے، شیخ لقمانؒ نے ان کو دیکھ کر مصافحہ کیا۔ کہا اے فرزند! ہمراہ آؤ ہم تم ہی

کو دیکھتے تھے، اپنے تسبیح خانہ میں لے جاکر رکھا۔ اور ذکر تلقین کیا، اور مشغولی بھی سکھائی تین دن میں اُس کمال کو پہنچے کہ ان کو حکم کیا اب تم سنگان میں جاکر خلقِ خُدا کو دعوت کرو۔

جناب خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ سنگان اور خواجہ حیدر زادہ یہ دونوں سرخس میں تھے، اور دامنِ کوہ میں باہر شہر سے خواجہ حیدر کے اقارب نے آبادی کی تھی، اس محلّہ کو حیدر زادہ کہتے ہیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ خواجہ حیدر کو ایک حال پیدا ہوا یہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں غائب ہوگئے۔ وہاں پہاڑوں کا سلسلہ بہت بڑا دور تک ہے، اس کو چند سال گذر گئے۔ ایک بار کسی شخص کا ان پہاڑوں میں گذر ہوا، ایک جوان کو وہاں دیکھا کہ اپنے بدن پر درختوں کے پتّے باندھے ہوئے ایک ڈولی میں ہرن کے تھنوں سے دودھ دوہتا ہے اور پیتا ہے اِس شخص کو دیکھ کر غائب ہوگیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ جو حیدر زادہ غائب ہوگیا ہے شائد وہ یہی ہوگا غرض اس نے شہر میں آکر حیدر زادہ کے ماں باپ سے کہا کہ میں نے تمہارے فرزند کو فلاں پہاڑ میں دیکھا ہے کہ پتے بدن پر باندھے پتوں کی ڈولی میں ہرنی کا دودھ دوھکر پیتا تھا مجھ کو دیکھ کر غائب ہوگیا، جب باپ نے یہ سُنا تو سمجھ لو کہ برسوں کے گم ہوئے فرزند کی جب باپ خبر سُنے تو کیسا بیتاب ہوگا، اسی وقت دوڑا، اور سب پہاڑوں میں پھرا، کہیں نہ پایا۔ لاچار ہو کر شیخ لقمان کی خدمت میں آیا، کہا برسوں سے میرا لڑکا مفقود الخبر ہے، بوڑھی ماں اس کی رویا کرتی ہے اور میری زندگی بھی تلخ ہے اب ایک پہاڑ میں پتہ ملا تھا، میں ڈھونڈ آیا کہیں نہ ملا، آپ مقرب الہٰی ہیں اور وہ بھی درویش صفت ہے اگر آپ اس ویرانہ میں تشریف لے چلیں تو امید ہے کہ آپ کے ملنے کو آئے آپ کی برکت سے میں بھی بعد مدت اسے دیکھ لوں گا، شیخ نے کہا بہتر، اور اُٹھ کر اس کے ساتھ ہو لئے، جب اس کوہ میں پہنچے تو خواجہ حیدر زادہ

ظاہر ہو کر شیخ کے پاس آیا اور باپ سے بھی ملا، شیخ نے کہا گھر میں چل اور خلقِ خدا کو حق کی دعوت و تبلیغ کر، اور ماں باپ سے مل کر انہیں خوش کر۔ حیدر زادؔ شیخ سے بولا، میں آبادی میں نہیں رہ سکتا، میرے والدین سے فرما دیں کہ دامن میں اس پہاڑ کے آرہیں، میں ہر روز ان سے مل جایا کروں گا۔ لہذا والدین اُن کے اُس دامنِ کوہ میں مع دیگر اہلِ قرابت جا بسے، آبادی ہوتے ہوتے ایک گاؤں بس گیا اور حیدر زادہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر مناسب اس مجلس کے یہ حکایت بیان فرمائی ؛

حکایت حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے حال میں شراب کی بھری مشکیں گدھے پر لاد کر شہر میں لاتے، مزدوری کرتے یا بیچتے۔ ایک دن گدھے کو ہانکتے جاتے تھے، ایک نہر پر جا کر گدھا کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے اسے کوڑا مارا، کہا چل۔ گدھے نے منہ پھیر کر کہا، عجب حال ہے کہ احمد کہتا ہے چل، اَحَدؔ حکم کرتا ہے مت چل۔ شیخ احمدؔ کو یہ سُن کر ایک حال پیدا ہوا۔ مشکیں پھاڑ کر پھینک دیں اور گدھا چھوڑ کر ایک پہاڑ پر جا بیٹھے اور وہاں برسوں مشغول رہے۔ برگہائے اشجار سی کر پہنتے اور گھاس کھاتے۔ اور شاعر عمدہ تھے، جب کوئی شعر کہتے پتھروں پر انگشت سے لکھ دیتے۔ حروف کے نقش پتھروں پر بن جاتے۔ پھر ان کو عالم الغیب سے حکم ہوا کہ اب جا کر خلق کو ہدایت کر۔ پہاڑ سے نیچے اترے۔ اور جب لوگ پہاڑ پر چڑھے، تو وہ اشعار جو باشارۂ انگشت پتھروں پر لکھتے وہ منقش ہو گئے تھے، دیکھے پڑھے اور لکھ لئے ایک کتاب ہو گئی ؛ فقط

۵۲ ویں مجلس

دولتِ پائے بوسی حاصل ہوئی۔ ایک درویش آیا تھا کسی کے ظلم کی

شکایت لے کر۔ جناب خواجہ نے فرمایا، درویش تحمل کر، اگر دوسرے ظلم کریں تم درویش ہو معاف کر دیا کرو۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار راہ میں جاتے تھے، ایک مست جوان گھوڑے پر سوار پیش آیا اور خواجہ کو زور سے کوڑا مار کر کہا، یہ شراب کا مٹکا سر پر اٹھالے خواجہ صاحب سر پر اٹھاکر ساتھ چل دیئے اور اُس کے گھر پہنچا دیا، وہاں ایک گویا سارنگی بجا رہا تھا۔ جب خواجہ نے شراب کا مٹکا اُتارا، تو اُس جوان نے طنبور گویتے کے ہاتھ سے لے کر خواجہ کے سرِ مبارک پر اس زور سے مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا بلکہ گوشہ طنبور بھی ٹوٹا۔ خواجہ باہر آئے اور دجلہ پر جاکر کپڑے اور سر خون آلودہ دھویا اور آکر اپنا مصلیٰ لیا اور بازار میں لے جاکر بیچا۔ پھر اس جوان کے گھر جاکر نصف قیمتِ مصلیٰ اس کے نذر کی اور کہا تم نے جو طنبور میرے اٹھا کر مارا مبادا! تمہارے ہاتھ کو کچھ رنج پہنچا ہو یہ اُس کا شکرانہ قبول کیجئے۔ جب جوان نے یہ خوش خُلقی خواجہ کی دیکھی اپنی پگڑی گردن میں ڈال کر قدموں میں گر پڑا اور خالص دل سے توبہ کی۔ پھر جنابِ خواجہ وہاں سے اُس گویتے کے گھر گئے اور باقی نصف قیمت مصلیٰ کی اس کے روبرو رکھی اور کہا میرے سر کی شومی سے تمہارا طنبور ٹوٹا یہ شکرانہ عوض اُس کا قبول ہو۔ اس نے بھی جب آپ کا یہ خُلقِ حَسَن دیکھا، رویا اور قدموں پر گر کر تائب ہوا۔

جب جناب خواجہ نے یہ حکایت تمام کی تو اُس درویش نے کہ رنجیدہ تھا، عرض کیا کہ ارشادِ حضرت بجا درست ہے مگر کوئی فقیر راہ میں جا رہا تھا، ایک نے آکر پیچھے سے گھونسہ مارا، اس نے منہ پھیر کر اس کو دیکھا وہ بولا کیا دیکھتا ہے، تم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے فقیر نے کہا بجا درست ہے مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ سیاہ رو کون ہے۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سُن کر جانا کہ ابھی اس کو رنج باقی ہے، فرمایا طریقہ درویشی تو یہی ہے جو بیان ہوا۔ آگے

تم جانو +

پھر کھانا لایا گیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا مجھے یاد آتا ہے کہ یہ حکایت حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے شائد عوارف کے باب اخلاق میں لکھی ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سفر میں تھے، اصفہان پہنچے وہاں کے حاکم نے آپ کی تشریف آوری کا حال سُن کر خوان کھانے کے، قیدیوں کے سروں پر بطریق دعوت بھیجے آپ نے فرمایا دسترخوان بچھا دیں اور سب حاضرین کو کھانا کھانے کو کہیں بعد سب کے میرے ہاتھ دھلائیں۔ میں بھی سب کے ساتھ کھاؤں گا۔ خادموں نے عرض کیا کہ کھانا حاکم کی طرف سے قیدیوں کے سروں پر آیا ہے۔ فرمایا قیدیوں کو بھی ساتھ کھانے کے واسطے کہو۔ غرض دسترخوان آراستہ اور تمام حاضرین مع قیدیوں کے بیٹھے۔ شیخ ہاتھ دھو کر جب آئے تو گذر آپ کا قیدیوں کی طرف سے ہوا۔ انہیں میں بیٹھ گئے +

پھر حکایت فرمائی کہ شیخ عبد اللہ خفیف کو کہیں دعوت میں بلایا گیا، جب کھانا رکھا گیا تو بہت اقسام کا تھا اور حلوائے لوزینہ (بادامی حلوہ) بکثرت، اور بھی قریب تر سب کھانوں سے تھا۔ شیخ نے اس صحنک سے ایک لوزینہ (بادام) اٹھا کر نوش کیا۔ عمدہ بنا ہوا تھا لہٰذا دوسرا لوزینہ بھی اٹھا کر کھایا۔ اس وقت خیال ہوا کہ یہ دوسرا لوزینہ خدا کے واسطے نہیں کھایا لذت کو کھایا ہے کہ دل کو پسند ہوا تھا، ہنوز وہ لوزینہ مُنہ میں تھا کہ شیخ نے اپنی زبان چاب لی، خون نکلنے لگا ہر بار رومال سے پونچھ لیتے۔ جب خون زیادہ ہوا تو معتقدین نے پریشان ہو کر دریافت کیا کہ خیر ہے خون کیوں نکلتا ہے۔ فرمایا، میں نے پہلے ایک لوزینہ کھایا تھا بہت لذیذ تھا، دوبارہ پھر وہی کھایا۔ خیال آیا یہ کھانا خُدا کے واسطے نہیں لذت کو کھایا تھا، لہٰذا سزائے نفس کو اپنی زبان چاب لی ہے +

پھر اور حکایت فرمائی کہ ایک بار عبداللہ خفیف کو بخار آیا اپنے تپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے تپ یہاں بجائے شربت کے عمدہ آب شور (نمکین پانی) ہے اور بعوض بسترِ ریشمین کے موٹا کمبل، اگر شربت لذیذ اور فرش حریر چاہتا ہے تو عضد الدولہ حاکم شہر کے پاس جا، وہاں کے حاکم کا لقب عضد الدولہ ہے۔ جیسے حاکمِ روم کو قیصر اور والیٔ مصر کو عزیز کہتے ہیں اُس وقت وہ شیخ عبداللہ خفیف شیراز میں تھے اور وہاں سے مقام عضد الدولہ تک مسافت چند روزہ تھی، جس وقت شیخ نے یہاں یہ بات کہی اسی وقت وہاں عضد الدولہ کو بخار آیا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ بخار بھیجا ہوا شیخ عبداللہ خفیف کا ہے، فی الحال شیخ کی خدمت میں عرضی لکھی کہ جو مہمان اپنا جناب میرے پاس بھیجتے ہیں، میں اُسے بسر و چشم قبول کرتا ہوں مگر اس مہمانِ تن کاہ جان خراش نورسیدہ کو میں قبول نہیں کر سکتا، جب عرضی اس کی شیخ کی خدمت میں آئی آپ نے فاتحہ اس کی صحت کو پڑھی۔ فی الفور بخار جاتا رہا۔ پھر فرمایا کیا خوب شیخ تھے اور کیا خوب بادشاہ، یہاں سے شیخ نے تپ بھیجی اس نے جان لیا کہ فرستادہ شیخ ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

۵۳ ویں مجلس

بالخیر والسعادت ملاقات حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ کے پاؤں مبارک سوج گئے تھے، اور درد تھا۔ میں نے یہ رباعی پڑھی، خاطر مبارک کو خوشی ہوئی ۔

رباعی

آماس کہ از پائے مبارک زاد است — زانست کہ بوسہا ملائک داد است
یا خود ز جہاں ہمی رود بہر وداع — درد آمدہ در پائے شما افتاد است

پھر تقریر شروع ہوئی اول صفتِ دوزخ بیان کی، پھر صفتِ بہشت

شروع کی ، میں نے سوال کیا تھا ۔ فرمایا جب بہشتی بہشت میں جائیں گے تو ایک نور بہشت میں چمکے گا کہ آٹھوں جنتیں اس نور سے روشن ہو جائیں گی سب بہشتی سجدہ کریں گے بگمان اس بات کے کہ یہ نُور تجلی پروردگار کریم و رحیم کا ہے ہم پر فرمان ہو گا ۔ یا عبادی لیس الامر کذلك ولکن ھذا نور جاریۃ تبسمت علی وجہ صاحبھا ۔ پھر فرمایا جو بادشاہ بہشتی ہیں جب قصرہائے بہشت دیکھیں گے تو اپنے محلہائے دُنیا کو ان کے رُوبرو گھوڑا (طویلہ) جانیں گے ۔ میں نے عرض کیا بیان دوزخ کے وقت بندہ حاضر نہ تھا کہ سُنتا ۔ فرمایا پھر سُنو ، اور میری خاطر سے چند باتیں اعادہ فرمائیں کہ اگر دوزخی دوزخ میں آتشِ دُنیا پائیں تو اُس آگ میں آرام سے سو رہیں اور اگر آتش دوزخ برابر ناکے سوئی کے پہاڑوں پر رکھی جائے تو تمام پانی زمین کے خُشک ہو جائیں اور اگر ایک بندہ مشرق میں عذاب کیا جائے اور دوسرا بندہ مغرب میں ہو تو اُس کے سانس سے ہلاک ہو جائے ٭

پھر یہ حکایت فرمائی کہ مولانا شہاب الدین اوشی نے برسوں زیرِ منارۂ مسجد جامع دہلی کے وعظ کہا ہے ۔ وہ ہمیشہ ذکر عذاب کا کیا کرتے تھے کبھی بیانِ رحمت نہ فرماتے ۔ ایک بار لوگوں نے جمع ہو کر مولانا سے کہا کہ کبھی آپ بیانِ رحمت نہیں کرتے ہمیشہ ذکرِ عذاب فرماتے ہیں کچھ رحمت کا بھی بیان کیجیئے ۔ مولانا نے کہا ، میں نے برسوں عذاب کا ذکر کیا تم نے خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا اگر رحمت کا بیان کرتا تو کیا حال ہوتا ۔ اس پر مناسب وعظ یہ حکایت فرمائی کہ شیخ سیف الدین باخرزی ابتدائے حال میں وعظ کہا کرتے تھے اور درویشوں کے معتقد نہ تھے ۔ وعظ میں درویشوں کو بُرا کہا کرتے ایک بار شیخ نجم الدین کبریٰ اُن کے وعظ میں حاضر ہوئے ان کو دیکھ کر بہت زیادہ بُرا کہنا شروع کیا ۔ جب منبر سے اترے تو شیخ نجم الدین

اٹھ کر آگے چلنے لگے اور شیخ سیف الدین واعظ پیچھے تھے۔ شیخ نجم الدین نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا ابھی یہ صوفی نہیں آیا۔ اُسی وقت شیخ سیف الدین دوڑے اور شیخ کے قدموں میں گر پڑے، پھر شیخ نجم الدین سوار ہوئے اور شیخ سیف الدین نے غاشیہ پکڑ لیا اور ان کے گھر تک گئے۔ شیخ نجم الدین نے پاؤں دراز کر کے کہا موزہ کھینچ۔ انہوں نے موزہ کھینچ لیا بعدہٗ مرید ہوئے۔ شیخ نجم الدین نے فرمایا بخارا میں جا۔ اور وہاں خلق کو دعوتِ حق کر۔ ایک دن میں اس قدر نعمت خلافتِ ارشاد کی پائی +

پھر یہ دوسری حکایت کہی کہ جب قندو بادشاہِ مغل مرا اور اس کا پسر خربندہ نام، اس کی جگہ بادشاہ ہوا تو اُس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں شیخ سیف الدین باخرزی کے روبرو مسلمان ہو گیا ہوں بیدار ہو کر یہ خواب اپنی بیوی ملکہ سے بیان کیا وہ فی الفور اسلام لے آئی حضرت خواجہ نے فرمایا صحبت خواب کا اثر دیکھو کہ اُسکی چار عورتیں تھیں سب کو بلا کر یہ خواب سنایا۔ سب بمجرد سننے کے مسلمان ہو گئیں۔ پھر فرزندوں کو بُلا کر خواب سُنایا وہ بھی مسلمان ہو گئے پھر بتدریج ارکانِ دولت اور مقربانِ بارگاہ کو بُلایا اور اُن سے خواب بیان کیا، ہر ایک مسلمان ہوتا گیا۔ اور خربندہ نے شیخ سیف الدین کو جب خواب میں دیکھا تھا تو جبۂ صوف اور دستار مصری پہنے دیکھا، جب سب لشکر مسلمان ہو گیا۔ تو بادشاہ نے دل میں کہا کہ جس کے روبرو میں خواب میں مسلمان ہوا ہوں وہ بزرگ ہنوز بخارا میں زندہ ہیں اُن کو جا کر دیکھنا ضروری ہے کہ قدم بوسی سے اور سعادت حاصل کروں۔ اس ارادے سے چند ہزار سواروں کے ساتھ بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ اہلِ بخارا اس کی آمد کی خبر سُن کر خوف زدہ ہوئے۔ خربندہ نے پہلے قاصد بھیجے شیخ کی خدمت میں کہ میں آپ کی زیارت کو آتا ہوں حصُولِ سعادت کو۔ اہلِ بخارا کو

فرمائیں کہ خوش حال رہیں، اور خیال کرکے ہراساں نہ ہوں۔ شیخ نے سب کو مطمئن کردیا۔ خربندہ جب بخارا پہنچا، بیرونِ شہر لشکر چھوڑ کر معہ حرم و اولاد شہر میں شیخ کی زیارت کو چلا، لوگوں نے شیخ کو مطلع کیا کہ خربندہ ملاقات کو آتا ہے۔ آپ نے فرمایا اب اُسے خربندہ نہ کہو۔ خدا کا بندہ کہو۔ پھر اس کا نام خُدا بندہ مشہور ہوا۔ پھر شیخ نے خادم سے فرمایا کہ جبۂ صوف اور دستارِ مصری لائے تاکہ پہن کر ملاقات کروں۔ عرض کیا اس کی کیا حقیقت ہے کہ شیخ اس کے واسطے یہ تکلیف فرماتے ہیں۔ فرمایا تکلیف نہیں ہے۔ اس نے جس رات مجھے خواب یں دیکھا تھا تو میں جبۂ صوف اور دستارِ مصری پہنے تھا اب اس واسطے پہنتا ہوں کہ مجھ کو اس صورت میں دیکھ کر پہچانے کہ وہی شیخ ہے اور سعادت بیشتر حاصل کرے۔

پھر یہ اور حکایت ان کی فرمائی کہ ایک بار شیخ سیف الدین باخرزی وعظ کہہ رہے تھے، مجلس گرم ہوئی۔ منبر سے قریب چھت میں ایک سوراخ تھا، ایک سانپ اس سوراخ سے نکلا اور پھن کھول کر سامنے کھڑا ہوگیا سب لوگ اس طرف دیکھنے لگے اور توجہ شیخ کی طرف سے ہٹ گئی۔ شیخ نے لوگوں سے پوچھا کیا ہے؟ کہا ایک سانپ آیا ہے فرمایا اس کو پریشان مت کرو کلامِ الٰہی سننے آیا ہے جب شیخ منبر سے اترے وہ سانپ سوراخ میں چلا گیا۔ شیخ کچھ دیر چپ رہے پھر یہ شعر خواجہ نظامی کا پڑھا۔

شعر

نظامی تاتوانی پارسا باش . کہ نورِ پارسائی شمعِ دلہا است

فرمایا حضرت نظامی رحمۃ اللہ علیہ شکمِ مادر میں ہی پارسا تھے اور مجاہدہ اپنے اُوپر وہیں سے اختیار کیا تھا۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

پھر حضرت نے یہ حکایت بیان فرمائی۔

حکایت ۔ اجودھن کا ایک عامل (حاکم) حضرت شیخ فرید الدین کے فرزندوں کو

ستایا کرتا، اور وہ ہر بار جناب شیخ کے رُوبرو شکایت کیا کرتے۔ اور ستانے کی وجہ یہ تھی کہ صاحبزادوں نے کچھ زمین پر کاشت کر رکھی تھی مگر ہر بار جنابِ شیخ اُن کو صبر کی تاکید فرماتے۔ ایک بار جناب شیخ وضو کر رہے تھے، کہ صاحبزادوں نے آکر کہا تمہاری بزرگی اور کرامت ہمارے کِس کام آئے گی کہ عامل یہاں کا ہم پر ظلم کرتا ہے اور ناحق ستاتا ہے۔ شیخ نے یہ سُن کر اپنا عصا اٹھایا اور اُس سے ایسا اشارہ کیا جیسے کسی کو ہٹاتے ہیں۔ لڑکوں سے فرمایا تم گھر جاؤ۔ اتفاقاً اسی وقت عامل کو دردِ شکم شروع ہوا۔ لوگ اس کو دروازۂ شیخ پر اٹھا لائے اور عرض کیا کہ حکم ہو تو رُوبرو واسطے عفو خطا کے لائیں۔ آپ نے فرمایا تیر نشانہ پر پہنچ گیا، واپس لے جاؤ۔ وہ گھر پہنچ کر مرگیا۔ لوگوں نے اطلاع کی کہ حاکم نے وفات کی اس وقت آپنے فرمایا کہ چالیس برس تک جو کچھ خدائے تعالیٰ نے فرمایا، بندہ مسعود (حضرت کا اسمِ گرامی) نے وہی کیا اب چند سال سے جو کچھ مسعود کے دل میں خطرہ ہوتا ہے یا اسے مانگتا ہے پاتا ہے۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ ربِّ العالمین۔

۵۴ ویں مجلس

بخیر و سعادت دولتِ قدم بوس حاصل ہوئی۔ ایک عزیز ملتان سے آیا تھا۔ اور صالح و متدیّن تھا۔ خواجہ نے اُس سے حال دریافت کیا عرض کیا تجارت کیا کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ لقمۂ تجارت اچھا لقمہ ہے اور مناسب اِس کے یہ حکایت فرمائی کہ اودھ میں ایک سوداگر تھا، اس کو خواجگی خجندی کہتے تھے، حافظِ قرآن تھا، اور وہ جامع مسجد اودھ کے حلقہ میں ایک جگہ بیٹھا کرتے اور وہ موٹے کپڑے سستی قیمت کے لاکر بیچا کرتے، بڑے مالدار تھے۔ لوگوں نے کہا، مال تمہارے پاس بہت ہے۔ موٹا مال کیوں لاتے ہو عمدہ سامان قیمتی لاؤ کہ نفع زیادہ حاصل ہو،

انہوں نے کہا میں گھٹیا مال اس لیئے لاتا ہوں کہ یہ فقراء و مساکین کی پوشاک ہے، اور باریک پارچہ بیش قیمت لباس ترکوں اور سپاہیوں کا ہے پھر ان کی یہ حکایت فرمائی

حکایت ایک بار وہ گٹھے موٹے کپڑے کے دہلی لئے چلے جاتے تھے راہ میں جو دریا تھا اس کے کنارے کیچڑ بہت تھی۔ جب گاڑیوں سے اسباب کشتی پر چڑھانے لگے تو ایک گانٹھ دریا میں گر کر ڈوب گئی۔ ہرچند ملاحوں نے ڈھونڈھی، دستیاب نہ ہوئی۔ خواجگی خجندی نے کہا، میرا مال ہرگز کم نہ ہوگا میں نے مال کی زکوٰۃ دے دی ہے۔ لوگوں نے اسے دیوانہ کہا کہ مال ڈوب گیا اور ڈھونڈھنے سے نہ ملا یہ کہے جاتا ہے کہ نہ جائے گا۔ اور کیسے جاتا ہے؛ غرض خواجگی خجندی دہلی گئے۔ اور مال بیچ کر لوٹے، جب اُسی جگہ دریا پر پہونچے تو اُس مدت میں دریا ہٹ گیا تھا اور گارا سوکھ گیا تھا، دریا کے کنارے درخت کریہ ڈال دیا تھا کہ اس پر بیٹھ کر وضو کریں یا نہائیں دھوئیں۔ ایک لڑکا اس تنے پر بیٹھ کر وضو کرنے لگا زمین کی طرف دیکھا تو ایک رسّی پڑی دیکھی اُسے پکڑ کر کھینچا وہ مضبوط دبی ہوئی تھی، ریت کو ہٹایا تو وہ گانٹھ نکل آئی۔ اٹھ کر چلایا کہ کسی کی گانٹھ ریت تلے دبی ہوئی ہے خواجگی خجندی نے اس کا پکارنا سُنا کہا میری گانٹھ ہے۔ نوکروں اور مزدوروں نے اُسے نکال کر کھولا۔ سب تھان اس کے صحیح و سلامت تھے، کوئی خراب اور گیلا نہ ہوا تھا۔ تب خواجگی بولے میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرا مال ضائع نہ جائیگا۔ پھر یہ دوسری حکایت فرمائی۔

حکایت ایک بار خواجگی خجندی کے لڑکوں کو حسام الدین پسر ملک تکین حاکم شہر نے قید کیا تھا۔ ایک اودھ کا رہنے والا محفل عالی میں حاضر تھا اور اُن لڑکوں سے واقف تھا، بولا ایک کا نام مولانا شیرد تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ہاں۔ مگر یہ نام چھوٹے لڑکے کا ہے۔ الغرض ملک تکین کے فرزند نے اُس رات خواب میں دیکھا کہ کوئی اُس

سے کہتا ہے کہ اُن کے لڑکوں کو چھوڑتا ہے یا نہیں ؛ جب بیدار ہوا تو ہیبت اس کے دل پر غالب ہوئی ۔ رات ہی کو حکم کیا کہ اُن کو چھوڑ دیں اور روبرو بلاکر معذرت کی اور کچھ تحفے دے کر بعد خوشنودی رخصت کیا ۔ اور یہ حکایت ان کی فرمائی +

حکایت ایک بار خواجگی خجندی نے دہلی میں آکر مال بیچا تھا اور سب روپیہ حجرے میں مقفّل کرکے خود کسی کام کو گئے تھے ۔ اُن کا غلام چھت توڑ کر مکان میں کودا اور سب نقدی لے کر بھاگ گیا ۔ خواجگی خجندی شیخ الاسلام حضرت نظام الحقؒ و الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے ۔ اور عرض کی کہ میرا غلام سب نقدی لے کر بھاگ گیا ہے ۔ جناب شیخ نے کچھ دیر مراقبہ فرماکر کہا خواجگی جب وطن کو جاؤ تو مجھ سے مل کر جانا ۔ غرض روانگی کے وقت وہ شیخ سے رخصت ہونے آئے آپ نے فرمایا تمہارا غلام قید ہوگیا ہے گھر جاؤ ۔ خواجگی اودھ پہنچے ایک روز صرافوں کے بازار میں گئے تھے ، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ پروانہ لئے ہوئے پکارتا ہے کہ خواجگی خجندی کا گھر کہاں ہے ؛ انہوں نے اس کے پاس جاکر کہا وہ خواجگی میں ہوں ۔ اس نے پوچھا اے شیخ کیا کوئی تمہارا غلام بھاگا ہے ! کہا ہاں ۔ پھر پوچھا کچھ نقدی لے گیا ہے ؟ کہا ہاں ۔ کہا اس کو کوتوال کڑہ نے قید کیا ہے ، وہ شراب خانہ میں تھا کسی نے اس کے حال سے اطلاع پاکر گرفتار کیا اور وہاں کے کوتوال کے پاس لے گیا جب ڈرایا اور تحقیق کیا تو بولا میں خواجگی خجندی کا غلام ہوں ۔ میرا مالک شہر اودھ میں ہے تم خط لکھ کر دریافت کرلو ۔ یہ تقریر کرکے اس شخص نے وہ پروانہ کوتوال کڑہ کا خواجگی کو دیا اس میں لکھا تھا کہ مالک دو گواہ معتبر اپنے ہمراہ لائیے اور اپنا غلام اور مال لے جائیے خواجگی اسی وقت معہ دو گواہ معتبر کے کڑہ گئے اور غلام اور مال قبضہ میں لے لئے اور تنکہائے زر سے سات تنکے خرچ ہوئے تھے باقی سب موجود تھے +

پھر جناب خواجہ نے فرمایا کہ ہم سب حلقہ میں مسجد جامع اودھ کے ایک

جگہ بیٹھا کرتے، ان کا قاعدہ تھا کہ جب وہ گھر سے نکلتے تو ایک آستین میں قندِ سیاہ (گڑ) اور دوسری آستین میں تل اور شکر رکھ لیتے۔ جو فقیر ملتا اس کو ایک ٹکڑا گڑ کا دیتے۔ اور شکر اور تِل مزاروں پر لے جاتے اور چیونٹیوں کے سوراخوں میں ڈالتے۔ پھر فرمایا وہ بارہا دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ پر طمانچے دونوں طرف مارتے اور کہا کرتے خواجگی مسلمان بن جا۔ والحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین ؂

۵۵ ویں مجلس

بالخیر والسعادت دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ قلندر آئے ہوئے تھے حضرت خواجہ نے انہیں رات کو مہمان رکھا تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے پوچھا کہ فقرا، اوپر بیٹھے ہیں یا نیچے دالان میں؟ میں نے عرض کیا، اوپر بالاخانہ میں ہیں۔ ارشاد کیا، ان دنوں فقرا، گم ہوگئے ہیں، عہدِ سعادت حضرت سلطان الاولیاء میں گروہ در گروہ ہر طبقہ کے آیا کرتے۔ جناب شیخ اُن کو ایک دن مہمان رکھتے پھر فرمایا اُن دنوں لوگوں میں توکل تھا پھر اس زمانہ کی فراخی اور ارزانی کا ذکر فرمایا کہ گندم و شکر اور جامہ اور ضروریات سب ارزاں تھیں اگر کوئی ایک جماعت کی دعوت کرنا چاہتا تو دو چار تنکہ میں اس قدر کھانا پک جاتا کہ جماعت کو کافی ہوتا۔ پھر اور مشائخ کے لنگروں کا جو اس وقت شہر و اطراف میں تھے، ذِکر کیا کہ لنگرِ رمضان قلندر اور لنگر ملک یار پران کے بڑے لنگر تھے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ان دنوں اس طرح کے لوگ نہ تھے بلکہ سب مردانِ با مہابت اور درویشانِ کامل تھے۔ شیخ بدر الدین سمرقندی سنگولہ میں بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہمارے خواجہ کے پاس اکثر آیا جایا کرتے، دعوتیں بہت ہوتیں اور ان کو سماع میں بہت غلو تھا۔ جب عرس ہوا کرتا تو حضرت خواجہ سب لنگرداروں کو بلواتے۔ اور بہت درویش اطراف و

جوانب سے آتے۔ عجیب ذوق وراحت اور عجیب برکت وشوکت ہوتی، اب نہ وہ لنگر
ہیں اور نہ وہ مشائخ، سب مٹ مٹا گئے۔ فقرا، منتظر رہتے ہیں کوئی نہیں جناب خواجہ
اس وقت کو یاد فرماکر آنسو بھر لائے اور یہ حکایت بیان فرمائی۔

حکایت ایک بار کسی نے محلدار کے باغ میں دعوت کی اور ہمارے خواجہ جناب
شیخ نظام الدین قدس سرہ العزیز کو بلوایا۔ معلوم ہے کہ جہاں شیخ جائیں اور باغ
میں دعوت ہو تو کیا ہجوم ہوگا۔ ہر طرف سے مخلوق جمع ہوئی۔ اور لوگ بکثرت آئے۔
مجلس سماع شروع ہوئی۔ جب قوالی سے فراغت ہوئی تو صاحبِ دعوت ہجوم خلق سے
حیران ہوا کہ پچاس یا ساٹھ آدمی کا کھانا تیار کیا تھا یہاں ہزار سے زیادہ ہوگئے
وہ غریب کیا کرے۔ محفل میں آکر لوگوں سے عذر کرنے لگا۔ جناب شیخ نے فرمایا یہ
بات پسندیدہ نہیں کہ یہ سب محروم جائیں اور کچھ لوگ کھائیں۔ جب سماع میں سب
شریک تھے تو طعام میں بھی شریک رہیں اگر تم ان کو بے کھاتے رخصت کروگے تو ہم
بھی نہ کھائیں گے۔ پھر دریافت فرمایا کھانا کس قدر ہے۔ عرض کیا نان و گوشت و
قرص پکائے ہیں۔ شیخ نے فرمایا ہر قرص کے چار ٹکڑے کرو اگر کم ہوں تو چھ ٹکڑے رو ٹیاں
بھی۔ اگر ایک ایک کفایت نہ کریں تو آدھی آدھی کردے ہم سماع کو آتے ہیں نہ کھانے
کو۔ پھر شیخ نے مبشر خادم سے کہا، جا کھانا آراستہ کر۔ مبشر گیا اور حسبِ ارشاد کیا۔
لوگ درختوں کے تلے بیٹھے تھے، کھلانا شروع کیا۔ ہر صحنک میں بارہ آدمی شریک
کئے۔ اللہ تعالیٰ نے بہ برکت شیخ وہ وسعت فرمائی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔

پھر فرمایا جب میں اودھ سے آیا کرتا تو اکثر یار میرے دعوت کیا کرتے۔ مولانا
برہان الدین غریب جناب شراہ اور امیر خسرو اور امیر حسن وغیرہ احباب جب میرا آنا
سنتے تو دعاگو کی چند روز تک متواتر دعوت کیا کرتے اور شیخ سے استدعا کرتے کہ فلانے
کو اجازت دعوت کھلانے کی ہو ایک دن پہلے مجھ سے کہہ دیتے کہ کل ہمارے یہاں

دعوت ہے کہ اگر اُسی دن غیاث پور سے شہر کو جانا ہوتا تو تھک جاتا اس لئے

اس روز مولانا برہان الدین کے گھر میں رہا کرتا۔ دوسرے دن اُن کے ہمراہ
جاتا اور دعوت ظہر تک ہوا کرتی۔ کبھی عصر تک بھی رہنا ہوتا۔ جب لوٹتا تو بے وقت
ہو جاتا تھا۔ غیاث پور تک پہونچنا نہ ہوتا۔ اس رات بھی مولانا برہان الدین کے گھر
میں رہنا ہوتا، کبھی تیسرے دن بھی کہ صبح کو کوئی یار آجاتا اور کہتا کہ ذرا توقف کرو
ناشتہ لاتا ہوں۔ غرض چاشت تک ٹھہرنا ہوتا۔ غرض دوپہر کو غیاث پور پہنچتا۔ پھر اُس
دن بھی شیخ کی زیارت کو نہ جاسکتا۔ الغرض ایک بار میں اودھ سے آیا تھا اور بھائی
یعنی پدرِ خواجہ یوسف بھی ہمراہ تھے اور اُن دنوں میں نے تقلیلِ طعام کی تھی۔ بھائی نے
مبشر سے کہہ دیا کہ فلانے نے کھانا چھوڑ دیا ہے اور معرض تلف میں پڑا ہے۔ خدمت
شیخ میں عرض کردی۔ مبشر نے خدمت شیخ میں اور بڑھا کر عرض کیا کہ جب رکابی بھر کر
فلانے کے پاس لے جاتا ہوں تو بلاکم وکاست ویسے ہی لوٹ آتی ہے۔ جناب شیخ نے
افطار کے وقت ایک قرص قریب دو سیر کا مجھے دیا اور بہت سا حلوہ اس پر رکھا تھا۔
جن یاروں کا صومِ دوام ہوتا اُن کو حضرت شیخ کے یہاں سے سوائے رمضان شریف
سحری ملا کرتی۔ چنانچہ مولانا فخر الدین زرادی اور مولانا حسام الدین ملتانی اور
مولانا شہاب الدین کو کہ یہ ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے۔ مگر مولانا برہان الدین غریب
کہ بسبب ضعفِ چشم کے روزے سے معذور تھے اُن کو ماہِ رمضان میں سحری ملتی
اور سحری کو کھچڑی روغن میں پکی ہوئی آیا کرتی یار جمع ہوتے اور ہاتھ دھو کر کھچڑی
کھاتے۔ غرض جب شیخ نے مجھ کو وہ قرص دیا تو میں حیران ہوا کہ اس کو کس
طرح کھاؤں گا بیمار نہ ہو جاؤں۔ یہ قرص تو میرے لئے بیس دن بلکہ زائد کیلئے
کافی ہے۔ بعد عشار وہ قرص میں نے روبرو رکھا اور کچھ کچھ کھانا شروع کیا۔ آدھی
رات کو تھوڑی آنکھ لگی تھی کہ فی الفور اٹھ کر وضو کیا اور تہجد پڑھی پھر وہ قرص لے کر

کھانے بیٹھا۔ برکت ولایتِ شیخ سے صبح تک سب کھالیا اور کوئی زحمت نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا ان دنوں ایسا ہوا کہ متواتر تین دعوتیں ہوئیں۔ اور ہر دعوت میں تین تین شہروں میں رہنا پڑا اور نو روز تک زیارتِ شیخ میسر نہ ہوئی۔ ہر جگہ سے پیامِ دعوت آتا اور شیخ سے واسطے اجازت کے عرض کرتے، ان دنوں اِن کا ایک خادم نصیر نامی تھا۔ فرمانِ شیخ پہونچاتا کہ فلاں جگہ دعوت میں جا۔ میں نے عرض کیا مجھ کو خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے فرمایا کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ غلام اودھ سے اس شوق سے آتا ہے کہ چند روز حضرت کے قدموں میں رہے۔ اور ہر روز آپ کو دیکھوں۔ یہاں ہر کوئی دعوت کرتا ہے اور حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کرتا ہے مجھ کو حکم آتا ہے کہ دعوت میں جا۔ صبح جاتا ہوں اور مولانا برہان الدین غریب کے گھر میں شب کو رہتا ہوں دوسرا دن دعوت کا ہوتا ہے اُس دن بھی حضرت کی خدمت میں نہیں آسکتا تیسرے دن بھی لوگ روکتے ہیں کہ ذرا ٹھہرو ناشتہ کرلو دوپہر کو یہاں آنا ہوتا ہے اُس دن بھی زیارت نصیب نہیں ہوتی۔ تین دن مفت جاتے ہیں۔ یہ سُن کر شیخ نے خادم سے فرمایا کہ جو کوئی مولانا کو بلانے آئے اُسے لوٹا دو۔ اور کہہ دو کہ یارانِ شہر کی دعوت کریں اور ان کو معذور رکھیں وہ عزیز اس جواب سے خاطر شکستہ لوٹ گیا۔ اُس وقت حضرت شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے یہ حکایت بیان فرمائی ؛

حکایت میرے خواجہ یعنی شیخ الاسلام فرید الحق قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز بعد رحلت جناب شیخ قطب الدین بختیار مرحوم و مغفور کے یہاں شہر میں تشریف لائے ان دنوں شہر میں شیخ بدر الدین غزنوی خلیفہ شیخ الاسلام قطب الدین رح بختیار کے تھے۔ لوگ ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے دعوتیں کیا کرتے اور وہ ہمارے جناب خواجہ کو ہر دعوت میں بلاتے آخر ہمارے حضرت نے دل میں کہا۔

"اے مسعود! تو اپنا شکم لقمۂ چرب و شیریں سے موٹا کرتا ہے۔ خُدا کا قرب کیسے حاصل کریگا" یہ سوچ کر بلا رخصت لوگوں کے وہاں سے چلے گئے۔ پھر وہاں بھی قرار نہ فرمایا کہ وہاں بھی معتقدین بہت تھے۔ دل میں کہا وہاں رہنا چاہیے کہ بفراغِ خاطر مشغول رہا کروں۔ کریر، ڈیلہ اور پیلو کھا لیا کروں گا۔ جب ہمارے خواجہ نے ایسی ریاضت اور مجاہدہ اختیار کیا تو درمیان ہمارے خواجہ اور شیخ بدر الدین غزنوی کے کہ وہ بھی حضرت کے خلیفہ تھے اس قدر فرق ہوا جیسے زمین کا آسمان سے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

۵۶ ویں مجلس

بالخیر والسعادت دولت پابوس ہاتھ آئی۔ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا۔ جس قدر سالک کو معرفتِ خدا تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اُسی قدر تعلقات کم ہوتے جاتے ہیں مثلاً اگر کسی کو یہ معرفت حاصل ہوئی کہ حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پھر اپنا دروازہ خوب بند کر کے بیٹھ رہے اور جان لے کہ خُدائے تعالیٰ قادر ہے میرا رزق پہونچائے گا اور تعفف کرے موافق اس آیت شریف کے یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور کسی سے سُوال نہ کرے تو بیشک کامیاب ہوگا۔ موافق اس ارشاد کے من یستعف یعفہ اللہ تعالیٰ ومن استغنی اغناہ اللہ ومن طلبنا فوجدناہ واعطیناہ واسیناہ ومن یستعف احب الینا ممن سألنا اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا، اور جس نے حق تعالیٰ کو جملہ اشیاء پر قادر نہ جانا تو تعلق بالاسباب کرتا ہے۔

اور بعد جاننے کے راغب ترک تعلقات پر ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ یا داؤد اعرفنی نفسک فتفکر داؤد علیہ السلام وقال عرفتک بالوحدانیۃ والقدرۃ والبقاء وعرفت نفسی بالعجز والضعف والفناء فقال اللہ تعالی الاٰن شکرتنی یعنی صفات کمالیہ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی ٭

پھر فرمایا کہ قصہ اُس اعرابی شُتر گُم کردہ کا سُنا ہے میں نے عرض کی ہاں سُنا ہے۔ پھر حکایت بیان فرمائی۔ ایک اعرابی اپنا اونٹ دروازۂ حرم شریف پر بے محافظ چھوڑ کر حرم کے اندر زیارت وطواف کو گیا اور وہاں اکثر ایسے بدو ہیں کہ حرم کے اندر سے بھی لوگوں کی چیزیں لے جاتے ہیں۔ غرض ایک بدّو آکر اس اعرابی کے اونٹ کو جبل ابوقیس پر لے گیا جب اعرابی طواف کر کے نکلا اونٹ کو نہ دیکھا آسمان کی طرف مُنہ اٹھا کر کہا اے خداوندا! کیا میں تیرے سپرد نہ کر گیا تھا۔ قدرتِ الہٰی سے ایک سوار جبل ابوقیس پر ظاہر ہوا اور ایک پتھر بدّو کے ہاتھ پر ایسا مارا کہ اُس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ بولا دروازۂ حرم پر بغیر محافظ کھڑا ہوا تھا۔ میں ہانک لایا ہوں۔ سوار نے کہا اس کا مالک اللہ تعالی سے کہتا ہے۔ میں نے تجھے اونٹ سونپا تھا۔ جلد لے جا کر اس کے سپرد کر۔ پھر اُس بدّو کی پگڑی اتار کر اُس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ باندھا اور دوسرے ہاتھ میں مہار دے کر کہا لے جا۔ بدّو اونٹ حرم میں لے آیا اور اس کے مالک کو دیا۔ اُس نے پوچھا تو کیسے لوٹا لایا؟ بولا یہ اونٹ بے محافظ کھڑا تھا میں لے گیا۔ تو نے حق تعالی سے عرض کی۔ ایک سوار غیب سے ظاہر ہوا اور پتھر میرے ہاتھ پر مارا کہ بیکار ہو گیا اور کہا مالکِ شتر نے خدا تعالی سے عرض کی ہے جلد جا کر اس کا اونٹ پہونچا دے۔ پھر میری پگڑی اتار کر ٹوٹا ہوا ہاتھ باندھ دیا اور دوسرے ہاتھ میں مہار دی میں لے آیا ٭

پھر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا بندگانِ خُدا دو قسم کے ہیں۔ صاحبِ نیاز اور صاحبِ ناز۔ نیازمند جو حرکت کریں دست وپا یا زُبان سے سب موافق شریعت ہوگی۔ مگر اہل ناز گستاخ ہوا کرتے ہیں۔ ایک طالب علم نے سوال کیا کہ جناب مرتبہ نیازمندوں کا بلند ہے یا نازنینوں کا۔ فرمایا نازنین ذی مرتبہ ہوتے ہیں پھر فرمایا جو کوئی اِن دونوں میں سے کسی کی خدمت کرے یا گرد وغبار اُن سے دور کرے تو قیامت کو منادی پکارے گا کہ اَیْنَ الَّذِیْنَ اکرمُوْا الفُقراءَ والمسَاکِیْنَ بعد اس کے یہ حدیث پڑھی۔ یا داؤدُ اذا رأیتَ طالبا فکُن خادما لہ اور یہ دوسری حدیث بھی فرمائی کہ اطلع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل قری فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال ابشروا اھل الصفۃ فرمایا فقراء بہت ہیں مگر چاہیئے کہ فقر وجہد اُن کا بخوشیٔ خاطر ہو کہ من استعف احب الینا ممن طلبنا وارد ہوا ہے ✤

پھر بیانِ سرِّ فاقہ میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں جناب شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس سرہ العزیز کے ایک استاد تھے اُن کو مولانا علاء الدین اصولی کہتے ہیں وہ ہرگز کسی سے کوئی چیز کبھی قبول نہ کرتے مگر وقت حاجت اگر کوئی کچھ لاتا تو لے لیتے۔ ایک دن حضرت مولانا فاقہ سے تھے تنہا بیٹھے کھلّی کھا رہے تھے اس اثنا میں خاص تراش[1] آپ کی اصلاح کو آیا آپ نے اس سے اپنا فقر چھپانے کو وہ پارہ کھلی عمامہ میں چھپا دی جب اس نے اسباب درست کر کے خط بنانا چاہا تو آپ نے عمامہ اتارا کہ سر منڈاؤں۔ اس حرکت میں وہ پارہ کھلی زمین پر گر پڑی۔ اُس نے جان لیا کہ مولانا نے مجھ کو دیکھ کر چھپالی تھی، نہایت تکلیف میں ہیں۔ غرض جب وہ اصلاح بنا کر فارغ ہوا اور باہر نکلا تو ایک امیر کے یہاں

---

[1] حجام ۱۲

گیا۔ چونکہ وہ بوڑھا ماہر حجام مردِ معتبر تھا، اور امراء سے ہر طرح کہتا سنتا رہتا تھا
اُس امیر سے کہا یہ دولت تمہاری کس کام آئیگی ایسا بڑا عالم دیندار فاقہ کرتا ہے
پھر کہا آج میں مولانا علاء الدین اصولی کا خط بنانے گیا تھا، کھلی کھا رہے تھے، مجھ
کو دیکھ کر عمامہ میں چھپالی۔ جب حجامت کے لئے عمامہ اُتارا وہ نیچے گر پڑی وہ اس
راز کے کھل جانے سے شرمندہ ہوئے۔ یہ سُن کر اس امیر نے کئی من میدہ، کئی
من گھی اور ہزار چیتل نقد مولانا کی خدمت میں بھیجے ۔ ان دنوں ہزار چیتل بہت
ہوا کرتے تھے مگر مولانا نے وہ ہدیہ ہرگز قبول نہ کیا لوٹا دیا۔ پھر اس حجام کو بلاکر
کہا فلانے امیر نے کبھی مجھ کو کچھ نہ بھیجا تھا آج تو نے جاکر اُس سے میرا حال کہا اور
راز ظاہر کر دیا تب اس نے سامان بھجوایا۔ اب تو جا اور پھر کبھی میرے پاس نہ
آنا۔ اس حجام نے بہت لوگوں سے سفارش کرائی اور توبہ کی کہ مجھ سے خطا ہوئی
نادانستہ پھر ایسی بات کسی سے نہ کہوں گا تب معاف کر کے اس کو اپنے پاس
بلوایا +

پھر یہ حکایت فرمائی کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قدوری
مولانا علاء الدین اصولی سے تمام کی تو مولانا نے فرمایا، مولانا نظام الدین اب
دستارِ فضیلت باندھو۔ جناب شیخ پگڑی چار گز کی باندھتے تھے بڑی پگڑی
میسر نہ تھی، اپنی والدۂ شریفہ سے آکر کہا اُستاد نے حکم دستار بندی کا
فرمایا ہے۔ میں کہاں سے لاؤں۔ والدۂ شیخ نے کہا بابا خاطر جمع رکھو میں اس
کی تدبیر کر دوں گی۔ پھر روئی خرید کر جولاہے سے دُھنوائی اور آدھی اپنے پاس
رکھی اور آدھی کنیز کو دی کہ جلد کاتے پھر ایک نور باف کو جو پڑوسی تھا۔
سوت دے کر کہا، اس کی پگڑی جلدی بن دے۔ اس نے سب کام چھوڑ کر دو[2]
تین[3] دن میں تیار کر کے آپ کی والدہ کو دی، آپ کی والدہ نے دھلوا کر آپ کے

سپرد کی۔ شیخ نے والدہ سے کہا کچھ پیسے ہوں تو مناسب ہے کہ پگڑی کے ساتھ
استاد کے روبرو لے جاؤں۔ والدہ شریفہ نے آپ کو کچھ پیسے دیئے شیخ وہ دستار
اور پیسے استاد کی خدمت میں لے گئے۔ اُستاد نے کچھ اور ملا کر اپنے پاس سے کھانا
پکوایا۔ پھر آپ سے فرمایا شیخ علی مولا کو بلاؤ اُن دنوں بدایوں میں، دو علی مولا تھے
ایک علی مولا خورد دوسرے علی مولا بزرگ۔ علی مولا خورد کو بلوایا بڑے صاحب دل
اور صاحب قبولیت تھے بعد کھانا کھلانے کے مولانا نے وہ پگڑی اٹھائی اور کھول
کر اپنے دستِ مبارک میں لی حضرت شیخ سے فرمایا قریب آکر پگڑی باندھو آپ
نے دستار باندھ کر چند بار سر مبارک مولانا کے قدموں پر رکھا۔ علی مولا نے
یہ محبت اور ادب دیکھ کر استاد سے ہندی میں کہا" ارے مولانا یہ بڑا ہوسے"
یعنی مرد بزرگ ہوگا پھر دوبارہ کہا کہ بہت بڑا بزرگ ہوگا۔ مولانا علاء الدین اصولی
نے ان سے کہا کہاں سے جانا کہ یہ بڑا بزرگ ہوگا۔ وہ بولے میں اس میں دو
باتیں دیکھتا ہوں اور ہندی میں کہا جو منڈاسا (پگڑی) باندھے سو پائین نہ پرے
یعنی جو دستار فراغت باندھتا ہے پھر وہ کسی کے پاؤں پر نہیں گرتا دوسرے اس کی
پگڑی چکہ ریشمی سے سادہ ہے۔

پھر علی مولا کے ابتدائی زمانہ کی حکایت بیان فرمائی کہ یہ علی مولا قومِ
اہیر سے تھے جب شیخ الاسلام شیخ جلال الدین تبریزی بدایوں میں تشریف لے
گئے تو ایک گھر میں جو سرِ راہ تھا اُترے۔ یہ علی مولا دہی کا مٹکا سر پر لئے اُدھر
سے نکلے۔ شیخ دروازے پر بیٹھے تھے۔ جب علی مولا نے شیخ کو دیکھا دہی کا مٹکا
اتار کر آگے رکھا اور شیخ کے قدموں پر گر پڑے۔ شیخ نے وہ پیش کش اُن کی
قبول کی اور پیالہ و چمچہ منگوا کر اُس میں سے تھوڑا تھوڑا سب کو کھلایا اور خود بھی
کھایا۔ پھر ان علی مولا سے کہا گھر جاؤ۔ انہوں نے کہا اب میں کہاں جاؤں مجھ کو

کلمہ پڑھایئے کہ مسلمان ہوجاؤں ۔ شیخ نے کلمہ پڑھایا اور مسلمان ہو گئے اور کہا میرے پاس نقدی بہت ہے حکم ہو تو گھر جا کر کچھ عورت کو دوں باقی آپ کے پاس لے آؤں جس کام میں آپ چاہیں صرف کریں ۔ شیخ نے کہا اچھا جاؤ ۔ علی مولا گئے اور عورت سے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں ۔ اور شیخ نے بعد مسلمان ہونے کے اُن کے لئے کپڑے بنوائے تھے ۔ غرض عورت سے کہا کہ تو بھی مسلمان ہوتی ہے یا نہیں؟ عورت نے بُرا بھلا کہہ کر کہا میں ہرگز مسلمان نہ ہوں گی ۔ پھر علی مولا نے مالِ مدفونہ نکال کر تھوڑا سا اُس میں سے عورت کو دے کر کہا، آج کے بعد تو میری ماں بہن کے برابر ہے اب مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں یہ کہہ کر باقی مال شیخ کے پاس لے آئے ۔ شیخ نے فرمایا، اپنے پاس رہنے دے جس طرح کہوں خرچ کرنا ۔ شیخ جس کو جتنا کہتے وہ دیا کرتے اور شیخ کا عطیہ کم وبیش بارہ چیتل ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ سب خرچ ہو گئے گیارہ یا نو چیتل رہے علی مولا نے دل میں کہا کہ اگر اب کسی کو شیخ بارہ چیتل حسبِ معمول دلوائیں گے تو میں کیا کروں گا ۔ اسی حال میں ایک شخص آیا ۔ شیخ نے کہا علی مولا جو کچھ باقی رہا ہے اس کو دے دے ۔ پھر اس سے کسی کو نہ دلوایا اور جب شیخ بدایوں سے صوبۂ بہار کی طرف جانے لگے تو سب لوگ بدایوں کے رخصت کو نکلے ۔ شیخ چند قدم چل کر کھڑے ہوتے اور لوگوں کو رخصت کرتے اور عذر کرتے یہانتک کہ سب لوگ رخصت ہوئے ۔ علی مولا تنہا رہ گئے شیخ نے اِن سے بھی فرمایا، علی تم بھی جاؤ ۔ علی نے کہا کہاں جاؤں اپنا شیفتہ اور سرگرداں کر کے کہاں بھیجتے ہو ۔ اب تمہارا اسیر ہو کر کہاں جاؤں ۔ شیخ ایک میل چل کر پھر کھڑے ہوئے اور علی سے کہ پیچھے آتے تھے کہا لوٹ جا ۔ وہ بولے کہاں جاؤں، اسیر و شیفتہ تمہارا ہوں ۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر یہ حکایت فرماتے تھے اور روتے جاتے تھے اور سب حاضرین محفل بھی روتے تھے ۔ پھر

شیخ ایک میل چل کر لوٹے اور اُن سے کہا علی لوٹ جا۔ کہا کیسے جاؤں اور وہی پہلی باتیں عرض کیں۔ شیخ نے کہا اب لوٹ جا کہ مخلوق بدایوں کی تیری پناہ میں چھوڑتا ہوں۔ تب علی مولا پریشان ونالاں واپس ہوئے۔

پھر بیان فرمایا کہ یہ علی مولا کچھ نہ جانتے تھے، فقط پنج وقتی نماز پڑھ لیا کرتے تھے، مگر جملہ مشائخ وعلماء وغیرہ ان سے برکت حاصل کیا کرتے اور قدم چوما کرتے۔ ایسے مقبولِ الٰہی تھے کہ جو دیکھتا جان لیتا تھا کہ یہ اولیاءِ کرام سے ہیں۔ میں نے پوچھا، آپ نے ان کو بدایوں میں دیکھا ہے فرمایا نہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۵۷ ویں مجلس

بخیر وسعادت دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی۔ میں نے حضرت خواجہ کے پاؤں مبارک کے زخمی ہونے پر بطور عیادت جو رباعی کہی تھی، پیش کی۔

رُباعی

دردِ دلِ عاشقاں ازیں بیرون است

ہرچند دَوا کنند درد افزون است

آں درد نہ پرسم کہ زعشق است بدل

اے درد بگو پائے مبارک چون است

حضرت خواجہ نے فرمایا اب صحتِ کلی حاصل ہے۔ اور مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ زمینِ شام میں ایک پہاڑ ہے، اس کو کوہِ لکام کہتے ہیں ایک درویش اس پہاڑ میں رہا کرتے تھے۔ ہاتھ پاؤں زخمی، سارے جسم پر سوجن، زخموں پر مکھیاں اور ایسے ضعیف اور کمزور تھے کہ مکھیاں نہ اڑا سکتے،

نہ کروٹ لے سکتے تھے، ایک اور بزرگ وہاں پہنچے، دیکھا ایک شخص چت پڑا ہے، بدن سوجا ہوا، مکھیاں لپٹی ہوئی، اعضا، زخمی۔ اور ایسا کمزور ہے کہ نہ کروٹ لے سکتا ہے نہ مکھی اُڑا سکتا ہے۔ اور ایک دم اس کی زبان ذکرِ حق سے خالی نہیں، اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ ان بزرگ نے نزدیک جاکر پوچھا اے برادر کیا حال ہے؟ کہا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ پھر کہا کس نعمت پر شکر کرتے ہو کہ تم میں کچھ صحت و عافیت نہیں پائی جاتی۔ کہا نعمتِ ایمان پر شکر کرتا ہوں کہ یہ وہ نعمت ہے کہ اگر ہر ایک بال کی ہزار زبانیں ہوں تب بھی نعمتِ ایمان کا شکر ادا نہ ہوگا۔ پھر فرمایا بہشت ایمان سے ہی ملے گی اور کچھ باتیں، وصفِ بہشت میں فرمائیں کہ جو بادشاہ بہشتی ہوں گے وہ قصرِ بہشت دیکھ کر اپنے محلہائے دُنیا کو کھنڈر جانیں گے۔ پھر یہ حدیث قُدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أُعددت لعبادی الصالحین مالا عینٌ رأت ولا أُذنٌ سمعت ولاخَطَرَ علی قلبِ بشرٍ جب ایسی نعمت بواسطۂ ایمان ملے گی تو اُس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے اس پر میں نے دریافت کیا کہ شکر قبل وصولِ نعمت کیونکر ہو۔ فرمایا، یہ شکر توفیقِ اعمالِ صالحہ پر ہے اور عطاءِ ایمان اور وعدۂ بہشت اور دیدار پر +

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کو انہیں بدن کی آنکھوں سے دیکھیں گے، اس پر یہ حدیث پڑھی رأیتُ ربّی لیلۃَ المعراجِ فی احسن صورۃ. پھر فرمایا حق تعالےٰ صورت نہیں رکھتا کہ وہ شکل و صورت سے منزّہ اور پاک ہے، پھر اَحسن صورۃ کے کیا معنی ہوئے؟ پھر خود اس کے دو جواب بیان کیے اول یہ کہ "احسن صورت" سے مراد صورتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو درحالیکہ میں "احسن صورۃ" یعنی اچھی صورت میں تھا۔ جملۂ احسن

صورۃ حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں رأیتُ اسدًا راکبًا ای کنتُ راکبًا۔ یعنی اُس وقت میری صورت بہتر صورتوں میں تھی اس واسطے کہ حالتِ معراج تھی۔ اور ملاقات انبیاء کی اور بشارتِ قرب اور نزول انوار کا اور مقامِ قرب میں پہنچے تھے تو بلاشبہ ایک حسن وجمال صورتِ پاکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوگیا تھا۔

پھر فرمایا اس کی مثال عالمِ ظاہر میں دیکھو کہ ایک شخص برسوں سے کسی بادشاہ کا ملازم ہے اور دربانِ شاہی کو وسیلہ کرتا ہے کہ بادشاہ تک پہنچے اِس مدت میں ناگاہ اسے بادشاہ بلوائے تو بیشک اس کے چہرے میں ایک نور وحُسن پیدا ہو جائے گا اور وہ حُسن بڑھے گا اور جب وہ شخص نوازش اور مراحمِ شاہانہ سے لوٹے گا تو پہلے حال سے زیادہ خوش وخرم ہوگا۔ آنحضرتؐ ہمارے املح تھے، جب معراج ہوئی اور انبیاء علیہم السلام سے ملے اور قرب الٰہی ہوا، تو انوارِ الٰہی شامل حال آپ کے ہوئے۔ لہذا صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں پہلے سے احسن ہوئی اور دوسری توجیہ اس حدیث کی یہ ہے کہ آپ نے رأیتُ ربّی فرمایا، مراد ربّی سے سیدی ہے یعنی رأیت سیدی جبریل علیہ السلام فی احسن صورۃ۔ رَوا ہے کہ ان کو رب اور سید کہیں۔ اور شاہد اس کا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کہا انہوں نے رأیتُ ربی فی سِکَکِ المدینۃ یمشی وعلیہ حلۃ حمراء وفی رجلیہ نعلان صفریان، قالوا لہٗ کُفرت بعد الایمان فتبسم وقال رأیت ربی ای سیدی الحسن رضی اللہ عنہ۔ چونکہ بات صورت کے بارے میں تھی لہذا بندہ نے سوال کیا کہ فرمایا ہے جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان اللہ تعالیٰ خلق اٰدمؑ علی صورتہ یہ ضمیر ہا کی کس طرف راجع ہے۔ کہا طرف آدم کے اِس واسطے کہ صورت آدم علیہ السلام کی جیسا کہ پیدا ہوئی تو قد وقامت

اسی صورت پر رہی یعنی جتنا بڑا ان کا پتلا بنایا تھا، بعد ڈلنے روح کے بھی اتنا ہی بڑا رہا۔ برخلاف اور آدمیوں کی صورت کے کہ اول بچہ کمتر پھر جوان پھر بوڑھا ہوتا ہے، آخر معمّر اور شیخ فانی اور ہر حال میں قد و قامت مختلف پایا جاتا ہے۔ پہلے ہاتھ بھر بعدہٗ دو ہاتھ پھر تین چار ہاتھ، قوی یا ضعیف، موٹا یا دبلا۔ مگر آدم علیہ السلام ایک ہی صورت پر رہے کہ ان کی صورت میں کچھ تبدل و تحول نہ ہوا۔ جیسے بنے اتنے ہی بعد حیات رہے۔ مجھے اس وقت ایک اور حدیث یاد آئی لہذا میں نے وہ بھی عرض کی کہ عین القضاۃ ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "رأیتُ ربی علی صورۃ امرد رجعد قطط" جناب خواجہ نے فرمایا یہ حدیث اول تو کُتبِ مشہورہ میں نہیں ہے۔ اور اگر حدیث ہے تو حمل اس کا متشابہات پر کیا جائے گا اور متشابہات پر ایمان لانا چاہیئے اور بحث و تاویل اس میں نہ کرے ؛

پھر جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ ہابیل و قابیل کا فرمایا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں یہ تھا کہ آپ کے وقت میں ہر حمل میں دو مولود جڑواں پیدا ہوا کرتے تھے جو لڑکی دوسرے حمل سے ہوتی اُسے پہلے حمل والے لڑکے سے منسوب کرتے۔ جب قابیل پیدا ہوا تو لڑکی اُس کے ساتھ پیدا ہوئی وہ بڑی حسین و شکیل تھی اور جو لڑکی ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اتنی خوبصورت نہ تھی۔ قابیل نے کہا میں اپنے ساتھ والی دختر کا مستحق ہوں۔ کہ ایک حمل سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا حکم شریعت یوں ہے کہ نسبت باختلافِ حمل ہو۔ آج کی دختر کل کے بیٹے کو دی جائے۔ اس پر قابیل غصہ ہوا اور ہابیل کو کہ ایک پہاڑ تلے سو رہا تھا سر پر پتھر مار کر قتل کر دیا بمجرد مرنے ہابیل کے تمام جہان میں اندھیرا چھا گیا۔ اس وقت حضرت آدمؑ

زیارت حرم شریف کو گئے تھے یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ جہان تاریک کیوں ہوگیا۔ جبرئیل نے کہا اس وقت قابیل نے ھابیل کو ظلم سے قتل کر دیا ہے۔ حضرت آدم سُن کر روئے اور غمگین ہوگئے۔ چنانچہ زندگی بھر اِس کے بعد تبسم نہ فرمایا۔ پس پہلا خون کہ ظلم سے زمین پر گرا قابیل کے ظلم سے تھا اور اُس قتل سے پہلے ہر نبات و شجر باطعام و بامیوہ تھے کہ ہر درخت کے تنہ سے شاخ و برگ تک میوہ بھرا ہوا کرتا تھا، اور جو گھاس اُگتی وہ کھائی جاتی تھی وہ برکت دُنیا سے اٹھ گئی۔ بعضے درخت خار دار ہوگئے اور بعضے بے میوہ۔ اور نباتات خس و کاہ ہوگئیں اور لائق کھانے کے نہ رہیں۔ اور وحوش و پرند آدمیوں سے بھاگنے لگے۔ ورنہ اس سے پہلے آپس میں ملے جلے رہتے تھے۔ فرماتا ہے اللہ تعالےٰ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۝ اور چونکہ وہ نادم ہوا، تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرتا ہے، گرمی میں بطرف مشرق رکھتا ہے کہ گرمی کا عذاب چکھے اور سرما میں بطرف مغرب کہ تکلیف سرما دریافت کرے۔ پس فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۝ فرمانا اللہ تعالےٰ کا کیونکر درست ہوا اس واسطے کہ ندامت تو یہ ہے کہ ارشادِ نبوی ہے اَلنَّدَمُ اَلتَّوْبَۃُ اور قابیل تائب نہیں ہوا۔ پھر خود جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کا جواب فرمایا کہ ارشادِ الٰہی حق قابیل میں جو فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ہے اس سے مراد ندامت قتلِ برادر نہیں بلکہ ندامت اس پر تھی کہ اب اِس لاش کو کیسے چھپاؤں کہ دفن سے کوئی واقف نہ تھا۔ نہ سوئی تاگا تھا کہ پارچہ سیا جائے بے سِلا کپڑا لپٹا ہوا تھا جب ہوا چلتی تو کپڑا اُڑ جاتا، لاشِ ہابیل کھل جاتی اسی طرح ایک مدت سرگرداں رہا سو اللہ تعالیٰ نے اس پشیمانی اور ندامت کو فرمایا ہے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ اُس نے دوسرے کوّے کو اس کے روبرو قتل کیا

اور نیچے سے زمین کُرید کر گڑھا کیا اور اُس میں اُسے رکھ کر اوپر سے خاک ڈال دی کہ وہ چھپ گیا۔ یہ دیکھ کر قابیل پشیمان ہوا کہ کاش میں پہلے سے یوں ہی کرتا۔ پس زمین کھود کر ھابیل کو دفن کیا۔ تب سے رسمِ گور و کفن کی بنا پڑی +

پھر مناسب ان فوائد کے ایک اور حکایت فرمائی کہ عبد اللہ طاہر نام ایک بادشاہ تھا، اور اس کے وزیر کا نام حسن ابو الفضل تھا اور یہ بڑا عالم تھا۔ ایک دن بادشاہ نے اس وزیر سے کہا ان تینوں آیتوں کے معنی مجھ سے بیان کر۔ پہلی فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ٥ دوسری وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ اور تیسری کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ٥ ہے کہ اِن تینوں آیتوں میں حدیث سے تناقض ہے۔ پہلی آیت سے یہ حدیث مناقض ہے کہ اَلنَّدَمُ التَّوْبَۃُ اور قابیل کا تائب ہونا ثابت نہیں پھر فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ کیسے درست ہوا۔ اور دوسری آیت شریفہ کی مناقض یہ آیت شریفہ ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ اور تیسری آیت سے یہ حدیث مناقض ہے کہ جف القلم بما ہو کائن۔ یعنی اللہ تعالٰی فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان ٥ اور حدیث خبر دیتی ہے کہ جف القلم بما ھو کائن تو ابو الفضل حسن نے جواب دیا کہ پہلی آیت میں جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ٥ سو اگلی امتوں کی توبہ ندامت نہ تھی جیسے اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ پس واسطے اظہار فضیلت واکرام امتِ محمدیہ کے ان کی توبہ ندامت مقرّر کی گئی کہ اَلنَّدَمُ التَّوْبَۃُ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ اور دوسری آیت وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ ہے، تو یہ حکم بمقتضائے عدل ہے لیکن ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہونا موافقِ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا ثابت ہے۔ تو یہ بنا بر فضل و عنایتِ پروردگار ہے۔ مگر یہ توجیہ موافق مذہبِ معتزلہ کے ہے۔ اور اہل سنت والجماعت

کے نزدیک جزائے ثواب اور اُس میں زیادتی دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتے ہیں۔ اور تیسری آیت كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہے، اس میں اظہار ہے اس تقدیر کا جو پہلے مجمل تحریر کر دی ہے یعنی بموجب جف القلم بما هو كائن کی جو قلم تقدیر نے روزِ ازل میں لکھ دی ہے ان احکام کو حق تعالیٰ بطریق تفصیل ہر روز جاری فرماتا ہے، یہ حاصل ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کا۔ چنانچہ یہ سُن کر جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال کیا کہ ہر روز اس کی شان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان يغفر ذنبًا ويفرج كربًا ويرفع قومًا ويضع اٰخرين یعنے ہر روز اس کی یہ شان ہے کہ گنہ گاروں کی مغفرت فرماتا ہے، غمگینوں کو خوش کرتا ہے اور بعضوں کو عزت دیتا ہے بعضوں کو ذلت ؛

پھر مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلا کر کہا معنی اس آیت كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے بیان کرو۔ وزیر مہلت مانگ کر گھر جا کر مغموم و متفکر بیٹھ رہا۔ اس کا ایک غلام ہوشیار تھا یہ حال دیکھ کر آقا سے بولا۔ آج آپ کو کیا فکر ہے؟ وزیر نے کہا، بادشاہ نے مجھ سے معنی كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے پوچھے ہیں جس قدر غور کرتا ہوں۔ صحیح معنی دل میں نہیں آتے۔ کل جا کر کیا جواب دوں گا۔ غلام نے کہا مجھ کو اپنے ہمراہ روبرو بادشاہ کے لے چلو میں جواب دے دوں گا۔ دوسرے دن وزیر غلام کو لے گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا کہ جواب اس سوال کا اس سے دریافت فرمائیں۔ بادشاہ نے فرمایا: بیان کر۔ غلام نے کہا ايها الملك: شان الله تعالى انه يولج الليل في النهار ويولج النهار في الليل ويخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويمرض سليمًا ويصح سقيمًا ويبتلي معافًا ويعافي مبتلًا ويفقر غنيًّا ويغني فقيرًا و يرفع قومًا ويضع قومًا اٰخرين۔ بادشاہ خوش ہوا اور اُس کی تحسین کی۔ پھر

وزیر سے کہا، اپنا جامۂ وزارت اُتار کر اس غلام کو پہنا۔ وزیر نے اُتار کر اُس کو پہنایا۔ غلام نے کہا "ھٰذا من شان اللہ تعالیٰ، کہ رفعت دیتا ہے کسی کو، اور پست کرتا ہے کسی کو ÷

پھر فرمایا جناب خواجہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے، عمل اگرچہ کم ہو فقط پنج وقتی نماز پڑھے اور کچھ نہ کرے مگر صدقِ دل اور نیت خالص سے۔ تو کفایت کرتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قَلِیْلُ الْعَمَلِ مَعَ کَثِیْرِ الْیَقِیْنِ کَثِیْرٌ وَکَثِیْرُ الْعَمَلِ مَعَ قَلِیْلِ الْیَقِیْنِ قَلِیْلٌ۔ پھر فرمایا اگر نماز و اوراد و مشغولی نہ ہو نہ سہی، مگر حضور (خشوع) ضرور رہے۔ پھر بابِ صدق میں فرمایا کہ ارشاد حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور بزرگ کا ہے کہ اعلم انّ للّٰہِ تعالیٰ سیفًا فِی الْاَرْضِ مَاوُضِعَ علیٰ شیءٍ اِلَّا قَطَعَہٗ وَھُوَ الصِّدْقُ ÷

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

۵۸ ویں مجلس

بخیر و سعادت نعمتِ ملاقات حاصل ہوئی آپ کے رُوبرو دستر خوان بچھایا گیا تھا اور جناب خواجہ خوب شفقت و عنایت سے فرماتے تھے یارو خوب کھاؤ کھانا عمدہ پلاؤ کا تھا، آپ دستِ مبارک سے ڈالتے جاتے تھے اور اس خادم پر بھی تاکید فرماتے تھے۔ میں بھوکا آیا تھا اس نیت سے کھایا کہ مخدوم بھوکے کو کھلاتے ہیں اور جب جناب خواجہ کی یہ کوشش دیکھی تو میں نے آپ کے رُوبرو یہ حدیث پڑھی کہ مَنْ اَکَلَ مَعَ مَغْفُوْرٍ غُفِرَلَہٗ سو یہ سعادت اِس وقت یہاں موجود ہے۔ پھر ہاتھ دھلوائے اور پان عنایت فرمائے۔ پھر ہم سب منتظر فوائد کے ہوئے کہ کیا فرماتے ہیں۔ جنابِ خواجہ نے فرمایا یہ مجلسِ طعام ہے کچھ مناسب

مجلس کہنا چاہیئے اور یہ آیت پڑھی کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا پس طعام حلال طیب وہ ہے کہ تو کھانا کھائے اور یہ جانے کہ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے اور خدا کے لئے کھائے اور نیت کرے کہ جو قوت اِس سے پیدا ہوگی اِطاعت و عبادت میں اُسے خرچ کروں گا تو ایسا شخص عین عبادت و نماز میں ہوگا ÷

پھر فرمایا ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے خدمتِ فیض درجتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا شائد تم تنہا کھاتے ہو۔ عرض کیا ہاں ہر شخص الگ الگ کھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اب اکٹھے ہوکر کھایا کرو اور اول بسم اللہ پڑھا کرو اللہ تعالیٰ برکت دے گا ÷

پھر بروایت عبداللہ بن مسعود رضؓ یہ حدیث بیان کی کہ قال شیطانُ الکافرِ لشیطانِ المؤمنِ مَالَکَ مَھْزُوْلٌ ؛ قال لانّی لا اُطْعَمُ مِنْ طعامِہٖ وَلا اَشْرَبُ مِنْ شَرَابِہٖ لِاَنَّہٗ یقولُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فقال شیطانُ الکافرِ لی کلّ فی کُلِّ ذٰلِکَ نَصِیْبٌ لِاَنَّہٗ لا یَذْکُرُ ذٰلِکَ ÷ **ترجمہ** ایک بار کافر کے شیطان نے مومن کے شیطان سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تُو اتنا دُبلا پتلا ہے ؛ مومن کے شیطان نے جواب دیا کہ مجھے مومن کے کھانے اور پینے کی چیزوں سے کوئی حصہ نہیں ملتا اِس لئے کہ وہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھتا ہے۔ کافر کے شیطان نے کہا، مجھے تو ہر چیز سے حصہ ملتا ہے کیونکہ کافر تو اللہ کو کبھی یاد ہی نہیں کرتا ÷

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

۵۹ ویں مجلس

بالخیر و السعادت شرف مجالست حاصل ہوا۔ جناب خواجہ حکایت

بیان فرما رہے تھے اور مولانا شمس الدین رجزی اور کمال الدین خواہر زادہ اور چند درویش حاضر تھے اور یہ بیان تھا کہ بعض عورتیں. جو راہِ حق میں داخل ہوتی ہیں مردوں سے زیادہ مستعد اور بہتر ہوتی ہیں۔ اس پر حکایت بی بی رابعہ بصری کی بیان فرمائی کہ ایک بار اُن کو تپِ محرقہ عارض ہوئی۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا یہ تپ کیسے ہوا ؟ بولیں "كُنْتُ فِي الْخَلْوَةِ مَشْغُوْلَةً فَعُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ ، فَمَالَ قَلْبِيْ إِلَيْهَا۔ فَعَاتَبَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى" ترجمہ میں خلوت میں مشغول بحق تھی کہ مجھ پر بہشت پیش کی گئی پس میرا دل اس کی طرف مائل ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عتاب فرمایا (جس کے بعد تپ کا عارضہ ہوا)۔ پھر جناب خواجہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کسی کو میلانِ دِل اور توجہّ خاطر پر عتاب کرتے ہیں کہ غیر کی طرف کیوں دیکھا۔ اور کسی کو طلبِ دُنیا میں رکھتے ہیں اور دُنیا کو آراستہ و مزین کرکے اُس کے روبرو لاتے ہیں کہ رغبت کرے اور اُس میں مشغول رہے +

پھر ترکِ دُنیا میں یہ حکایت فرمائی کہ مشہور ولیۂ کاملہ بی بی رابعہؒ نہایت حسینہ وجمیلہ تھیں کہ اُن کے حُسن کی شہرت دُور دراز ملکوں تک پہنچ گئی تھی۔ بصرہ کے عُلماء ومشائخ نے متفق ہوکر کہا کہ یہ عورت راہِ حق میں مردانہ وار کوشش کرتی ہے مبادا شیطان اِس کی راہ مارے، سب چل کر اُس نصیحت کریں، پھر جمع ہوکر رابعہ کے پاس آئے اور جب اُن کے پاس مرد آیا کرتے تو وہ پردہ درمیان میں لٹکا لیتیں اور اُس کی آڑ سے باتیں کرتیں۔ غرض جب وہ بزرگانِ بصرہ آئے تو پردہ کے ایک طرف یہ، اور ایک طرف وہ بیٹھے۔ پھر لوگوں نے اِس طرح اُن سے بیان شروع کیا کہ بچہّ اگرچہ باادب ہو مگر اُستاد ضرور چاہیئے اور رعایا اگرچہ نیک ہو مگر بغیر حاکم کے چارہ نہیں اور عورت اگرچہ عابدہ زاہدہ ہو مگر شوہر دار ہونا بہتر ہے۔ جب یہ کہہ چکے تو رابعہؒ نے سمجھا کہ یہ میرے مقدمہ میں

نصیحت کرتے ہیں۔ بولیں، تم سب میں عالم اور دانا تر کون ہے۔ اُس میں حضرت خواجہ حسن بصری بھی تھے۔ لوگوں نے اُن کی طرف اشارہ کیا کہ ہم سب میں یہ سرگروہ و عالم تر ہیں۔ حضرت رابعہ نے کہا وہ قریب مجھ سے پردہ کے پاس بیٹھیں جب وہ پاس آکر بیٹھے تو اُن سے پوچھا عقل کتنے اجزاء پر پیدا ہوئی؛ خواجہ نے کہا دس اجزاء پر۔ پھر پوچھا وہ اجزاء مرد و زن پر کس طرح تقسیم ہوئے! کہا نو جُزو مردوں کو ملے اور ایک جزو عورتوں کو۔ پھر پوچھا شہوت چند جزو پر ہے! کہا وہ بھی دس جزو ہے۔ کہا کس طرح تقسیم ہوئی! بولے برعکس عقل کے کہ نو جزو شہوت کے عورتوں کو دیئے اور ایک جزو مردوں کو دیا۔ رابعہ رح بولیں سُبحان اللہ ایک جزو عقل میری نو جزو شہوت پر غالب آئی۔ اور نو جزو عقل تمہاری ایک جزو شہوت پر غالب نہیں ہو سکتی ؛

پھر مولانا کمال الدین اور مولانا شمس الدین رجزی کو اشارۃً کہا میرے خیال میں یہ قلندر شاعر ہے۔ اس نے غزل مستزاد مولانا جام پر غزل کہی ہے۔ جناب خواجہ نے مطلع اور حسن مطلع اس غزلِ مولانا کا خود پڑھا۔ پھر مجھ سے فرمایا تم اپنا مطلع پڑھو، اُن کا مطلع یہ تھا ؛ مطلع

آن کیست کہ تقریر کند حال گدارا ——— در حضرت شاہے

از غلغلِ بلبل چہ خبر بادِ صبا را ——— برنالہ و آہے

میں نے اپنے چند شعر پڑھے ؎

اشعار

آن کیست کہ بگذشت بریں سوئے سوارا	کج کردہ کلاہے
غربال ہدف ساخت ز مژگان دلِ ما را	ناکردہ تمگاہے
تا جملہ ولایات سفیدی و سیاہی	در دائرہ آرد

بررُوم نگر حضرت سلطان خطارا	از شام سپاھے
باکو نگرِ حسن برون رانده وشهرے	شوریده بدنبال
دانی طرب انگیز بود ماو شما را	نظارۂ شاہی
آخر سروپالی کُن ویادی بکن ازمن	یعنی چہ شدش حال
ماخوردنکوئی وده آں بے سروپارا	یامرد بجائی

جب میں شعر پڑھتا تو فرماتے دوسرا پڑھو۔ عجب وقتِ ذوق تھا، چار شعر یاد آئے اور باقی یاد نہ آئے۔ اور یہ غزل میں نے دولت آباد میں کہی تھی ؎

وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

مجلس ۶۰ ویں

بخیر وسعادت دولت پابوس ہاتھ آئی۔ ایک جوان عربی آیا ہوا تھا۔ اور عمدہ شانہ نذر کو لایا۔ جناب خواجہ نے دستِ مبارک سے شانہ دان اٹھاکر پرانی کنگھی نکالی اور نئی اس میں رکھی۔ پھر ہم لوگوں سے پوچھا کہ جب کنگھی تلدانی میں رکھی جائے تو پہلے کس طرف سے رکھی جائے؟ پھر خود فرمایا دندانوں کی طرف سے پہلے رکھنا چاہیے کہ وہ باعثِ تفریق بالوں کا ہے۔ پس جو باعث تفریق ہو اُسے دُور ڈالنا مناسب ہے۔ اور اس پر یہ حکایت فرمائی کہ میں نے اپنے جناب خواجہ شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس سرہ العزیز سے سُنا ہے، اور اُس روز قاضی محی الدین کاشانی خدمت میں حاضر تھے کہ تھوڑی دیر میں چند یارانِ طریقت اور عرض کیا کہ آج ہماری طوسیوں کے ہاں دعوت تھی، عماد کے لڑکے بھی حاضر تھے اور آپ کی جناب میں کلماتِ نا ملائم کہتے تھے ہم وہاں سے اُٹھ آئے۔ اِس پر جناب شیخ نے فرمایا ایک بار کوئی درویش خدمتِ شیخ الاسلام جناب فرید الحق والدین قدس

سرّہ العزیز میں آیا۔ آپ نے اس کو کچھ دلوا کر رخصت کیا وہ کھڑا ہوا، اور بولا شیخ یہ شانۂ خاص جو مصلیٰ پر رکھا ہوا ہے مجھ کو دو آپ سُن کر چُپ ہو رہے۔ پھر دوبارہ مانگا اور آپ چُپ رہے۔ پھر سہ بارہ مانگا مگر کچھ جواب نہ دیا۔ آخر پکار کر کہا شانہ مجھ کو دو تمہارے واسطے برکت ہو گی۔ شیخ نے فرمایا وہ برکت تیری پانی میں ڈالی۔ غرض وہ رخصت ہو کر چلا۔ باہر قصبہ کے قریب ایک جگہ پانی کا نالہ جاری تھا مگر پایاب تھا، یہ اس میں نہانے لگا، قضاءً ڈوب کر بہ گیا، شیخ یہ باتیں کہہ رہے تھے۔ قاضی محی الدین اور دوست باتوں میں مشغول تھے کہ اُسی وقت کیلوکھڑی کی جانب سے شور ہوا کہ عمادِ فردوسی کے بیٹے ڈوب گئے۔ اور سبب یہ ہوا کہ طوسیوں کی خانقاہ سے دعوت کھانے کے بعد باہر نکلے اور کشتی پر بیٹھ کر کیلوکھڑی پہنچے، خانقاہِ شیخ کے قریب مولانا عماد فردوسی کا لنگر تھا وہاں کشتی سے اُتر کر کپڑے اُتارے کہ بدن دھولیں تہ بند باندھ کر پانی میں گھُسے ایک بھائی بہنے لگا، دوسرے بھائی سے کہا میرا ہاتھ پکڑ۔ اُس نے ہاتھ پکڑا مگر نکال نہ سکا۔ اس عرصہ میں پانی کا ریلا زور سے آیا، دونوں ڈوب گئے۔ جس وقت یہ خبر غیاث پور میں حضرت شیخ کے پاس آئی، اُس سے کچھ دیر پہلے قاضی محی الدین وغیرہ احباب، اِسی نالہ جس کا پانی پایاب (ناقابل غرق) تھا، عبور کر کے آئے تھے کہ متصل اس کے بعد خبر آئی کہ پسرانِ فردوسی جو دعوت میں شیخ کی جناب میں نازیبا الفاظ کہتے تھے، دونوں پانی میں ڈوب گئے اور اُسی وقت شیخ نے یہ قصہ کہا تھا۔ میں نے نہایت متحیّر ہو کر کہا، عجب کرامت در کرامت ہوئی ہے، ہمارے شیخ اور شیخ کے شیخ کی۔ بعدہٗ آپ نے مناسب مجلس یہ حکایت کہی:

حکایت • سادی کے ایک مولوی کا روزینہ، دیوان خانۂ شاہی سے

مقرر ہو گیا تھا، قضاءً ان کے یہاں آگ لگی، سامان معہ فرمان (وثیقہ شاہی
جل گیا وہ دوبارہ شہر میں فرمان لکھوانے آئے اور ان دنوں دوبارہ لکھوانا مشکل
ہوتا تھا۔ غرض محنت و خواری سے ان کو جدید فرمان لکھ دیا گیا، انہوں نے
رومال میں باندھ کر آستین میں رکھ لیا۔ کچہری سے نکل کر جب کچھ دُور آئے تو
دیکھا آستین میں نہ رومال ہے نہ فرمان۔ خُدا جانے کہاں گرا یہ حیران ہو کر لوٹے
اور فریاد کرتے پھرے کہ ایسا رومال معہ فرمان کسی نے لیا ہو تو کہہ دے۔ ہر کوچہ
و محلّہ اور قصابوں اور باورچیوں کی دوکانوں پر پکارتے پھرے۔ کسی نے نہ کہا،
مَیں نے پایا ہے۔ یہ تھک کر رہ گئے دوسرے دن روتے ہوئے خدمتِ سلطانُ
الاولیاء میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب ایک بار گدائی کر کے فرمان لکھوالے گیا
تھا وہ گھر میں آگ لگنے سے جل گیا، دوبارہ آیا گدائی کی پھر فرمانِ جدید لکھوایا،
آستین میں رکھا تھا نہ معلوم کہاں گرا۔ یہ سُن کر جنابِ شیخ نے کچھ دیر مراقبہ فرما کر
کہا مولانا شیرینی نذر مانو کہ اگر فرمان تمہارا ملجاوے تو حضرت مولانا فریدالحق و
الدینؒ کی رُوح مبارک کو اس کا ثواب پہونچانا۔ مولانا نے شیرینی مانی، اس
عرصہ میں حضرتِ شیخ دوسرے آنے والوں سے مشغول ہوئے۔ مولانا بیٹھے رہے
پھر شیخ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ مولانا کیا خوب ہو کہ اگر ابھی پہلے فرمان
سے فاتحہ واسطے روحِ مبارک شیخ الاسلام کے دِلوادو۔ مولانا یہ سُن کر اُٹھے
اور ایک ششکانی جو اُن کے پاس تھی لے کر دروازۂ خانقاہ پر پہونچے، وہاں شیخ
کے وقت سے کاکی (نانبائی) حلوائی اور گلفروش بیٹھا کرتے تھے۔ مولانا نے وہ
ششکانی حلوائی کو دی، اُس نے حلوہ تول کر کاغذ نکالا کہ اُس میں رکھ کر
اِن کو حلوہ دے۔ مولانا نے دیکھا کہ یہ وہی میرا کھویا ہوا فرمان ہے۔ حلوائی نے
چاہا کہ کاغذ پھاڑے، مولانا چلائے کہ ٹکڑے مت کرنا، مَیں یہی کاغذ ڈھونڈھتا

تھا۔ غرض وہ کاغذ وحلوہ لے کر خوش وخنداں خدمتِ شیخ میں آئے اور قدم
چوم کر قصہ حصول فرمان کا بیان کیا ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

۶۱ ویں مجلس

بخیر وسعادت شرفِ مجالست حاصل ہوا۔ گفتگو اس میں تھی کہ قبولیتِ
اعمال، جذبہ پر موقوف ہے۔ یعنی کوئی عمل جب تک جذبۂ الٰہی نہ آئے قبول نہیں،
جب جذبہ حاصل ہوا تو بعد اس کے جو عمل کرے قبول ہے۔ اور جذبہ کا کوئی
وقت مقرر نہیں۔ طفلی میں ہو یا جوانی میں، یا بڑھاپے میں مگر جذبہ کے بھی مراتب
ہیں۔ ایک جذبۂ عوام ہے، اور وہ توفیق پانا ہے اعمالِ صالحہ کی۔ اور ایک جذبہ
خواص کا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو، اور دوسری سب
چیزوں سے توجہ ہٹ جائے۔ پھر فرمایا شیخ عثمان خیرآبادی کو جذبہ لڑکپن میں
حاصل ہوا۔ جن کا قصہ گذر چکا ۔

پھر دوسری حکایت فرمائی کہ شیخ عثمان خیرآبادی کا ایک مرید تھا،
ایک بار کہیں سفر کو جانے لگا تو کوئی معتبر نہ پایا کہ اپنی کنیز اُس کے حوالے کر جائے
مجبوراً مرشد سے کہا، اِس کو آپ اپنے حرم سرائے میں رکھیں کہ سفر سے لوٹ
آؤں شیخ نے اجازت دی۔ اُس نے وہ لونڈی پیر کے گھر چھوڑ دی اور چلا گیا
ایک دن شیخ گھر میں آئے اُس کنیزک پر نظر پڑی اس کی طرف سے اُن کے دل
میں خطرہ واقع ہوا۔ ہر چند اُس کو دفع کیا دُور نہ ہوا۔ لاچار اپنے مرشد شیخ
ابو حفص حدّاد کے پاس آئے اور کہا ایک مُرید میرے گھر میں اپنی کنیز چھوڑ گیا
ہے مجھے اُس کو دیکھ کر خطرہ واقع ہوا اور ایسا جم گیا ہے کہ دفع نہیں ہوتا،

اِن کے مُرشد نے مراقبہ فرما کر کہا، تم شیخ حسین ہمدانی کے پاس جاؤ۔ یہ خطرہ اُن سے دفع ہوگا، ورنہ یہ جانے والا نہیں۔ شیخ عثمان نے سفر کیا اور ہمدان گئے۔ وہاں جس شخص سے شیخ حسین کا گھر دریافت کیا، اُس نے انہیں بُرا کہا کہ اُسے کیوں پوچھتے ہو وہ تو ایک فاجر فاسق آدمی ہے، شرابخور ہے۔ یہ سُن کر شیخ عثمان لوٹ آئے اور اپنے پیر سے آکر کہا، آپ نے مجھ کو ایسے شخص کے پاس بھیجا کہ جس سے اُن کا مکان پوچھا اس نے اُن کو بُرا و ناسزا کہا اور باتفاق اُن کو سب نے فاسق و شرابی بتایا۔ مَیں بے ملِے لوٹ آیا، پوچھا وہ خطرہ گیا یا نہیں؟ کہا نہیں، بلکہ زیادہ ہوگیا۔ فرمایا، میں نے کہہ دیا ہے کہ جب تک وہاں نہ جائے گا یہ خطرہ دفع نہ ہوگا۔ پھر دوبارہ سفر کیا اور ہمدان میں پہنچ کر حسین یوسف کا گھر پوچھا۔ اِس پر سب لوگ بُرا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا، اب کے ضرور ملوں گا دیکھوں کیسے ہیں، مجھ کو اُن سے کام ہے، لوگوں نے اُن کے گھر کا پتہ بتایا جب یہ وہاں پہنچے تو دیکھا ایک پیر مرد بیٹھا ہے اور پاس ایک مٹکا اس پر صُراحی رکھی ہوئی ہے اور ایک امرد حسین نہایت خوبصورت ان کی گود میں بیٹھا ہے۔ شیخ عثمان خیری یہ دیکھ کر بے ذوق ہوئے۔ دل میں کہا لوگ سچ کہتے تھے، یہ کیا خراب حال ہے میرے شیخ نے کِس کے پاس بھیجا یہ سوچ کر لوٹنا چاہا۔ پھر سوچا ملنا چاہیئے، اُن کے پاس بیٹھ گئے، اُنہوں نے سلوک کی وہ باتیں کیں کہ شیخ عثمان اور وہ لڑکا دونوں رونے لگے کہ خوُن آنکھوں سے بہنے لگا۔ پھر شیخ عثمان اُٹھے اور کہا اے شیخ لِلّٰہ بتاؤ یہ کیا حال اختیار کیا ہے کہ سب لوگ آپ کی غیبت کرتے ہیں، اور آپ نے سُلوک کا ایسا بیان کیا کہ میں حیران ہوگیا اور اشکِ خونی بہائے یہ کیا وضع پسند کی ہے، شیخ حُسین ھمدانی نے جواب دیا کہ یہ وضع اِس واسطے اختیار کی ہے کہ جب تجھ سا شخص میرا ظاہری حال دیکھے تو مجھ پر اعتماد نہ کرے

اور بزرگ جان کر اپنی لونڈی امانت نہ رکھے، تاکہ تیری طرح مجھے بھی اپنے شہر اور وطن سے سفر کرنا پڑے، پھر کہا یہ مٹکا پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ صراحی کیچڑ میں پڑی تھی۔ کسی نے شراب پی کر پھینک دی تھی۔ میرے پاس کوئی پانی کا لوٹا وغیرہ نہ تھا، میں اُٹھا لایا اور خوب دھو کر پاک کر لی ہے۔ اس میں پانی پیا کرتا ہوں اور یہ لڑکا خوبصورت میرا فرزند ہے، مجھ سے قرآن شریف پڑھتا ہے۔

پھر فرمایا حضرتِ خواجہ نے کہ شیخ ابو حفص حدّاد کو جوانی میں جذبہ حاصل ہوا اور ان کا قصّہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک سپاہی آیا، اس سے متوجہ ہو کر اُس کا حال دریافت فرمانے لگے، وہ نوکر ہونا چاہتا تھا۔ خواجہ نے فرمایا ان دنوں لوگ کو نوکر رکھتے ہیں۔ پھر کہا نوکری میں کچھ مضائقہ نہیں، اپنی مشغولی بالحق کا لحاظ رہے کہ ترک نہ ہو۔ مناسب ان باتوں کے یہ حکایت فرمائی +

حکایت ایک بار کسی شہر کو مغلوں نے لوٹا۔ لڑکوں اور بوڑھوں کو پکڑتے عورتوں اور جوانوں کے بیڑی اور طوق ڈالتے اور شہر سے باہر لے جاتے۔ اُس شہر میں ایک پیر صاحبِ ولایت تھے۔ وہ شہر سے باہر آئے اور ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اپنا عصا ، ٹھوڑی کے نیچے بطورِ تکیہ رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے، ایک مسافر جو اُس بزرگ کے پاس آیا تھا وہ بھی اِن کے ہمراہ باہر آیا، اُن کے پاس کھڑا ہوا اور دونوں شہر کی طرف دیکھنے لگے کہ عورتوں اور جوانوں کو پکڑ کر قید کر کے باہر لے جاتے ہیں، زخمیوں اور مقتولوں کے خون سے ایک نہر جاری تھی۔ اُس مسافر نے اُن سے کہا۔ اے شیخ یہ معاملہ الٰہی کا کس دفتر میں دیکھنا چاہیئے؟ شیخ نے کہا، دفترِ لَا اُبَالِیْ میں +

پھر جنابِ خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے فرمایا یہ اُن کا کہنا اشارہ ہے طرف اُس حدیث قدسی کے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ هٰؤُلَآءِ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ

وَهٰؤُلاءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ ۔ پھر فرمایا شرح تعرّف میں لکھا ہے کہ یہ کلام کہ هٰؤُلاءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ هٰؤُلاءِ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ کیونکر صحیح و درست ہو؟ پھر جواباً فرمایا کہ توجیہ اِس کلام کی یوں ہے کہ هٰؤُلاءِ فی الجنۃ وَلَا اُبَالِیْ بجفاهم وهٰؤُلاءِ فی النَّارِ ولا اُبالی بوفاهم ۔ یعنی جنتیوں کی جفا سے پرواہ نہیں رکھتا اور دوزخیوں کی وفا کی پرواہ نہیں رکھتا ایک عالم نے کہ حاضرِ مجلس تھا، سوال کیا کہ ضمیر هُمْ کی کس طرف پھرتی ہے، فرمایا هٰؤُلاءِ کی طرف ۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۔ پھر حدیث شریف کے معنی بیان کیے کہ مشارق میں ہے فرمایا جنابِ رسول علیہ التحیۃ والسلام نے کہ ایک بندہ تقرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ اُس میں اور بہشت میں ایک بالشت کا فرق رہتا ہے کہ اُس سے کوئی ایسا عملِ بد وجود میں آتا ہے کہ اہل دوزخ سے ہوجاتا ہے اور دوسرا بندہ کام دوزخیوں کے کرتا ہے یہانتک کہ اُس میں اور دوزخ میں مسافت ایک بالشت کی رہتی ہے، پھر کوئی ایسا عملِ نیک اُس سے ہوجاتا ہے کہ وہ جنتی بن جاتا ہے، اور مناسب اِس کے یہ حکایت فرمائی ؞

حکایت ؞ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ العزیز ابتدائے حال میں قطاع الطریق ڈاکوؤں کی جماعت سے تھے برسوں راہ مارتے رہے اطراف سرخس میں ڈاکے ڈالتے ۔ بعد اُس کے تائب ہوئے ۔ اور سببِ توبہ یہ ہوا کہ ایک راہ اپنے گھر جاتے تھے، کوچہ میں سُنا کوئی شخص کوٹھے پر یہ آیت شریفہ پڑھتا ہے اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ ۔ انہوں نے سُن کر نیچے سے بَلٰی کہا یعنی البتہ وہ وقت آگیا ہے اور وہیں سے اُن پر ایک حال طاری ہوا ۔ اور اِن کا قاعدہ تھا کہ جو قافلہ لوٹتے اُس کا نام مع تاریخ لکھ لیتے

اور اس کا شہر و محلہ دریافت کر کے ایک یاداشت میں یہ سب لکھ کر ساتھ رکھتے اور دوسرا قاعدہ یہ تھا جس قافلہ میں عورت یا لڑکا ہوتا اُسے نہ لوٹتے۔ اور کبھی جھوٹ نہ بولتے۔ امانت میں خیانت نہ کیا کرتے۔ ڈاکوؤں کے سردار تھے، جب تائب ہوئے وہ فہرستِ نکال کر دیکھی جو سامان موجود تھا اُن کے مالکوں کو دیا اور معاف کرایا، اور جو خرچ ہو گیا تھا اُس کا عُذر کر کے بخشوایا اور یہ کہہ کر راضی کیا کہ "میں فضیل ہوں، وہ مال میرے پاس خرچ ہو گیا ہے اب میں نے لوٹ مار سے توبہ کی ہے، آئندہ ایسا کام نہ کروں گا، تم اپنے حقوق پر خوش ہو مجھ کو بخش دو کہ توبہ میری قبول ہو۔ اِس پر بعضے اپنا مال طلب کرتے، بعضے کہتے ہم نے بخشا۔ یہاں تک کہ ایک نصرانی (عیسائی) تھا کسی قافلہ میں اس کو لوٹ کر اس کی کچھ اشرفیاں لے لی تھیں، اُس کے پاس بھی آئے اور اُس سے پوچھا مجھے جانتا ہے وہ بولا نہیں پہچانتا۔ کہا میں فضیل ہوں، اپنے کام سے شرمندہ اور تائب ہوا ہوں اور ہمارے دین میں یہ بات ہے کہ توبہ جب قبول ہوتی ہے کہ مدعی راضی ہو میں نے تیرا چند تولہ سونا لیا تھا۔ وہ خرچ ہو گیا ہے۔ پیدا کر کے تجھ کو دوں گا۔ وہ مجھ پر قرض ہے مگر اب راضی ہو کہ توبہ قبول ہو۔ یہ سُن کر وہ نصرانی اپنے گھر میں گیا۔ پھر جلدی نکل آیا اور کہا اے فضیل میں نے قسم کھائی ہے کہ جبتک میرا سونا نہ دے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ حضرت فضیل نے کہا مجھ سے قبالہ لکھوا لے کہ میں تیرا مال دوں گا مگر اب راضی ہو کہ میری توبہ قبول ہو۔ بولا میں کیا کروں قسم کھا چکا ہوں اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ فضیل حیران رہ گئے کہ اب کیا کروں۔ پھر بولے ایک کے دو دوں گا بالفعل رضامند ہو۔ کہا جب تک اپنا مال نہ لے لوں گا ہرگز راضی نہ ہوں۔ غرض اِسی گفتگو میں نصرانی نے کہا۔ ایک حیلہ کرتا ہوں تاکہ میری قسم پوری ہو۔ میرے پاس سونا ہے وہ گھر سے لا کر تجھ کو

بخشتا ہوں ۔ تو اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ کو دے کہ قسم پوری ہو جائے اور
میں حانث نہ ہوں ۔ خواجہ نے کہا بہتر ہے ۔ وہ نصرانی آپ کو اپنے گھر میں لے
گیا اور بتایا، اِس رکھی ہوئی ہمیانی میں زرِ نقد ہے، اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو
دے ، خواجہ نے وہ ہمیانی اُٹھا کر اس کے ہاتھ میں دی ۔ نصرانی نے اُسے کھول
کر دیکھا ۔ کہا مجھ کو جلدی کلمہ توحید پڑھاؤ کہ اسلام لاؤں، آپ نے اُسے کلمہ
پڑھایا ۔ پھر پوچھا کیا بات دیکھ کر تو ایسی جلدی مسلمان ہوا اور اب تک اِسلام
سے راضی نہ تھا ۔ وہ بولا ، میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ تائب کی توبہ کے قبول ہونے
کی دلیل یہ ہے کہ مٹی اور سنگریزے اُس کے ہاتھ میں زر ہو جائیں ۔ میں نے پہلے گھر میں
آکر کچھ خاک و سنگریزے ہمیانی میں بھر کر تکیہ تلے رکھ دیئے ۔ اور سوچا تھا کہ اگر تم
سچے ہوئے اور تمہاری توبہ قبول ہوئی ہے تو یہ خاک تمہارے ہاتھ میں سونا بن
جائے گی ۔ اگر تم سچے نہوئے تو تم کو پکڑ کر مار پیٹ کروں گا یہاں تک کہ میرا مال
دو ۔ اور بے لئے نہ چھوڑوں گا ۔ یہ کام تمہارے امتحانِ صدق کو کیا تھا ۔ اب تمہارے
ہاتھ میں جانے سے خاک سونا بن گئی ، معلوم ہوا کہ توبہ تمہاری مقبول ہے لہذا
تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہوا ۔ یہ قصّہ جب اُس کے زن و فرزند نے سُنا سب مسلمان
ہو گئے ۔ اور اُس کے گھر اور قوم کے جس آدمی نے سُنا اِسلام لایا ؛

پھر بابِ امانت میں اُن کی یہ دوسری **حکایت** کہی کہ ایک بار کوئی قافلہ
اُن کی حد میں جہاں لُوٹا کرتے تھے گذرا ۔ قریب شب کے اِن کے خوف سے ہر شخص
نے اپنا مال نکال کر اُس جنگل میں جابجا گاڑ دیا ۔ ایک جوان دُور تک گیا کہ مال کہیں جنگل
میں چھپا آئے ۔ دیکھا ایک درخت تلے چھپر ہے اور اُس میں ایک شخص مصلا بچھائے
مشغولِ وظیفہ ہے اُس نے دل میں کہا یہ مرد پارسا معلوم ہوتا ہے، اِس سے کون
بہتر ہوگا ۔ صلاح یہ ہے کہ مال اِس کے پاس امانت رکھ دوں ۔ غرض ان کے پاس

جاکر کہا۔ خواجہ یہ میری امانت رات بھر کیلئے رکھ لو کہ مجھ کو یہاں خوف راہ زنوں کا ہے۔ اُنہوں نے کہا تم اپنے ہاتھ سے میری اِس چٹائی کے نیچے رکھ دو۔ اور بیخوف جاکر رات گذارو۔ جوان وہ زر اُن کی چٹائی تلے رکھ گیا۔ اُدھر رات کو خواجہ فضیل کی جماعت کے ڈاکو آئے اور قافلہ لوٹا اور مال اسباب لے گئے۔ مگر نقدِ قافلہ جو جابجا گڑا تھا اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ صبح کو جب قافلہ کے لوگ بھاگے ہوئے جمع ہوئے اور جابجا سے اپنا گڑا مال نکال لائے تو وہ جوان بھی اپنا مال لینے کو جنگل میں ان بزرگ کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ چند آدمی اور بیٹھے ہیں اور وہی مال لوٹا ہوا قافلہ کا باہم بانٹ رہے ہیں۔ جوان نے افسوس کیا کہ میں نے خود اپنا مال چوروں کے افسر کو دیا ہے، بڑی بے وقوفی کی۔ اب یہ میری امانت کب واپس دیگا۔ یہ سوچ کر ڈر سے لوٹنا چاہا۔ تو خواجہ نے لوٹتے دیکھ کر پکارا کہ اے جوان کہاں جاتا ہے؛ خوف مت کر اور آکر اپنی امانت اُسی جگہ سے نکال کر لے جا۔ جوان حیران ہوکر پاس گیا اور چٹائی کے نیچے سے اپنی امانت نکال لی۔ خواجہ نے کہا۔ خوب دیکھ لے میں نے امانت میں خیانت نہیں کی۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر تیری امانت بجنسہٖ نہ ہو تو میں خائن اور دروغ گو ہوں گا ❊

پھر جناب خواجہ نے حال اُن کی بزرگی کا بیان فرمایا کہ بعد اس کے کعبہ شریف میں جاکر حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید کے ہاتھ پر مرید و تائب ہوئے اور ولایت بکمال پائی کہ کسی نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے مل کر پوچھا۔ آپ کی غذا کیا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں سال میں ایک بار خواجہ فضیل عیاض رحؒ سے ملتا ہوں اس ایک بار دیکھنے سے سال بھر مجھ کو یہ سیری ہو جاتی ہے کہ دوسرے برس تک خواہش آب و طعام نہیں ہوتی ❊

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

۶۲ ویں مجلس

سعادت خدمت حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر ایک شخص سے حال دریافت فرمارہے تھے کہ کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام کرتے ہو۔ اُس نے وطن بتلایا اور کہا، لڑکے پڑھاتا ہوں۔ فرمایا تمہارے شہر میں ایک حافظ مولانا مخلص الدین نامی تھے، نہایت بزرگ اور صاحبِ ولایت۔ ایک دن شاگردوں کے ساتھ سیر کو گئے، راستے میں آک کے درخت پھلدار ملے۔ انہوں نے توڑ کر ہاتھ میں لے لئے۔ مولانا نے اُن کو دیکھ کر پوچھا تمہارے ہاتھ میں کیا ککڑی ہے وہ بولے آک کا پھل ہے۔ مولانا نے کہا نہیں ککڑی ہے، میرے پاس لاؤ۔ شاگردوں نے کہا جناب آک کے پھل ہیں، ہم نے ابھی توڑے ہیں۔ آج کل ککڑی کا موسم نہیں ہے آپ کیسے فرماتے ہو کہ ککڑی ہے۔ مولانا نے کہا مجھ کو دو یہ تو ککڑی ہے انہوں نے مولانا کو دی۔ انہوں نے چاقو سے کئی ٹکڑے کیئے، اور سب کو دیئے۔ اُنہوں نے جب کھایا تو وہ ککڑی تھی۔ اِس پر میں نے دریافت کیا کہ خواجہ عزیزہ کینز کی اور مولانا مخلص الدین کیا دونوں ہم عصر تھے؟ فرمایا یہ معلوم نہیں مگر خواجہ عزیز کینز کی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ پھر فرمایا، میں نے اپنے شیخ سلطان الاولیاء کی زبانی سُنا ہے کہ بدایوں میں دو بھائی تھے، ایک کا نام شیخ شاہی موئے تاب تھا دوسرے کا ابوبکر موئے تاب، اِن کو میں نے بھی دیکھا ہے مگر شیخ شاہی موئے تاب کو نہیں دیکھا۔ اور شیخ ابوبکر موئے تاب کا سماع میں عجیب حال ہوا کرتا تھا کہ ہمارے خواجہ صاحب بہت تعجب فرماتے۔

پھر فرمایا ایک بار انہیں احباب تفریح کے لئے شہر سے باہر کسی باغ میں لے گئے تھے اور وہاں کھیر پکائی۔ جب اُسے نکال کر کھانے بیٹھے تو شیخ نے اُس

کھیر کو دیکھ کر کہا۔ اِس کھانے میں کچھ تصرف بیجا ہوا ہے۔ کسی نے خیانت کی ہے میں نہ کھاؤں گا۔ سب یار حیران ہوئے۔ باہم دریافت کیا کس سے خیانت ہوئی۔ سب بولے ہم میں کوئی خائن نہیں۔ آخر دو یاروں نے جو کھیر پکائی تھی آکر کہا پکاتے وقت کھیر میں جوش آیا وہ اُبل کر گرنے لگی اور برتن نہ تھا جب زمین پر گرنے لگی تو ہم نے سوچا گرنا اِس کا بہتر یا ہمارا کھالینا؟ بضرورت وہ گرتا ہوا اُبال کا ہم نے کھالیا، یہ سُن کر شیخ نے کہا، زمین پر گرجانا اِس کا بہتر تھا اُس کو تنہا بے یاروں کے کھایا تمہارا عذر قبول نہیں۔ اُن کو دھوپ میں کھڑا کیا موسم گرمی کا تھا خوب پسینہ اُن کا بہا۔ تب کہا، اب قصور معاف کیا آکر سایہ میں بیٹھ جاؤ پھر ایسا نہ کرنا انہوں نے توبہ کی۔ پھر شیخ نے فصّاد کو بلوایا، یاروں نے پوچھا کیا کروگے؟ کہا اِن یاروں کا پسینہ میں نے دیکھا بہت بہا ہے اپنی فصد کھلوا کر اتنا خُون زمین پر بہاؤں گا۔ پھر فرمایا جناب شیخ سلطان الاولیا، قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ محبت اس قدر کہ یاروں کی رعایت سے ان کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہایا اور رعایتِ ادب وہ کہ اُن کا عُذر نہ سُنا۔ اس کے بعد یہ حکایت فرمائی۔

حکایت قاضی کمال الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ مصنفِ کتاب منقق، قاضی بدایوں تھے۔ منقق بھی وہیں تصنیف کی ہے، ان کا کمالِ علم اِس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا، شیخ جلال الدین تبریزی اور اِن قاضی کمال الدین جعفری میں نہایت محبت تھی، قاضی شیخ کے پاس آیا کرتے اور شیخ قاضی کے یہاں جاتے ایک شیخ قاضی کے یہاں آئے۔ خدمتگار در پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے پوچھا، قاضی جی کیا کرتے ہیں؟ وہ بولے نماز پڑھتے ہیں۔ شیخ نے یہ سُن کر کہا کیا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے؟ قاضی یہ سُن کر حیران ہوئے کہ ایسے دوست ہو کر لوگوں میں یہ کیا کہا۔ پھر کسی وقت جب یہ دونوں ملے تو قاضی نے شیخ سے کہا۔ تم

جو اُس دن آئے تھے تو کیا یہ کہا تھا کہ کیا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے؟ شیخ نے کہا ہاں میں نے کہا تھا۔ قاضی نے پوچھا یہ کس طرح کہا۔ شیخ نے کہا اے یار نمازِ علماء اور ہے اور نمازِ فقراء اور۔ قاضی نے پوچھا کیا فقراء اور کوئی قرآن پڑھتے ہیں یا رکوع اور سجدہ اور طرح کرتے ہیں؟ شیخ نے کہا خیر قرآن وہی ہے اور رکوع سجدہ بھی وہی۔ مگر قبلہ علماء کا ان تین جہت سے سوا نہیں اگر مصلی دور ہے تو اس پر توجہ جہتِ کعبہ کے فرض ہے اصابۃ عین فرض نہیں۔ اور جو قریب روبرو کعبہ کے ہے تو اُس کو اصابۃ عین فرض ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھ کر نماز پڑھے اور جہت مشتبہ کے تحری۔ مثلاً کوئی ایسی جگہ ہو کہ جہت قبلہ اُس پر مشتبہ ہو تو اُس کو تحری لازم ہے، جس طرف اُس کی رائے پختہ ہو وہی اُس کا قبلہ ہے۔ اگر بعدِ نماز جہتِ قبلہ اُس کو اور طرف معلوم ہو تو اعادۂ نماز اُس پر ضروری نہیں۔ غرض قبلۂ علماء کی یہ تین صورتیں ہیں مگر فقراء جبتک کعبہ کو اپنے سامنے نہیں دیکھ لیتے تکبیر تحریمہ نہیں کہتے۔ قاضی پر یہ بات گراں گذری کہ گویا شیخ نے اپنی کرامت بیان کی کہ میں ایسا ہوں کہ کعبہ دیکھ کر نماز پڑھتا ہوں مگر چونکہ دونوں میں محبت و اخلاص بہت تھا لہذا مجلس میں اور کچھ نہ کہا دونوں تبسم کرکے چپ ہوگئے۔ مگر دوسری یا تیسری رات قاضی نے خواب میں دیکھا کہ شیخ جلال الدین تبریزی عرش پر مصلا بچھائے نماز پڑھتے ہیں اتفاقاً صبح کو کہیں دعوت تھی۔ جنابِ شیخ اور قاضی دونوں وہاں آئے اور مل کر ایک جگہ بیٹھے تو شیخ نے کہنا شروع کیا کہ نہایتِ قصد و ہمت علماء کی یہ ہے کہ مفتی بن جائیں یا مدرس، یا اس سے بھی بڑھے تو کہیں کے قاضی ہوئے اس سے بڑھ کر منصب صدرِ جہانی کا ہے۔ پھر اس سے زیادہ ان کی ہمت نہیں ہوتی مگر فقراء کے بہت مراتب ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جو آج کی رات قاضی نے خواب میں دیکھا

ہے قاضی یہ سُن کر اُٹھے اور سرِ محفل شیخ کے قدموں میں گر پڑے اور معافی چاہی
اِس اثنائے تقریر میں ایک درویش سوختہ آکر پایانِ مجلس میں بیٹھ گیا تھا کہ نظر
اُس پر نہ پڑتی تھی، عاجزوں کی طرح بولا، مجھ کو منہاج العابدین میں ایک
مشکل پیش آئی، سوچا کس سے پوچھوں لہذا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں
خواجہ نے پوچھا کیا مشکل ہے؟ کہا اس میں لکھا ہے التصرف شرک لا ندصیانۃ
القلب من رؤیۃ الغیر ولا غیر۔ خواجہ نے فرمایا ایک تعقّل ہے اور تعقّل میں تکلّف
ہوا کرتا ہے۔ تصرف مرتبہ مبتدی کا ہے اور اِس عبارت میں حالِ منتہی بیان ہے
کہ ولا غیر نزدیک منتہی غیر موجود نہیں اور یہ معنی حالتِ استغراق میں ہوتے
ہیں جیسے لیس فی جبتی سوی اللہ تعالیٰ میں ہے۔ میں نے پوچھا کیا مراد جبتی
سے قلبی ہے؟ فرمایا، جبتی مراد ہے علم سے۔ اور حق تعالیٰ کہ چندا مکنہ کو حاوی
ہے اُس کو کوئی مکان اور جہت نہیں۔ پس منتہی کے نزدیک (کہ اُسے غیر نظر نہیں رہی) تصرّف (کہ عبارت ہے صیانتِ قلب کا غیر سے) شرک ہوا۔ پھر
یہ حدیث پڑھی۔ حَسَنَاتُ الابرارِ سَیِّئَاتُ المقربین +

والحمد للہ ربّ العٰلمین ٥

۶۳ ویں مجلس

سعادت قدمبوس میسّر ہوئی۔ عید الاضحٰی کا دن تھا۔ بہت خلق جمع
تھی۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ سب نے کھانا اور حلوہ کھایا، دعا دیتے ہوئے رخصت
ہوئے۔ بگفتگوئے عنایت آمیز میری طرف متوجہ ہوئے اور مناسب دعوتِ عام
کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار کوئی درویش شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ
علیہ کی خدمت میں آیا اور آپ کے یہاں سامانِ امارت دیکھا کہ بارگاہِ شاہی اور

طنابہائے ریشمی، میخہائے زرین ہیں۔ دل میں کہا یہ کیسی درویشی وفقیری ہے
کہ کسی بادشاہ کو یہ میسر نہیں حضرت ابوسعید اس کے اس خطرے پر مطلع ہوئے
اور اُس درویش سے متوجہ ہو کر فرمایا، اے درویش ہم نے ابھی میخ خیمہ کی
دل میں نہیں گاڑی ہے، زمین میں گاڑی ہے۔ پھر اُس سے فرمایا اے یار دنیا
کی یہ خاصیت ہے کہ مَثَلُ الدُّنیا کظلّک اذا اقبلتھا استدبرت عنک واذا استدبرت
اَقبلتْ۔ ترجمہ دُنیا کی مثال تیرے سائے کی طرح ہے کہ اگر اس کی طرف
مُنہ کرے تو پیچھے ہو جائے اور جب پیٹھ پھیرے تو سامنے آجائے۔

پھر کچھ دیر سوچ کر حکایت خاص فقر کی بیان فرمائی کہ آج اللہ تعالیٰ نے
یہ جمعیت اور نعمتیں عنایت فرمائی ہیں۔ ایک بار میں نے روزہ رکھا دو دن گذرے
کچھ کھانا نہ ملا۔ میرا ایک آشنا نتھو نام تھا وہ دو روٹی معہ ترکاری دسترخوان
میں لپیٹ کر لایا اور میرے آگے رکھی۔ اُس حال میں اُس نے وہ مزا دیا کہ
بیان نہیں ہو سکتا اور خواجہ اس مزے کو یاد کر کے سر ہلاتے تھے۔ میں نے
دل میں کہا، سُبحان اللہ یہ فقر کیا نعمت ہے کہ اس کا اوّل وآخر دونوں خوب ہیں
پھر اور مشقتوں کا ذکر فرمایا کہ اکثر راتوں کو میرے گھر میں چراغ روشن نہ ہوتا، چند
دن متواتر چولہا نہ سلگتا۔ وہ کیا عمدہ دن اور پُر ذوق زمانہ تھا۔ ہر چند میرے
رشتہ دار بفضلہٖ تعالیٰ سامانِ معاش دس بارہ آدمیوں کا کر سکتے تھے مگر میں نے
بتدریج اُن کو یہ بات سکھائی تھی کہ میرا مزاج پہچان گئے تھے کہ یہ اس مشقت و
بے سامانی میں خوش ہوتا ہے، میرا خیال چھوڑ دیا تھا۔ اگر کوئی دُنیا دار ملنے آتا تو
میں جبہ شیخ پہن کر بیٹھ جاتا، جب وہ چلا جاتا تو لباس کھادوے (موٹے کھدر)
کا پہن لیتا کہ جامہ شیخ پہن کر وضو نہ کرنا پڑے۔ غرض لوگوں سے اپنا فقر اِس
قدر پوشیدہ رکھتا۔ اور اِن باتوں میں آپ روتے جاتے تھے گویا وہ ذوق

اِس وقت حاصل ہے۔ پھر نہ معلوم اور کیا کچھ فرمایا +

والحمد للہ رب العلمین ٥

٦٤ ویں مجلسؒ

شرف پابوس حاصل ہوا۔ ایامِ تشریق گذر گئے تھے۔ جناب خواجہ نے مناسب حج کے باتیں شروع کیں۔ فرمایا ایک درویش حج کو گیا تھا۔ بعد ادائے ارکانِ حج اُس نے دیکھا لوگ قربانی کرتے ہیں۔ وہ درویش وہاں کھڑا ہوا اور کہا اے خُداوندا تو جانتا ہے کہ میرے پاس کوئی قربانی نہیں، اب میں اپنے آپ کو تیری راہ میں قربان کرتا ہوں اگر میرا حج قبول ہے تو میری قربانی قبول فرمایہ کہہ کر انگشتِ شہادت اپنے گلے پر پھیری، فی الفور سر اس کا بدن سے جدا ہو گیا مجھ کو یہ شعر جو میں نے پہلے کہا تھا اُس وقت یاد آیا، پڑھا ؎

شعر

غلامِ آن شہیدم کز محبت شد چناں قابل

کہ انگشت شہادت در گلو رانده شود بسمل

حضرت خواجہ نے فرمایا کیا عمدہ حج قبول و مبرور تھا۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک بزرگ ادائے حج کو گئے تھے بعد اتمامِ حج جب لوگ رخصت ہو گئے تو یہ حرم شریف میں آکر مراقب ہوئے، دیکھا دو فرشتے آئے ہیں۔ ایک اُن کے دائیں طرف کھڑا ہوا ہے ایک بائیں طرف۔ پھر بائیں طرف والے نے دائیں سے پوچھا، کہ اس سال حج کتنوں کا قبول ہوا؟ اس نے کہا کسی ایک کا بھی قبول نہیں ہوا مگر ایک شخص مصر میں سے علی موفق نام کفش دوز ہے۔ اُس کے حج کی برکت سے سب حاجیوں نے ثواب حج پایا ہے۔ یہ بزرگ بعدِ فراغت سوچنے لگے کہ مصر

چل کر اس ولی اللہ سے ملنا چاہیئے۔ دیکھوں اس کا معاملہ کیسا ہے کہ یہ حاجی جو بمشقت تمام یہاں آئے۔ چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ۔ اُن میں سے کسی کا حج قبول نہ ہوا مگر بطفیل اُس بزرگ کے یہ سوچ کر مصر پہنچے۔ اور دریافت کر کے علی موقف کی دوکان پر گئے اور مل کر کہا۔ اے خواجہ مجھ کو آپ سے ایک عرض خاص ہے کہ میں کعبہ شریف گیا تھا۔ بعد ادائے حج حرم میں ٹھہرا۔ ایک بار مراقبہ میں دیکھتا تھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے۔ اور میرے دائیں بائیں کھڑے ہو کر ایک نے دوسرے سے پوچھا اِس سال کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ اُس نے کہا کسی کا قبول نہیں ہوا۔ سوائے علی موقف کے کہ بطفیل اُس کے جملہ حاجیوں کا حج مقبول ہوا ہے۔ اب آپ مجھ سے فرماویں کہ کونسا عمل صالح کیا ہے۔ جس کی یہ عمدہ پاداش ہے۔ علی موقف نے کہا۔ اے خواجہ میں نے تو آج تک حج ہی نہیں کیا ہے اور اِس سال بھی نہیں گیا ہوں۔ مگر ہاں ایک کام مجھ سے بن پڑا ہے شائد اس کی برکت سے یہ مقبول ہو وہ یہ ہے کہ میں چند سال سے عزیمتِ حج بیت اللہ رکھتا تھا اور سوچ لیا تھا کہ میں غریب کفش دوز ہوں اتنا کہاں سے ہوگا کہ گھر بھی خرچ دوں اور زادِ راہِ حج بھی کروں۔ صلاح یہ ہے کہ مزدوری روزانہ سے قدرے قدرے جمع کرتا رہوں، جب لائق زادِ راہ ہو جائے تو سفر کروں۔ لہذا ایک برتن زمین میں گاڑ دیا تھا اور پندرہ سال سے اُس میں کم وبیش جمع کیا کرتا تھا اِس سال جو دیکھا تو بعنایتِ الٰہی اتنا ہو گیا تھا کہ خرچِ خانہ کو بھی کافی ہو اور حج کو بھی۔ اِس عرصہ میں کہ میں منتظرِ ایّامِ حج تھا۔ ایک دن میری بیوی پڑوسی کے گھر آگ لینے گئی۔ دیکھا کہ زنِ ہمسایہ مع اپنی اولاد کے بکری کا گوشت بھون کر کھا رہی ہے چونکہ عورت میری حاملہ تھی اُسکی خوشبو سے شوق ہوا کہ میں بھی اِس کباب سے کچھ کھاؤں

بنا برآں کہ زنِ ہمسایہ سے کہ باہم معاملۂ محبّت تھا، تھوڑا گوشت مانگا مگر اُس نے باوجود مانگنے کے اُسے وہ گوشت نہ دیا۔ چونکہ حاملہ عورتوں کو ایسی چیزوں کی طرف نہایت رغبت ہوتی ہے، اور اس کے عدم حصول میں رنج زیادہ۔ وہ غمناک آبدیدہ لوٹ آئی۔ میں نے کہا خیر ہے! یہ رنگ اڑا ہوا، غمناک کیوں ہے؟ تو رو کر کہا۔ اِس پڑوسن کے پاس گئی تھی وہ کباب بھون کر کھا رہی تھی۔ مجھے اُس کی بُو پسند آئی، دل ہوا کچھ میں بھی کھاؤں مگر اُس نے مجھ کو کچھ نہ دیا لاچار میں نے مانگا اِس پر بھی نہ دیا، سامنے کھاتی رہی۔ علی موقف یہ اس ہمسایہ کے پاس شکوہ کو گئے اور کہا اے بھائی ہم تم چند سال سے پڑوسی ہیں۔ اور پڑوسی کا حق ثابت ہے۔ میری عورت حاملہ تمہارے گھر آئی اور تم بکری کا گوشت بھون کر کھا رہے تھے۔ اُس کا دل ہوا تم سے مانگا مگر تم نے نہ دیا یہ کیسی محبّت اور حقِ جوار ہے۔ اُس پڑوسی نے کہا اے خواجہ علی کیا کہیں۔ وہ گوشت جو ہم نے نہ دیا وہ مردار کا تھا۔ ہم پر تین فاقے گزرے تھے، ایک بکری مردار کچرے کے ڈھیر پر پڑی ملی، ایک ران اس کی میں کاٹ لایا جو بھون کر کھائی۔ وہ ہم کو مباح تھی۔ تمہاری بیوی کو چونکہ مباح نہ تھی لہذا نہ دی۔ علی موقف کہتے ہیں جب میں نے یہ حال فقر وفاقۂ ہمسایہ کا سُنا نہایت شکستہ خاطر ہوا اور گھر آکر وہ ظرف زمین سے نکالا۔ دِل میں کہا، خُداوند کریم مختار ہے گھر بیٹھے میرا حج قبول فرمائے گا۔ ہمسائیے کی تکلیف رفع کرنا ضروری ہے۔ جسقدر نقد اُس میں تھا لاکر اُس ہمسایہ کو دے دیا اور کہہ دیا کہ یہ لے کر اِس میں کوئی تجارت کر کے آئندہ بآسائش گذارہ کر۔ شائد یہ معاملہ میرے پروردگار نکتہ نواز کے یہاں مقبول ہوا ہو ٭

بعد اس کے آپ نے حال شمس العارفین رح کا بیان فرمایا کہ ایک بار وہ حج کو گئے اور بعد فراغت اُس کے مدینہ منورہ کو جانا چاہا۔ پھر خیال کیا کہ

زیارتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطفیل حج کیسے کروں لوٹ کر گھر آئے۔ اور ایک رات گھر رہ کر۔ زیارتِ مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ ایک منزل میں غلام کے پاس جو خرچ تھا وہ کہیں رکھ کر بھول گیا راہ میں جب آیا تو شمسُ العارفین سے کہا اے شیخ میرے پاس جو خرچ تھا رات مقام گاہ میں کھاٹ پر بھولے سے رہ گیا ہے اجازت ہو کہ لوٹ کر وہ لے آؤں۔ شیخ نے فرمایا درست نہیں کہ تو راہِ حج سے لوٹے۔ اور جو قدم راہِ خُدا میں اُٹھاتا ہے مردار دُنیا کیلئے اُٹھائے۔ اور مجھ کو بھی زیبا نہیں کہ تجھ کو رخصت دوں تا راہِ حج سے لوٹے، چلا چل خُداوندِ کریم رزاق ہے ہماری روزی پہونچائے گا۔ غرض شیخ نے غلام کو واسطے لانے خرچ کے لوٹنے نہ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریفہ پر پہنچے، اور سلام عرض کیا السلام علیك یارسول اللہ تو روضہ مبارک سے آواز آئی ..... کہ علیك السلام یاشمس العارفین۔ فرمایا، اِس سے پہلے اُن کو شمسُ العارفین نہ کہتے تھے۔ یہ خطاب اُن کا تربت مبارکِ رسول اللہ علیہ السلام والتحیۃ سے عطا ہوا پھر کہا، جملہ اعمال اصل کار خلوصِ نیت ہے۔ بعدِ حج مدینہ منورّہ نہ جانا یہ کیا تھا پھر غلام کو خرچ لانے نہ جانے دینا کیا تھا؟ توکّلِ قوی اللہ پر اور محبتِ خالص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے! ۔ اِس کے بعد یہ حکایت فرمائی ؎

حکایت ایک درویش کہیں راہ میں جارہا تھا۔ اُس کا وضو ٹوٹ گیا۔ ایک بڑھیا کے دَر پر جاکر دستک دی۔ اُس کی لڑکی باہر آئی، درویش بے وضو کچھ نہ بولا کہ یہ لوگ بے وضو بات نہیں کرتے۔ فقط ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ پانی کا برتن لے آ۔ وہ اشارہ دونوں ہاتھوں کا نہ سمجھی کہ فقیر پانی وضو کو مانگتا ہے۔ اندر جاکر کہا اے ماں قیامت نزدیک آئی ہے۔ اُس نے دریافت کیا کیسے بولی صوفی روزہ دار پینے کو پانی مانگتا ہے۔ ماں نے کہا نہیں وضو کو پانی مانگتا ہوگا۔ بھلا تو پانی تو لیجا

دیکھ کہ کیا کرتا ہے۔ لڑکی پانی کا برتن باہر لائی۔ اُس نے وضو کیا اور چلدیا۔

پھر فرمایا پہلے زمانے میں درویش اور صوفی روزہ افطار کرنا عیب سمجھتے تھے۔

پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک اور درویش کہیں راہ میں جاتا تھا۔ پیاسا ہو کر کسی گھر میں پانی مانگا۔ لونڈی پانی بھر کر باہر لائی۔ درویش نے چاہا کہ پیئے لونڈی نے ہاتھ مار کر وہ کوزہ توڑ دیا اور بولی تفطر الصوم فی النہار۔

پھر ارشاد فرمایا، توبہ کے تین درجے ہیں، اول توبہ ہے پھر انابت پھر روبہ۔ توبہ معاصی سے ہوتی ہے کہ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا۔ پھر انابت کہ فرمایا ہے۔ وَاَنَابُوْا اِلَی اللّٰہِ۔ اور انابت مباحات میں ہے یعنی جو کچھ مباح ہو، اُس سے باز رہے۔ پھر تیسرا درجہ روبہ کا ہے مگر لغت کے لحاظ سے اِن تینوں لفظوں کے ایک معنی ہیں۔ اود اُوب کے معنی رجوع کے ہیں، مشتق اواب سے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ ۝ قصہٗ داؤد صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ میں۔ اور یہ مقام اولیاء وانبیاء کا ہے۔ اور صلوٰۃ اوّابین کو بھی اوابین اِسی لئے کہتے ہیں اور یہ ایک خیر سے طرف خیر تر کے اور حسن سے طرف احسن کے جانا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر بعد اشراق اور اوابین کے اور کوئی نماز ہو تو ارشاد فرمائیں کہ بطور ورد مقرر کی جائے۔ فرمایا بعدِ اشراق دو رکعت نماز واسطے ثواب روح مبارک جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں جو چاہے اُنہیں پڑھے۔ پھر دو رکعت بہ نیتِ ثواب روحِ پاک اپنے شیخ کی۔ پھر دو رکعت واسطے ثوابِ والدین کے اور بعد نمازِ ظہر دس رکعت صلوٰۃ الخضر۔

فوائد الفواد میں منقول ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ اُن میں دس سورتیں آخر کی قرآن مجید سے پڑھیں۔ اُن کے بعد اور دو رکعتیں ہیں کہ میں پڑھتا ہوں۔ اُن میں یہ نیت ہوتی ہے کہ "خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے

بے غرض کسی حاجت کے"۔ بعد اِس کے ہم سب سلام کرکے حضرتِ خواجہ سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ پھر میں اور مولانا برہان الدین اور ایک اور دوست باہر بیٹھ کر مناقبِ شیخ بیان کرنے لگے کہ جو کچھ بیان فرمایا ہے سب مشاہدہ ہے۔ اِس اثنا میں ایک امیر آیا اور براہِ تکبّر بے سلام کیے اندر گیا۔ جب جناب خواجہ کے پاس سے لوٹا تو باہر آکر ہر درویش کو جھک کر سلام کرتا تھا اور سر قدموں میں دھرتا تھا۔ میں نے یاروں سے کہا سبحان اللہ کس تکبر وغرور سے آیا تھا ایک دم حضرت کی خدمت شریف میں بیٹھ کر کس تواضع واخلاق سے نکلا ہے +

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ۝

۶۵ ویں مجلس

سعادتِ مجلس نصیب ہوئی۔ میں نے کتاب خیر المجالس کی ساٹھ یا ستر مجلسیں لکھیں تھیں۔ اور اِس گنجِ سعادت کا کچھ حجم ہو گیا تھا۔ بعض یاروں نے نقل کرنا چاہا۔ میں نے کہا تمام کر لینے دو پھر لکھنا اِس پر وہ بے ذوق ہوئے میں نے کہا یہ مرا گنجِ سعادت ہے اول پورا نظرِ اقدسِ خواجہ میں گذرانوں گا یہ سُن کر کتاب کو دستِ مبارک میں لے کر پوچھا کِس قدر رہ گئی ہے؟ عرض کی تیس۳۰ چالیس۴۰ مجلسیں رہی ہیں۔ تو مجلس پوری کر دوں گا۔ بعضے یار نقل چاہتے ہیں لہذا پہلے نظرِ مبارک میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے ہاتھ سے کھول کر چند ورق مطالعہ فرمائے وہ چند جزو تھے۔ اور باقی اجزا سُرخ جزو دان میں رکھے ہوئے تھے ان کا شیرازہ نہ بندھا تھا۔ خواجہ نے ابراہیم خادم کو فرمایا سوئی تاگا لا۔ وہ سیاہ ریشم کا تاگہ باریک ومضبوط لایا۔ فرمایا ان کو سی لو۔ جب وہ باندھ چکا تو فرمایا یہ جو لکھا ہے اَلصُّوْفِیُّ غَنِیٌّ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی یہاں عَنْ کی جگہ مِنْ بنادو

میں نے حسبِ ارشاد بنادیا۔ پھر فرمایا یہ مسئلہ مبنی علمِ نحو پر ہے اگر کہا اَنَا غَنِیٌّ عَنِ اللہِ تعالیٰ تو کافر ہو جائے گا۔ اور جو کہا اَنَا غَنِیٌّ مِّنَ اللہِ تعالیٰ تو کافر نہ ہوگا پھر کہا عَنْ واسطے اعراض کے ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی یعنی جس نے اعراض اور روگردانی کی میری سنت سے وہ میرے گروہ سے نہیں۔ پس اگر غَنِیٌّ عَنِ اللہِ کہے گا تو کافر ہو جائے گا کہ معنی یہ ہوں گے کہ میں بے نیاز ہوں اللہ تعالیٰ سے یعنی اس سے حاجت نہیں رکھتا اور جو غَنِیٌّ مِّنَ اللہِ کہا تو مراد یہ ہوئی کہ یہ غِناء میری عطیہ خداوندِ کریم کا ہے۔ ایک مُلّا نے کہا شرح میں لکھا ہے کہ اَلْفَقِیْرُ مَنْ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ خواجہ نے فرمایا یہ معنی غَنِیٌّ مِّنَ اللہِ کے ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ نے اوروں سے بے نیاز کر دیا۔ اِس اثناء میں ذکر فقر و فاقہ کا آیا، فرمایا وہ حکایت تو لکھ لی ہوگی کہ جو مہمان جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا میں نے پوچھا کیا وہ، جس کے واسطے فرمایا تھا مَنْ تُضَیِّفُ ضَیْفَنَا اور اُس کو جمل انصاری اپنے گھر لے گئے تھے؟ فرمایا ہاں وہی حکایت! پھر خواجہ نے فرمایا جب انہوں نے واسطے تعظیمِ مہمانِ آنحضرت صلعم کے چراغ جلایا تو آپؐ نے فرمایا میں نے ایک چراغ روشن عرش کے نیچے دیکھا ہے۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے صبح کو یہ قصہ بیان کیا ÷

پھر فرمایا زمانۂ نبویؐ کیا بابرکت زمانہ تھا کہ اصحابؓ آپؐ سے ملاقات کرتے، ملتے جلتے، کمالات ایمانی ظاہری و باطنی پاتے تھے۔ پھر خوبی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کی کہ اُحد میں شہید و زخمی ہوئے۔ بعضے پیاسے شہید ہو گئے اور اپنا پانی دوسروں کو دیا۔ خود نہ پیا۔ اسی طرح ایک پانی کا پیالہ ہر ایک دوسرے کو دیتا رہا اور خود عالم بقا کو تشریف لے گیا۔ پھر مختصر قصہ بیان کیا جس کا ہمسایہ ایک فاقہ سے تھا اور اُس پڑوسی کا پڑوسی دو فاقہ سے اور

ہر ایک دوسرے کو ایثار فرماتے تھے۔

فرمایا خدا ہی جانے کیا برکت کا وقت تھا اور اُن لوگوں کا کیا ایثار تھا اب رفتہ رفتہ کیا دن آگئے اگر کسی کو دولت ملتی ہے تو وہ اَوروں کی جانب پُشت کرلیتا ہے کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ پڑوسی کیسا ہی فقیر ہو اُس کی تکلیف سے خبردار ہوتا ہے۔ مگر تب بھی بگھار کی بُو اُس کے دماغ تک جانے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ یہ فرماکر خواجہ صاحب خاموش ہوئے میں ڈرا کہ کہیں گفتگو ختم نہ ہو جائے لہٰذا عرض کیا کہ جناب شیخ الاسلام مولانا فریدالدین کا فقر اور قصۂ ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی بیان فرمائیں پوچھا کیا وہ نہیں لکھا۔ میں نے کہا لکھ لیا ہے مگر ایسے حالات آپ کی زبان سے سننے سے برکت بے نہایت حاصل ہوتی ہے اِس عرض پر دوسری حکایت شروع کی کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا فریدالدین قدس سرہٗ العزیز کے والد شریف قصبہ کوٹی وال کے قاضی تھے اور آپ کے چند صاجزادے تھے۔ جناب شیخ الاسلام اس وقت کم عمر تھے لوگ اُن کو قاضی بچہ دیوانہ کہتے تھے ایک بار جناب شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ اُس قصبہ میں پہنچے لوگوں سے پوچھا یہاں کوئی درویش ہے۔ اُنھوں نے کہا ایک قاضی زادہ دیوانہ ہے۔ کہا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ لوگ لے گئے۔ اُس وقت شیخ جلال الدین کے پاس ایک انار تھا وہی شیخ الاسلام کے رُوبرو رکھا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے کر کے شیخ جلال الدین کو دیا کہ لوگوں میں تقسیم کر دیں اور چونکہ روزہ دار تھے خود نہ کھایا۔ جب شیخ جلال الدین اور حاضرینِ مجلس لوٹ آئے ایک دانہ اُس انار کا زمین پر پڑا ہوا ملا۔ شیخ الاسلام نے اُسے اُٹھا کر گوشۂ دستار میں باندھ لیا اور روزہ اس سے کھولا اُس کے کھانے سے دل میں نورانیت وصفائی پیدا ہوئی۔ دل میں کہا افسوس ایک دانہ ملا اگر میں وہ سب انار کھاتا تو خدا جانے کیا صفائی ہوتی

ہمیشہ یہ افسوس فرماتے یہاں تک کہ دہلی گئے اور خدمتِ شیخ الاسلام مولانا قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز سے سعادتِ ملازمت حاصل کی آپ نے بہ نورِ باطنی خطرۂ دلی پر مُطلع ہوکر فرمایا اے مولانا فرید کیا ہر بار دل میں افسوس کرتے ہو کہ اگر تمام اُنار کھاتا تو کیا کچھ فائدۂ باطنی ہوتا اے عزیز ہر اُنار میں ایک دانہ کام کا ہوا کرتاہے وہ خود اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب کیا جو تُم نے کھا لیا باقی سب بے کار تھا۔ اُس دن سے حضرت شیخ کو اطمینان کُلی ہُوا۔

پھر پوچھا قِصّہ ان دونوں بزرگواروں کی مُلاقات کا سُنا ہے یا نہیں میں نے عرض کیا مُجملاً سُنا تھا۔ فرمایا شیخ الاسلام مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں طالب علمی کرتے تھے اور سرائے حلوائی کی مسجد میں مقیم تھے حضرت شیخ قطب الدین جب ملتان تشریف لائے۔ تو پہلے اُسی مسجد میں آئے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور حضرت شیخ فرید الدین گوشۂ مسجد میں بیٹھے ہوئے کتاب نافع کا جو فقہ میں ہے مطالعہ کر رہے تھے حضرت قطب الدین بعد نماز اپنے مُصلےٰ سے اُٹھ کر مولانا فرید کے سر پر آ کھڑے ہوئے اور پوچھا میاں طالب علم یہ کون سی کتاب ہے عرض کیا کہ کتاب نافع ہے شیخ قطب الدین نے فرمایا تمہارا اس کتاب کے پڑھنے میں کیا نفع ہے شیخ فرید الدین نے کہا میرا نفع آپ کی نظر کیمیا اثر سعادت بخش میں ہے اور یہ کہہ کہ حضرت شیخ قطب الدین کے قدموں پر گر پڑے اُس وقت جناب قطب صاحب نے یہ رباعی پڑھی ؎ رباعی

مقبول تو جُز مُقبلِ جاوید نشد ۔۔۔ وز لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد

لطفت بکدام بندہ پیوست دمے ۔۔۔ کان ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

اس کے بعد یہ حدیث شریف پڑھی کہ انزل اللہ تعالیٰ علیٰ امتی اٰیتین وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

فاذا مضیت ای مُتُّ ترکتُ فیھم الاستغفار الی یوم القیٰمۃ۔

اِس کے بعد یہ حکایت بیان کی کہ نظام الملک وزیر شہر طوس کا تھا جب وہ لڑکا تھا تو اُس کا باپ بہت کوشش کیا کرتا کہ کچھ پڑھ لے مگروہ اہلِ دُنیا سے ہلا مُجلا کرتا اُن کے یارانے میں کچھ نہ پڑھتا ایک دن باپ نے بلا کر پاس بٹھایا اور کہا افسوس اے فرزند تو نے کچھ نہ پڑھا اگر علمِ دین ہی فقط پڑھ لیا ہوتا تو میرے بعد یہ سب نقد و مال تلف نہ کرتا۔ اور باپ نظام الملک کا بڑا تاجر تھا۔ ہر قسم کا مال و اسباب اُس کے یہاں بہت تھا اور نظام الملک کا لقب حُسَن تھا اُس نے کہا اے پدر مہربان اگر آپ کو میرا پڑھانا منظور ہے تو اور شہر میں مجھ کو بھیج دیجئے کہ یہاں دوست و احباب بہت ہیں جب گھر سے مدرسہ کو جاتا ہوں دوست آشنا مل جاتے ہیں پھر کہیں جانا نہیں ہوتا اگر غیر شہر میں پڑھنے جاؤں گا تو سوائے علم کے اور کچھ کام نہ ہوگا ہلنا جُلنا اُنہیں طالب علموں سے ہوا کرے گا باپ نے کہا عمدہ صلاح ہے تم رَے (نام شہر) کو جاؤ عِلم سیکھو۔ اور سامانِ سفر تیار کرکے ایک قافلہ کے ساتھ جو رَے جا رہا تھا روانہ کر دیا اور رُخصت کرتے وقت نصیحت کی کہ بابا حُسَن جب قریب رَے منزل پر پہنچو تو قافلہ ایک کنوئیں پر اُترے گا تم قافلہ کو چھوڑ کر اونٹ پر سوار ہو کر موضع مہینہ کو کہ وہاں سے چند میل دور ہے چلے جانا اور وہاں حضرت ابوسعید ابوالخیر سے قدم بوس ہونا حضرت شیخ جو تم کو حکم فرمائیں اس پر عمل کرنا۔ جب نظام الملک مع قافلہ اُس کنوئیں پر پہنچے تو قافلہ کو وہیں چھوڑا اور اونٹ پر سوار موضع مہینہ کو چلے۔ جب قریب اس موضع کے ہوئے تو دیکھا بہت سے فقرا آرہے ہیں اور ہر ایک نے نظام الملک کے ہاتھ اور قدم پر بوسہ دیا۔ نظام الملک نے کہا اے بزرگانِ دین میرا کیا رُتبہ ہے کہ میری اس قدر تعظیم و تکریم کرو میں تو ایک سوداگر بچہ ہوں حضرت شیخ کی قدم بوسی کو آیا ہوں کہ

سعادت اندوز ہوں۔ درویشوں نے کہا آج کی رات جناب شیخ نے تمہارے حق میں یہ بات کہی تھی کہ جو کوئی ایسا شخص دیکھنا چاہے کہ دنیاداری کے ساتھ آخرت سلامت لے جائے تو کل شہر سے باہر جنگل میں سرِ راہ جاکر کھڑا ہو جائے ایک جوان آئے گا اُس سے ملے۔ القصہ جب یہ خانقاہِ شیخ میں پہنچے۔ اور جناب ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے نظام الملک کو دیکھا تو سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اے پسر گھر کو لوٹ جا کہ دنیا کا کام تجھ پر منحصر ہے حکومتِ طوس و اصفہان مبارک ہو نظام الملک نے سوچا کہ حضرت شیخ مجھ کو نعمت عنایت فرماتے ہیں مگر دیکھئے یہ نعمت کب تک میرے نصیب میں ہو۔ شیخ ابوسعید نے اس خطرہ پر مطلع ہو کر فرمایا۔ جب تک توفیقِ خیرات اور خیالِ حسنات تیرے ساتھ ہے یہ نعمت جُدا نہ ہوگی جب توفیق حسنات کی تجھ سے دور ہوئی تو جاننا یہ نعمت جاتی رہی۔ نظام الملک شیخ سے رخصت ہو کر قافلہ میں آیا اور ہمراہیوں سے کہا میں طوس واپس جاتا ہوں۔ وہ بولے تیرے باپ نے بطرفِ رَے طالب علمی کے لئے بھیجا ہے ابھی سے کیوں واپس جاتا ہے۔ کہا باپ نے کہہ دیا تھا کہ حضرت شیخ سے ملنا وہ جیسا ارشاد کریں عمل میں لانا اور اُن کا ارشاد یاد رکھنا۔ مجھے شیخ نے گھر لوٹ جانے کو فرمایا ہے اُن کے حکم سے جاتا ہوں۔ غرض جب نظام الملک طوس کے قریب پہنچا تو وزیر مر گیا تھا اور بادشاہ نے فرمایا تھا کہ شرفائے شہر کو تلاش کر کے جس کا خط عمدہ ہو دربار میں لائیں۔ چونکہ نظام الملک خوشنویس تھا۔ حاضرِ دربار ہُوا اور بعدِ امتحان منصبِ وزارت پر سرافراز کیا گیا اور نظام الملک خطاب دیا اُس نے بعد وزارت طوس و اصفہان وغیرہ مواضع میں کہلا بھیجا کہ جہاں جہاں ضرورت مند فقراء ہوں آستانۂ شاہی پر آئیں اُن کی پرورش کی جائے گی۔ چونکہ اصفہان وغیرہ بہت بڑا مُلک ہے بہت لوگ جمع ہوتے اُس نے سب کے واسطے وظیفے مقرر کیئے جو ماہِ رجب میں

کرتا۔ برسوں یہی طریقہ رہا آخر ایک بار جب ماہ رجب آیا تو سید محمود متوّلی نے آکر عرض کیا ضرورت مند جمع ہوئے ہیں حکم ہو تو اُن کا سالانہ دیا جائے وزیر نے کہا توقف کر شعبان میں دوں گا۔ غرض شعبان میں پھر متوّلی نے یاد دلایا تو کہا شب برات میں دوں گا اور شب برات میں یاد دلانے سے کہا رمضان میں دوں گا۔ غرض تاخیر واقع ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کو یاد ہُوا کہ جناب شیخ نے فرمایا تھا کہ جب توفیق خیرات کی اللہ تعالیٰ تجھ سے لے لے تو اپنی نعمت کا زوال معلوم کر لینا۔ سید محمود متوّلی سے کہا مستحقوں کو وظائف تقسیم کر دے کہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب توفیق خیر تجھ میں نہ رہے تو جان لینا کہ جو نعمت ہم نے تیرے ہمراہ کی ہے جاتی رہی۔ اب تک میں ہر سال جمادی الآخر میں تیاری کیا کرتا تھا اور خوش ہُوا کرتا کہ لوگوں کو وظیفے تقسیم کروں گا۔ اس سال رجب میں تاخیر کی شب برات کو بھی نہ دیا ماہ رمضان آگیا۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے توفیق خیرات مجھ سے لے لی۔ بلاشک وہ وقت قریب آیا کہ مَیں دُنیا سے سفر کروں۔ اتفاقاً اُنہیں دنوں مُلک قرامط میں کہ قلمرو شاہی میں تھا فتنہ و فساد شروع ہُوا۔ بادشاہ نے نظام الملک کو وہاں کے بندوبست پر بھیجا۔ اور اُس چپ قلش میں یہ شہید ہُوا میں نے عرض کیا کہ جب نظام الملک شہید ہوئے حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے یا نہیں فرمایا یہ بخوبی معلوم نہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۶۶ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی میسّر ہوئی۔ جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد علاء الدین سے پوچھا کہ تم جو مجلس سماع میں گئے تھے کیا ہُوا اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت کی برکت سے اچھا ہُوا۔ پھر اِس کے مُناسب خواجہ نے یہ حکایت فرمائی کہ ایک بار

نیشاپور میں کسی بزرگ کے یہاں دعوت ہوئی شیخ ابوالقاسم قشیری اور مولانا محمد جوینی دونوں وہاں موجود تھے ابوالقاسم اہل تصوف سے تھے اور ایک طرف صوفیوں کی جماعت اُن کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور امام محمد جوینی امام فقہا کے تھے اور جماعتِ فقہاء اُن کے ساتھ تھی۔ جب سماع شروع ہوا صوفیہ وجد و حال میں آئے ایک درویش نے اپنا خرقہ چاک کر کے قوال کو دیا تھا اُس نے بعد سماع وہ خرقہ امام قشیری کے آگے لاکر رکھا انہوں نے فرمایا اس خرقہ کو پارہ پارہ کر کے سب حاضرین میں بانٹ دیں۔ مولانا محمد جوینی نے علماء کی طرف دیکھ کر فرمایا ھٰذا اسراف واضاعة مال۔ ہر چند انہوں نے آہستہ کہا تھا مگر ابوالقاسم قشیری نے سُن لیا۔ خادم سے بُلا کر کہا اس مجلس فقراء میں دیکھ جسکے پاس مصلائے مرقع دار ہو لے آ۔ جب وہ لے آیا تو فرمایا اب کسی شخص کو جو قیمت پارچۂ نو و کُہنہ جانتا ہو بُلا۔ اُس جماعت میں ایک دلال بھی حاضر تھا بولا حضرت میں قیمت پارچوں کی جانتا ہوں۔ فرمایا اُس مُصلّٰی کی قیمت بیان کر وہ بولا دو دینار کا ہے۔ پھر پوچھا اگر یہ مُرقع دار نہ ہوتا تو کس قیمت کا تھا کہا ایک دینار کا کہ مُرقع بنانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے۔ شیخ ابوالقاسم نے اُس وقت مولانا محمد جوینی کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ مولانا ھٰذَا لَیْسَ بِاِسْرَافٍ وَّلَا اِضَاعَةُ مَالٍ۔ یعنی جس خرقہ میں تکلیف و محنت بہت ہو اُس کے پارہ کرنے میں اضاعت مال نہیں کہ ہر قطعہ اُس کا قیمت رکھتا ہے بلکہ پارہ کرنے میں نفع ہوگا۔

پھر فرمایا مولانا شمس الدین سرخسی صاحبِ حال تھے ایک دن اُن سے کسی نے کہہ دیا کہ بادشاہ ظلم کرتا ہے۔ عصائے شکستہ لے کر باہر آئے کہ امر بالمعروف کریں لوگوں نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ مولانا شمس الدین اَمرِ معروف کرنے آتے ہیں وہ فی الفور یہ سُن کر تخت سے اُترا اور باہر چلا۔ سرائے شاہی کے قریب مولانا سے ملا قدموں پر گر پڑا۔ بولا میں نے توبہ کی اور عہد کرتا ہوں کہ ہرگز خلق خدا

پر ظلم نہ کروں گا۔ اُس وقت مولانا لوٹے ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

۶۷ ویں مجلس

دولتِ پائبوسی میسّر ہوئی ۔ میرے دل میں تھا کہ جناب خواجہ سے دریافت کروں گا کہ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو نعمت کہ خدمتِ شیخ فرید الدین سے پائی ہے کس طرح پائی ہے تا آپ کی زبان مبارک سے یہ ماجرا سُنوں جب میں نے عرض کیا تو فرمایا یہ قِصّہ دو طرح پر منقول ہے بعضے کہتے ہیں حضرت شیخ الاسلام فریدین کشتی پر سوار تھے سب یار سو گئے تھے شیخ نے پکارا نظام ۔ ہمارے شیخ جاگ رہے تھے بولے لبیك یا شیخ ۔ حضرت نے فرمایا اپنے فرزند نظام الدین کو پکارتا ہوں ۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ مسعود چاہتا ہے اپنے فرزند نظام الدین کو نعمت دے مگر خداوند کریم تیرے واسطے دینا چاہتا ہے ۔ پھر جناب شیخ کو نعمت عطا فرمائی ۔ اور[۲] اپنے شیخ کی زبانی یہ سنا ہے کہ ایک روز بدر الدین اسحاق خادم شیخ الاسلام کہیں گئے ہوئے تھے مجھے کہہ گئے تھے کہ درِ حُجرہ پر میری جگہ پر بیٹھے رہنا ۔ اگر جناب شیخ دستک دیں تو جواب دینا یا اگر کوئی ملنے آئے تو اندر جاکر خبر کر دینا ۔ غرض میں اُن کی جگہ دروازے پر بیٹھا تھا کہ حجرہ کے اندر سے کچھ آواز آئی مَیں نے کان لگائے تو معلوم ہوا حضرت شیخ الاسلام یہ رباعی پڑھتے ہیں ؛

رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم ۔۔۔ خاکی شوم و بزیر پائے تو زیم

مقصودِ من بندہ زکونین توئی ۔۔۔ از بہر تو میرم نز برائے تو زیم

میں نے دِل میں کہا نظام الدّین یہی وقت ہے اندر چلنا چاہیئے پھر سوچا یہ وقت

حضرت کی کیفیت کا ہے مبادا میں مخلِ وقت ہوں۔ پھر دل نے کہا اگر شیخ خوشی میں ہیں تو کچھ نعمت پاؤں گا ورنہ وہ رحیم ہیں یہ خطا معاف فرمائیں گے۔ یہ سوچ کر آہستہ سے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر گیا اور ایک طرف سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ کو دیکھا دونوں ہاتھ پشت پر رکھے ہوئے قبلہ کی طرف چند قدم بڑھتے ہیں اور وجد فرماتے ہیں پھر لوٹ آتے ہیں اور اس آمد و رفت و وجد میں یہ اشعار پڑھتے ہیں اور اس دوسرے شعر پر کہ مقصود من بندہ زکونین توئی۔ پر سجدہ فرماتے ہیں۔ جناب شیخ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا اچھے وقت آیا کیا چاہتا ہے مانگ۔ ہمارے شیخ نے عرض کیا استقامت مانگتا ہوں۔ شیخ فریدالدین نے فرمایا دی ہم نے۔ ہمارے شیخ فرماتے تھے جو کچھ میں نے طلب کیا اُس کا اثر اُسی وقت اپنے آپ میں پایا بعد اس کے حضرت شیخ فرمایا کرتے کہ مُدت سے میں آج تک پشیمان ہوں کہ افسوس اُس وقت پروردگار سے یہ کیوں نچاہا کہ حالتِ سماع میں مروں میں نے عرض کیا کہ کس قدر مرتبہ اور قُرب سماع میں مرنے کا ہو گا جو آپ اس امر کی تمنا فرماتے ہیں تو جناب خواجہ نے یہ مصرعہ پڑھا

ع رقص آں نبود کہ ہر زماں برخیزی ؎

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۶۸ویں مجلس

سعادتِ خدمت میسّر ہوئی۔ خواجہ نے فرمایا ابھی یارانِ مجلس برخاست ہوئے ہیں خوب گفت و شنید رہی۔ مجھ کو حاضر ہونے میں کچھ تاخیر ہو گئی تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ خواجہ خود چاہتے ہیں کہ بندہ بے فائدہ محروم نہ جایا کرے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس قدر فوائد یاد ہیں کہ اگر مجھ سے اور کئی لکھنے والے ہوں تب بھی پورے نہ ہو سکیں جناب خواجہ نے سن کر کچھ دیر سوچا کہ اس

کی خاطر سے کچھ کہنا چاہیئے جب بیان شروع کیا تو اتنا بیان فرمایا کہ لکھنا ممکن نہ تھا۔

فرمایا غزنی میں ایک بزرگ شیخ محمد اجل تبریزی نام تھے سید مبارک غزنوی نے اُن سے نعمت پائی ہے اُن کا ایک سوداگر مُرید تھا۔ ایک دِن اُس نے عرض کیا میرے گھر میں لڑکا پیدا ہُوا ہے اور آپ کا بندہ زادہ ہے کچھ نعمت اس کو عطا فرمائیں۔ خواجہ محمد اجل تبریزی نے فرمایا اچھا جب میں کل نمازِ صبح پڑھ لوں تو اُس لڑکے کو دائیں طرف سے میرے آگے لانا۔ اتفاقاً اسی روز سید مبارک غزنوی بھی پیدا ہوئے تھے اُن کا باپ اُس مجلس میں حاضر تھا یہ بات سُن کر دل میں کہا میں بھی اپنے لڑکے کو شیخ کے آگے لاؤں کہ بطفیل اس سوداگر بچہ کے شاید شیخ کچھ نعمت اس کو بھی عنایت کریں۔ جب فجر کی نماز کا وقت ہُوا سید مبارک کے باپ جا پہنچے۔ موذّن نے تکبیر کہی اور شیخ نے نماز تمام کی تو یہ دائیں طرف سے آئے اور سیّد مبارک کو پیش نظر رکھ دیا۔ شیخ نے اُن پر نظرِ محبّت ڈالی۔ یہ سب نعمتیں اُن کو وہاں سے ملیں۔ بعد اس کے وہ سوداگر اپنے لڑکے کو لایا شیخ نے فرمایا وہ حصّہ سیّد زادہ کو مل گیا۔ اب تم لوٹ جاؤ۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ

ایک بار غزنی میں خشک سالی ہوئی۔ لوگ شیخ محمد اجل تبریزی کے پاس استسقاء کو آئے کہا دُعا کرو اللہ تعالیٰ پانی برسائے۔ شیخ یہ سُن کر گھر سے باہر نکلے اور مخلوق پیچھے پیچھے۔ ایک باغ آگے آیا شیخ اُس میں گئے باغبان کو دیکھا ایک درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ شیخ نے اس کو جگا کر کہا اُٹھ درخت سوکھے جاتے ہیں ان کو پانی دے۔ باغبان نے کہا تم کون ہو درخت میرے ہیں اور باغ میرا جب پانی دینے کی حاجت ہوگی تو میں خود درختوں کو پانی پلا دوں گا۔ شیخ نے باغبان سے کہا پھر لوگوں کو کیوں منع نہیں کرتے کہ میرا پیچھا لیا ہے ہم سب بندے خدا کے ہیں اور زمین اللہ تعالیٰ کی جب پروردگار چاہے گا پانی برسائے گا۔ یہ کہہ کر

مکان کو لوٹ آئے۔ تھوڑی دیر بعد اس قدر مینھ برسا کہ دنیا سیراب ہو گئی۔
پھر یہ حکایت فرمائی کہ

شہر اَوَدھ میں ایک دیوانہ تھا۔ ایک رات مولانا کمال الدین نے خواب میں دیکھا کہ وہ دیوانہ مُنبر پر بیٹھا وعظ کہہ رہا ہے اور فرشتے حاضر ہو کر اُس کا وعظ سُنتے ہیں۔ دن کو مولانا بازار میں گئے دیکھا وہی دیوانہ ایک کبابی کی دوکان پر بیٹھا ہوا بُھنا ہوا گوشت کھا رہا ہے۔ جب کبابی پارہ گوشت کڑھائی میں تلنے کو ڈالتا ہے تو یہ دیوانہ اُس میں سے گرما گرم گوشت نکال کر کھاتا ہے۔ اُس نے مولانا کو دیکھ کر کہا مولانا شب کو وہ معاملہ تھا اور دِن کو یہ کام ہے۔ یعنی شب کا خواب یاد کرو کہ منبر پر وعظ کہتا ہوں کہ فرشتے سنتے ہیں دن کو کبابی کی دکان پر بُھنا ہوا گوشت کھاتا ہوں۔ پھر یہ حکایت کہی کہ

غزنی میں شیخ محمود نام کا ایک دیوانہ تھا۔ سلطان محمود سبکتگین کے وقت میں ایک بڑا ہاتھی جس کو فیلِ محمودی کہتے تھے چھوٹ گیا۔ ایک کوچہ میں شیخ محمود دیوانہ روبرو آیا۔ لوگوں نے شور کیا کہ شیخ محمود بھاگ فیلِ محمودی چھُوٹا ہوا آتا ہے تو مارا جائے گا اُس نے نہ سُنا ویسے ہی بے پرواہی سے اُس گلی میں چلا جب ہاتھی کے قریب پہنچا تو ہاتھی نے سُونڈ بڑھائی۔ شیخ محمود نے اُس کی سُونڈ پر ایک گھونسا مارا۔ ہاتھی چیخ مار کر گر پڑا اور مر گیا۔ پھر فرمایا اُس وقت محمود دیوانہ بے وضو تھا اگر باوضو ہوتا تو مالکِ فیل بھی تمام ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا میں نے بہت دیوانے دیکھے ہیں ایک دیوانہ اودھ میں تھا جو کچھ کہتا ویسا ہی ہو جاتا لوگ اس کے کہنے پر عقیدہ رکھتے تھے ایک صبح کو اُٹھ کر بطریق حسرت و افسوس کہنے لگا وُہ مُلک تیرا کیا ہُوا وہ مال کیا ہُوا وہ تخت کیا ہُوا دوسروں کے ہاتھ لگا۔ لوگ سُن کر حیران تھے کیا کہتا ہے تاریخ و وقت

لکھ لیا۔ آخر معلوم ہُوا اُس رات سُلطان قطب الدین کو قتل کیا گیا تھا۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۶۹ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ نے فرمایا۔ الصوفی الکائن البائن پھر اس کی توجیہ میں فرمایا یعنی الکائن مع الخلق والبائن منھم (یعنی صوفی باخلق ہوتا ہے مگر اُن سے جُدا ہوتا ہے) ایک مُلّانے۔ جو حاضر تھا عرض کیا ان جماعتنا واحد اثنا کے یہی معنیٰ ہوں گے۔ پھر فرمایا اگر مُصلّی کو حالتِ نماز میں غیرِ حق دل میں گذرے تو اصحابِ طریقت کے نزدیک وہ نماز درست نہیں ہوتی اِس واسطے کہ ایک قبلہ ظاہر کا ہے ایک قبلہ باطن کا۔ توجّہ جوارح (اعضاء) کی کعبہ کی طرف فرض ہے اگر توجہ بطرف کعبہ نہ ہو تو فرض ترک ہونے سے نماز نہ ہو گی اسی طرح قبلہ دل کا ذکر پاک حضرت عزّت کا ہے کہ فرمایا جناب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لاصلوٰۃ الّا بحضور القلب لازم ہے کہ توجّہ دل طرف ذات پاک حق تعالیٰ کے ہو اور دل سردار اعضاء کا ہے اگر اُس نے اپنے قبلہ سے مُنہ پھیرا تو جوارح بھی بحکمِ متابعت قبلہ سے روگرداں ہوں گے پس نماز اُس شخص کی نہ ہو گی جیسا مسئلہ لشکری کا کہ نیّت امیر کی اقامت وسفر میں معتبر ہے اگر امیر نے نیّت اقامت کی کی اور لشکری نے سفر کی تو اس کا اعتبار نہیں نیت معتبر امیر کی ہے اسی طرح صورت مخالف میں بھی امیر کی نیت کا اعتبار ہے نہ نیت لشکری کا۔ سو جیسے یہاں تابع و متبوع ہیں اسی طرح وہاں بھی جوارح تابع اور قلب سردار ہے۔ اس پر یہ حدیث شریف پڑھی اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ اٰدَم لمضغۃ اذا صلحت صلح جمیع البدن واذا فسدت فسد جمیع البدن الاوھی القلب الا

وهی القلب پھر فرمایا:۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے ایک ہیزم فروش (لکڑیاں بیچنے والا) کو دیکھا کہ گٹھا لکڑیوں کا سامنے رکھے نماز پڑھتا ہے جب وہ سلام پھیر کر فارغ ہوا تو خواجہ ابراہیم نے اُس سے پوچھا کہ اگر نمازی کو نماز میں دُنیا کا خیال دل میں آئے تو اس پر کیا واجب ہوتا ہے اور جو بہشت کا خیال آئے تو کیا کرے ہیزم فروش نے جواب دیا اگر خیال دُنیا آئے تو وضو واجب ہے اور خیال بہشت سے غسل۔ خواجہ نے کہا یہ اُلٹی بات ہوئی لازم تھا کہ خیالِ دُنیا سے غُسل آتا بولا دُنیا مُردار ہے نمازی کے دل پر کمتر گذرتی ہے اور بہشت مقصود و مطلوب جملہ زاہدوں اور عابدوں کا ہے اکثر خطرہ اِس کا دل میں آیا کرتا ہے لہٰذا بنابریں تشدید غسل واجب کہتا ہوں پھر فرمایا حالتِ مُراقبہ اور نماز میں چاہیئے کہ بالکل دِل حق تعالیٰ سے مشغول ہو اور طرفۃ العین حضوری سے غائب نہ ہو اور مُناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ

شیخ عثمان خیر آبادی راہ میں چلے جاتے تھے شیخ واسطے نام کے مُریدوں سے ملے اُن سے پوچھا یا اصحاب فلاں بماذا امرکم شیخکم قالوا امرنا شیخنا بالتزام الطاعۃ ورؤیۃ التقصیر فیھا فقال امرکم شیخکم بالمجوسیۃ المحضۃ اس واسطے کہ رویت تقصیر غیر خدا سے ہے اور طاعت میں غیر حق کا خیال دل میں کرنا مجوسیّت ہے پھر یہ قول حضرت بایزید کا نقل فرمایا کہ انسلخت من قشر البشریۃ کما ینسلخ الحیۃ من قشرھا اور اسی مقام میں کہا ہے سبحانی ما اعظم شانی ولیس فی جھتی سوی اللہ تعالیٰ۔ وہ ایسے محو ہو گئے تھے کہ غیریت نہ رہی تھی پھر فرمایا جو گدھا نمک سار میں نمک ہو گیا وہ حُکمِ نمک میں ہے اس پر یہ حدیث قدسی پڑھی۔ قال اللہ تعالیٰ مازال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعًا وبصرًا وفؤادًا بی یسمع و بی یبصر و بی یأخذ وبی

یمشی۔ پھر یہ آیۃ شریفہ پڑھی کہ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً۔ وجہ تسمیہ والد حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ آذر کی یہ ہے کہ اصل میں یہ نام ایک بُت کا ہے جناب خلیل اللہ کے باپ اُس کے نہایت معتقد تھے اور اُس کی پُوجا بہت کیا کرتے نہایت محبت سے اُس بُت کے اِن کا نام آذر مشہور ہو گیا۔ پھر یہ عربی شعر پڑھا ؛

شعر

ادعی باسماء سرا فی قبایلها   کان اسما اصارت بعض اسماعی

اور اُس کے مناسب یہ شعر فارسی پڑھا ؎

تو او نشوی ولیک گر جهد کنی   جائے برسی کز تو توآئی برخیزد

کسی نے مجنوں سے کہا لیلیٰ آئی۔ بولا لیلیٰ میں ہوں اور سر جُھکا لیا۔ ایک مُلّا نے کہ حاضرِ مجلس تھے یہ دو شعر عربی کے پڑھے جناب خواجہ نے پسند فرما کر زبانِ مبارک سے مُکرّر ارشاد کیا ؛

رق الزجاج ورق الخمر   فتشابها و تشاكل الامر

فكانما خمر ولا قدح   وكانما قدح ولا خمر

ایک اور عالم نے کہ وہ بھی حاضر تھے یہ شعر پڑھا ؎

روحی بروحك ممزوج ومتصل   وكل عارضة تؤذيك يؤذيني

آخر خدمتِ خواجہ نے یہ شعر پڑھا ؎

انا من اهوی ومن اهوانا   نحن روحان طلبا بدنا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

۷۰ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ کی خدمت میں احباب بیٹھے فالودہ نوش کر رہے تھے۔ خدمتِ خواجہ نے مناسب وقت یہ حکایت شروع کی کہ خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس سرہ العزیز کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک جگہ نہ رہتے کبھی شہر کبھی قصبہ کبھی گاؤں میں رہتے اور مسجد میں اُترتے سرائے میں نہ جاتے ع

ہر روز بمنزل و ہر شب جائے

پھر فرمایا کہ ایک بار کسی شہر کی مسجد میں اُترے رات کو مُراقب ہوئے غلبۂ کیفیت میں دروازہ مسجد کا کھول کر باہر نکلے چوکیدار نے پکڑا اور کوتوال کے پاس لے گیا۔ کہا ایک چور کو پکڑ لایا ہوں اُس نے اُن کو رات بھر کاٹھ میں قید رکھا دن کو حاکم کے پاس لے گیا۔ وہاں قاعدہ تھا جسے رات کو پکڑتے صبح کو حاکم کے پاس لے جاتے وہ جو حکم کرتا جاری کرتے۔ حاکم نے حضرت کو رُوبرو بلوایا جب غور سے آپ کا مُنہہ دیکھا کہا یہ چہرہ چور کا نہیں یہ شخص کوئی درویش کامل معلوم ہوتا ہے پھر آپ سے پوچھا کیا تم چور ہو آپ نے فرمایا ہاں مَیں چور ہوں مگر دنیا کا چور نہیں دین کا چور ہوں۔ حاکم نے پوچھا دین کا چور کیسا کہا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدترین چور وہ ہے کہ اپنی نماز میں چوری کرے کہ اسوأ السرقة الذی یسرق من صلوٰۃ ارشاد ہے یعنی نماز میں تعدیلِ ارکان نہ کرے یا حضور سے نہ پڑھے یا اِدھر اُدھر دیکھے بھالے۔ غرض جب حاکم نے یہ سُنا پہچانا نزدیک بُلا کر کہا بیٹھ جاؤ۔ تعظیم سے پاس بٹھایا پھر کوتوال سے پوچھا رات اِن کو کس طرح رکھا تھا۔ کہا کاٹھ میں۔ حاکم اُس پر غصہ ہوا کہا بُرا کیا اس مردِ بزرگ سے بے ادبی کی فرمایا دو سو چوب کوتوال کو ماریں جب حاکم نے یہ حکم کوتوال کی نسبت دیا

تو خواجہ ابراہیم ادہم نے تبسّم فرمایا۔ حاکم نے اِن کی طرف متوجّہ ہو کر کہا۔ اے درویش ہم نے تیری محبت و تعظیم کی وجہ سے کوتوال کی سزا مقرر کی ہے۔ تم نے تبسّم کیوں کیا؟ خواجہ نے فرمایا میں اس لئے ہنستا ہوں کہ جس نے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی اُس کو تو پاس بٹھاتا ہے اور جس نے تعظیم کی اور تیرا فرمان بجالایا وہ چوب سے پٹوایا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اُسے معاف کیا۔ پھر کھانا منگوایا کہ خواجہ کو ساتھ کھلائے۔ جب دسترخوان آراستہ ہوا پہلے پیالۂ فالودہ خواجہ کے سامنے رکھا۔ خواجہ نے اُس پیالے کی طرف بغور دیکھا اور نہ کھایا۔ حاکم نے پوچھا اے درویش کیا سبب ہے، کہ فالودے کو دیکھتے ہو اور کھاتے نہیں۔ خواجہ نے فرمایا مجھ کو تمہارے اِس فالودے سے قیامت کا حال یاد آیا ہے۔ پوچھا کس طرح؟ فرمایا اُس دن دو گروہ ہوں گے، بعضے فالودہ بعضے آلودہ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ اُسی طرف اشارہ ہے۔ جس نے اپنے آپ کو دنیا میں مجاہدۂ طاعت و عبادت میں صاف و پاکیزہ کیا ہے وہ بہشت میں جائیں گے۔ اور جو آلودۂ معاصی ہیں اُن کو آتشِ دوزخ میں پاک و صاف کر کے بہشت میں لیجائیں گے۔ حاکم نے یہ باتیں سُن کر کہا۔ اے درویش تمہاری اِن باتوں سے میرا دل ہل گیا تم براہِ عنایت میرے پاس رہو، تمہارے واسطے اپنے قریب عبادتخانہ بنوادوں گا کہ قریب رہو میں آپ کی صحبت اختیار کروں اور حکومت چھوڑ دوں۔ خواجہ نے فرمایا تم میری صحبت میں نہ رہ سکو گے تم بادشاہ ہو، ہوس سواری شکاری کی ہو گی۔ جلوسِ اردلی یاد آئے گا۔ ناگاہ مجھ کو اپنے پاس دیکھ کر بے لطفی ہو گی۔ بادشاہ یہ سُن کر نہایت رنجیدہ ہوا۔ خواجہ نے فرمایا سبحان اللہ ناکردہ گناہ پر تو ایسے خفا ہوئے۔ اگر واقعی مجھ سے کچھ جرم صادر ہوتا تو خُدا جانے کیا حال ہوتا۔ بھلا میں اس خُدا کے ساتھ کیوں نہ رہوں کہ

ہر دن اُس کے سَو گناہ کرتا ہوں اور وہ معاف فرماتا ہے۔ خفا نہیں ہوتا۔ پھر خواجہ نے ایک آہِ سرد سینہ مبارک سے کھینچ کر فرمایا جو کوئی کچھ کام کرتا ہے بھلا یا بُرا، وہ اعمال اُس کے ماں باپ، اقارب و عشائر پر پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر یہ حدیث شریف پڑھی۔ قال رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اعمالکم تُعرضُ علیٰ عشائرکم فی قبورھم، اِنْ کان خیرًا استبشروا وانْ کان غیر ذٰلک قالوا اللّٰھُمَّ الھمھم ان یعملوا بطاعتک ٭

پھر قصّہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمایا کہ خواجہ شبلی قدس اللہ سرّہ العزیز ایک دن کنارۂ دجلہ پر جا رہے تھے اور خلیفۂ بغداد شکار سے لوٹ کر آیا تھا، شرابخانہ اُس کا کشتی میں لاتے تھے۔ جب کشتی کنارے پر آئی اور خواجہ کو معلوم ہوا تو یہ کود کر کشتی میں گئے اور تمام ظروفِ شرابخوری کہ بلّور اور شیشہ کے عمدہ قیمتی تھے، توڑ ڈالے۔ خلیفہ کے نوکر آپ سے کچھ نہ بولے۔ خلیفہ سے جا کر کہا کہ ایک دیوانہ شبلی نام نے کشتی میں آکر تمام ظروف شاہی توڑ ڈالے ہیں مگر ایک برتن رہنے دیا۔ خلیفہ نے کہا اگر توڑے اچھا کیا۔ میں اس باب میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر جب سب توڑے ایک باقی رکھا یہ بے حکمت نہیں لہٰذا اُن کو رو برو بلا کر اور بعد تعظیم پاس بٹھا کر پوچھا کہ آپ نے جو ظروف توڑے اچھا کیا مگر ایک جو چھوڑ دیا اُس میں کیا حکمت تھی؟ توڑنا تھا تو سب توڑتے یا چھوڑتے تو سب چھوڑتے یہ خلجان میرے دل میں ہے بھید اِس بات کا بیان کیجئے۔ خواجہ نے فرمایا جب میں نے سب برتن توڑے اور ایک رہ گیا تو میں نے اس کو بھی توڑنا چاہا تھا کہ دِل میں آیا، آج بغداد میں اِس اَمرِ معروف کا شور و چرچا ہوگا کہ کسی عالِم و دیندار سے نہ ہو سکا۔ شبلی کو آفریں ہو کہ اُس نے شرابخانۂ خلیفہ جو علانیہ آتا تھا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے سوچا اب اس برتن کا توڑنا خواہشِ نفس اور حبِّ جاہ سے ہے

نہ خالص واسطے خدا تعالیٰ کے۔ لہٰذا اس کو نہ توڑا۔ مردانِ خدا جس کام میں شرکتِ نفس ہو نہیں کرتے ؂

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۷۱ ویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ جنابِ خواجہ ذکرہ اللّٰہ تعالیٰ بالخیر نے دسترخوان بچھوایا تھا اور اقسام حلوہ وغیرہ موجود تھے۔ اور ایک حاجی بھی کچھ کھانا عرب کی قسم کا لایا تھا۔ حاضرین میں ایک شخص کا نفلی روزہ تھا، اُس کی خاطر سے جنابِ خواجہ نے خود بھی افطار فرمایا۔ اور خوب کھانے کیلئے یاروں کو تاکید فرماتے تھے میں منتظر اس کا تھا کہ خواجہ کچھ فوائد ارشاد فرمائیں کہ تین چار روز اب اور چند روز پہلے عاشورے سے کچھ نہ فرمایا تھا اُس دن بعد طعام خیال ہوا کہ بحکمِ وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ سوال کرنا مناسب نہیں۔ لہٰذا میں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی بعدِ طعام اپنے شیخ یا اُستاد سے کچھ استفادہ کرے تو وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ میں تو داخل نہ ہوگا؟ فرمایا نہیں۔ پھر کہا نزول اس آیتِ شریفہ کا اُن لوگوں کے حق میں ہے جو آنحضرت ؐ کے کھانے کے منتظر رہا کرتے تھے جب کہیں سے آپ کے واسطے کھانا آتا تو یہ آموجود ہوتے۔ نمعلوم آنحضرت ؐ روزہ دار ہیں یا نہیں۔ وہ بے بلائے آجاتے۔ اور مزاحمِ حال ہوتے حالانکہ مسلمان تھے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ؂

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۷۲ ویں مجلس

سعادت ملاقات حاصل ہوئی۔ اُن دنوں میں لوگوں کے گھر میں رہتا تھا اپنے گھر نہ تھا۔ سوچتا تھا کہ کیا خراب زندگی ہے اوروں کے گھر رہنا نامرادی ہے۔ جب وہ در بند کرلیں تو اندر نہ جا سکوں، جبتک نہ کھولیں باہر نہ نکلوں۔ غرض اِس سوچ میں جب حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا آپ اور حالت میں ہیں۔ میرے خطرے کے موافق کچھ بات کہہ کر ایک آہ کی اور یہ شعر پڑھا۔

شعر

دشت وکہسار گیر ہمچو وحوش   خانماں گو بماں بگریہ دموش

پھر کہا، مردانِ غیب خوش زندگی بسر کرتے ہیں، نہ گھر کا غم کہ گِر گئے یا جلے۔ نہ زن و فرزند کی فکر۔ نہ کھانے پینے کا اندیشہ۔ اگر ملنا جلنا ہے تو اپنے ہی ہم وضع لوگوں سے نہ غیر سے۔ جب خواجہ نے یہ باتیں کہیں تو میں جان گیا کہ یہ اِرشاد میرے حق میں ہے؞

وَالحمدُ للہِ رَبِّ العٰلَمِین

۷۳ ویں مجلس

سعادت قدم بوس میسر ہوئی۔ جناب خواجہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ میں پہنچا۔ فرمایا درویش یہ دُعا نہیں کرتے کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ۔ یہ فرقہ خدا تعالیٰ سے نہیں مانگتا مگر اُسی کو (یعنی رضائے الٰہی) پھر مناسب اِس کے یہ حکایت فرمائی کہ خواجہ ممشاد دینوری بسترِ مرض پر پڑے تھے، اُن کا حال تنگ ہوا۔ اُسوقت ایک مرید نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی، کہ

خُداوندا ممشاد کو بہشت عنایت فرما۔ خواجہ ممشاد نے یہ سُن کر سر اُٹھایا اور کہا ناسمجھ یہ کیا دُعا ہے کہ میرے واسطے کرتا ہے۔ چالیس برس سے بہشت کو میرے روبرو لاتے ہیں میں گوشۂ چشم سے بھی اُدھر نہیں دیکھتا۔

پھر فرمایا، ایک طالب خُدا حضرت امام جعفر صادقؓ کے پاس آیا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ دُعا کیجئے کہ خُدا تعالیٰ مجھ کو اپنی محبّت عنایت فرمائے۔ حضرت امامؓ نے دستِ مبارک واسطے دُعا کے اٹھائے اور اُس کے واسطے محبتِ حق تعالےٰ کی درخواست کی۔ فی الحال طالب بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جناب امام المسلمین نے دیکھا کہ اُسے طاقت نہیں، متحمّل نہ ہوگا۔ پھر دُعا کی کہ خُداوندا اس کو جس قدر اپنی محبت دی ہے یہ اُس کا متحمل نہیں کچھ اُس میں سے کم کر دے۔ غیب سے آواز آئی میرے ہزاروں بندوں نے مجھ سے سوال محبّت کا کیا ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ میں نے ایک ذرّہ اپنی محبّت سے ہزار حصّے کئے اور سب کو تقسیم کئے۔ سو جان لو اس کو کس قدر ملا ہوگا۔ وہ کتنی ہے کہ اب اس میں سے کم کردوں

پھر فرمایا انسان کی راہزن خواہش نفس و شہوات ہیں۔ یہ دیو جبتک ہو سکتا ہے خُدا تک پہنچنے نہیں دیتے راہِ دین مارتے ہیں۔ مجاہدہ اِس راہ میں شرط ہے کہ فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ کوشش چاہیے کہ جذبۂ الٰہی حاصل ہو فرمایا ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جذبۃ من جذبات الرحمٰن یتوازی عمل الثقلین۔ پھر فرمایا یہ سب عیوب ہیں جو انسان کو ہنر دکھائی دیتے ہیں۔ جناب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے رحم اللہ تعالےٰ مرءًا ھدی عیوب عُمَرَ علیہ۔ پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست کرتا ہے تو اُسے اس کے عیبوں پر مطلع کر دیتا ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا أَبْصَرَهٗ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ اور مناسب اِس کے یہ حکایت کہی:

ایک حاجی نے اکیس ۲۱ حج کیئے تھے۔ ایک بار اُس کے دل میں اس بات کا فخر آیا کہ میں نے اکیس ۲۱ حج کیئے ہیں حالانکہ یہ خیال عیب تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُسے اس عیب پر مطلع فرمایا۔ فی الفور کھڑا ہوا اور نفس کی پامالی کو بازار میں جاکر پکارا۔ اے مسلمانو! میں نے اکیس ۲۱ حج کیئے ہیں اِن کو بیچتا ہوں جو چاہے بعوض ایک روٹی کے مجھ سے خرید ے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس کی پُشت پر گھونسا مار کر کہا اے بیہودہ اس قدر قیمت گراں کہتا ہے تیرے باپ آدم نے تو بہشت ایک دانہ گندم پر فروخت کی تھی تو اکیس حج کے ایک روٹی مانگتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۴۷ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی میسّر ہوئی۔ جناب خواجہ تقریر ترکِ دُنیا پر فرمارہے تھے۔ فرمایا جناب مولانا حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے خدمتِ جناب شیخ سے کاغذ خلافت پایا تو کچھ دیر خلافت نامہ لئے ہوئے مجلس میں بیٹھے رہے۔ اُٹھتے وقت شیخ سے عرض کیا کہ غلام کو کچھ وصیّت ارشاد ہو۔ جناب شیخ نے فرمایا ترکِ دنیا ملحوظ رہے۔ پھر فرمایا ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ مابُعِثَ الانبیاء الا لصرفِ قلوب الناس عن الدنیا۔ پھر کہا دُنیا کی خاصیت ہے کہ جب کوئی اُسے پاتا ہے تو اور زیادہ چاہتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ میں فقط قدر کفاف (گذران کے لائق) چاہتا ہوں نہ زیادہ۔ حالانکہ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ مولانا شہاب الدین باغبان کا حال بیان فرمایا کہ وہ کچھ خرید وفروخت نہ کرتے تھے فقط چند درخت انگور وخیار (کھیرا۔ ککڑی) کے لگائے تھے کہ اُن سے بسر اوقات کرتے۔ پھر صحبت اغنیار ترک فرماکر اہل دُنیا سے پرہیز کرنے لگے۔ پھر اس باب میں یہ حدیث روایت کی کہ ایاکم وصحبۃ الاغنیاء اور دوسری یہ حدیث

فرمائی کہ فرمنھم کما تفر من الاسد۔ پھر فرمایا کوئی تمام دن طلب فائدۂ دین میں بسر کرتا ہے کوئی طلب فائدۂ دنیا میں۔ اِس کے بعد کہا فرمایا جناب آنحضرت علیہ السلام نے کل یوم لم ازدد فیہ علما الا بورک فی صحبۃ ذلک الیوم بہ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۷۵ ویں مجلس

سعادتِ ملاقات حاصل ہوئی۔ مولانا شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بیان کی کہ ایک روغن فروش کسی گاؤں میں قریب اجودھن کے رہتا تھا اُس ضلع کے حاکم نے اُس گاؤں پر شبخون مار کر لوٹا۔ سب مرد و عورت پکڑے گئے اُس تیلی کی عورت معشوقہ الگ گرفتار ہو کر گم ہوگئی۔ ہر چند وہ چپ و راست دوڑا اور تلاش کی نہ ملی۔ وہ روتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے اُس کی پریشانی دیکھ کر حال پوچھا عرض کیا میرے گاؤں کو لوٹا گیا ہے اور سب زن و مرد اور میری عورت بھی پکڑی گئی ہر چند تلاش کیا نہ ملی مجھے اُس سے نہایت محبت ہے فراق سے قریب ہلاک ہوں اُس کے بغیر زندہ نہ رہوں گا۔ شیخ نے کھانا منگوا کر کھانے کو کہا۔ وہ بولا جناب مجھے کئی دن کھانا کھائے ہوئے ہوگئے، گلا خشک ہے کھانا کیسا؟ میں مرا جاتا ہوں۔ جناب شیخ نے فرمایا کھانا کھا۔ خداوند تعالیٰ تیری دلجمعی پر قادر ہے اُس نے چند لقمے حسبِ ارشاد پیٹ میں ڈال کر ہاتھ روک لیا۔ بولا حضرت لقمہ حلق سے نہیں اُترتا۔ شیخ نے فرمایا تین دن تک میرے پاس رہو۔ اُسے ایک دم قرار نہ تھا تین دن ایک جگہ کیسے رہے۔ شیخ نے فرمایا تین دن یہاں رہے بغیر کام نہ ہوگا۔ ناچار رہنا قبول کیا۔ دو روز گذرے تھے تیسرے دن اُس ضلع کے دیوان کو لوگ قید کر کے اجودھن لائے اور حبس امیر کا یہ

دیوان تھا وہ گاؤں غارت شدہ اُسی امیر سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ دیوان بحالتِ قید شیخ کے سلام کو حاضر ہوا۔ شیخ نے پوچھا تجھے کیوں قید کیا گیا ہے۔ بولا لوگوں کی دراندازی سے اِس ضلع کے حاکم نے مجھے محاسبہ کو بُلایا ہے نہ معلوم انجام کیا ہو جناب دُعا کریں کہ مجھ کو خلاصی ہو۔ شیخ نے فرمایا تو بخاطر جمع جا حاکم تجھ پر مہربان ہوگا اور خلعت دے گا مگر میرا تجھ سے ایک سوال ہے۔ دیوان بولا جناب اگر مجھے رہائی ہوئی تو جان و مال میرا حضرت کے غلاموں پر فدا ہے سوال کیا کیا چیز ہے جو منظور ہو ارشاد کریں۔ شیخ نے فرمایا میں فقط تجھ سے ایک چیز چاہتا ہوں کہ جب تو وہاں پہنچے اور حاکم تجھ پر مہربان ہو کر رہا کرے اور خلعت دے تو جو کنیز تجھے عنایت کرے وہ اس تیلی کو فی الفور دینا اُس نے یہ بات قبول کی وہ تیلی اُٹھ کر رونے لگا۔ کہا یا شیخ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ مقدرت دی ہے کہ چالیس پچاس خرید لوں میں کنیز لیکر کیا کروں گا مجھے تو وہی میری عورت چاہیئے۔ شیخ نے کہا تو حُجت مت کر اِس دیوان کے ساتھ جا۔ وہ خاموش اُس دیوان کے ساتھ ہو گیا۔ جب دیوان حاکم کے روبرو پہنچا اُس کو دیکھتے ہی کہا چھوڑ دو اور میرے پاس لاؤ۔ جب قریب گیا عنایت کی اور کہا جا غسل کر کے کپڑے بدل کر آنا۔ دیوان خوش و خرم اپنے خیمہ کی طرف آیا۔ وہ تیلی وہاں بیٹھا فراقِ زوجہ میں رو رہا تھا۔ اُس کے بعد حاکم نے دیوان کیلئے خلعت بھیجا اور اپنے خدمت گاروں سے کہا فلاں کنیز کو عمدہ لباس پہنا کر دیوان کے پاس پہنچاؤ اور کہو یہ تم کو بطریقِ انعام عنایت ہوئی ہے۔ خدمت گار اُس کنیز کو دیوان کے پاس لایا۔ روغن فروش نے جب اُسے آتے دیکھا تو چال سے کچھ پہچانا۔ ادھر اُس عورت نے گھونگٹ سے اپنے شوہر کو دیکھا گھونگٹ کھول دیا۔ روغن فروش دَوڑ کر اُس عورت کے قدموں سے لپٹ گیا اور زار زار رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ بولا میں اِسی کو تلاش کرتا تھا۔ یہ میری

عورت ہے اُس دیوان نے سُن کر کہا میں حضرت شیخ سے اقرار کر آیا ہوں یہ عورت اس کو دے دو۔ وہ اپنی عورت لے کر خوش وخرّم لوٹ آیا۔ اس حکایت سے حاضرین کو حیرت ہوئی سب رونے لگے۔ جناب خواجہ نے فرمایا عجب کرامت شیخ الاسلام کی ہوئی کہ مراقبہ میں جان لیا کہ اس کا مطلب اِس طرح حاصل ہوگا ویسا ہی اُسے تعمیل کو فرمایا۔

پھر جناب خواجہ نے مجھ سے فرمایا کہ شام کو وقتِ افطار آنا میں اُسی وقت حاضر ہوا دستر خوان بچھایا گیا۔ ایک مسافر آیا تھا اس نے پوچھا کہ امام نے دوسری رکعت میں یہ آیت پڑھی ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اس کے کیا معنیٰ ہیں اور خود یہ شعر بھی پڑھا:

بر عرش ذرہ ذرہ خداوند مستوی است چہ ذرہ بر اسافل وچہ عرش بر عُلا

خواجہ نے فرمایا یہاں مراد استوی سے استولی ہے پھر اُس مسافر نے کہا نماز بین العشاء میں کہیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ خواجہ نے فرمایا خانقاہ کے کیا معنے۔ فرمایا خانَ از رُوئے لغت بمعنے خانہ ہے اور قاہ کے معنے عبادت اور دُعا اور سُرعتِ عبادت کے ہیں پس معنے خانقاہ خانۂ عبادت وَالدُّعا ہے ضروری ہے کہ اس میں عبادت و دعا کی جائے تاکہ جلدی قبول ہو۔ بعدہٗ فرمایا نمازِ اوّابین پیغمبروں (علیہم السلام) کی نماز ہے اور اس پر یہ آیت شریف پڑھی نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ جو حق میں حضرت داؤد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰة والسلام کے ہے ؛ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

۷۶ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی میسّر ہوئی۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے لوائی اعظم من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بات کیونکر ہے۔ جناب خواجہ نے فرمایا بعضے کلمات مشائخ از قسم حال وکیفیت کے ہوتے ہیں کہ ان کو ہفواتِ عشاق کہتے ہیں جیسے یہ قول اُن کا کہ لیس فی جبتی سوی اللہ تعالیٰ اور یہ کہنا ان کا کہ سبحانی ما اعظم شانی۔ سو ان سب کو ہفواتِ عشاق کہتے ہیں یہ باتیں غلبات احوال میں اُن سے سرزد ہوتی ہیں کہ ہماری فہم سے خارج ہیں۔ ایک عالم نے پوچھا کہ رویت اللہ تعالیٰ کی اس دنیا میں جائز ہے یا نہیں۔ جناب خواجہ نے فرمایا کہ مہتر موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسّلام پیغمبر اولوالعزم اور اعلم الناس بصفات اللہ تعالیٰ تھے اگر رویت حق تعالیٰ کی دارِ دُنیا میں جائز نہ ہوتی تو اُس کو نہ چاہتے۔ پھر فرمایا جب حضرت موسیٰ پر خطاب ہوا کہ مالابن النساء المحیض بالماء والطین ولرب العالمین تو فرمان آیا اے موسیٰ ترکیب تیرے وجود کی گوشت و پوست و استخوان سے ہے اور پہاڑ کہ اس کی ترکیب سخت و مضبوط ہے سو نورِ الٰہی اگر اُس پر بھی تجلی کرے تو وہ بھی طاقت تحمّل نہ لاسکے گا بلکہ پارہ پارہ ہو جائے گا۔ پھر جب حضرت موسیٰ پر تجلی ہوئی تو کوہ بے طاقت ہو کر پھٹ گیا اور پارہ پارہ ہوگیا۔ حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے فلما افاق قال سبحانك تبت الیك وانا اول المسلمین۔ اُس دانشمند نے سوال کیا کہ توبہ حضرت موسیٰ کی کس بات سے تھی جو تبت الیك فرمایا جناب خواجہ نے کہا رویتِ خدائے تعالیٰ سے دنیا میں۔ اس کے بعد کہا انا اول المؤمنین بانك لا تُریٰ فی الدنیا یعنی توبہ کرتا ہوں اور از سرِ نو ایمان لاتا ہوں کہ تجھ کو دُنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس پر ایک اور عالم نے سوال کیا کہ رؤیتِ الٰہی خواب میں بھی درست ہے یا نہیں۔ فرمایا ایک کتاب میں عدم جواز لکھا ہے اور یہ دلیل لایا ہے کہ انسان جو خواب میں دیکھتا ہے وہ مثل سے ہوا کرتی ہے ذات اُس شئے کی نہیں دِکھتی اور حق تعالیٰ مثل و شبہ سے مُنزّہ اور پاک ہے پھر فرمایا اکثر علماء نے اُس

کتاب پر اعتراض کیا ہے اور اس کے خلاف قول مولانا حافظ الدین کا لائے ہیں جو انہوں نے شرح عقیدہ میں لکھا ہے کہ رؤیۃ اللہ تعالیٰ جائز فی المنام۔ پھر شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ یہ چالیس سال راتوں میں نہ سوئے عبادت میں جاگتے رہتے اس کے بعد جب ایک شب آنکھ لگی تو حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا پھر اس شوق میں جہاں ہوتے گیا روز کیا شب سو رہتے کہ شاید وہ دولت پھر نصیب ہو ناگاہ غیب سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے اے شجاع وہ دولت جو تجھے خواب میں عنایت ہوئی تھی وہ نتیجہ اُن بیداریوں کا تھا جو تو نے ہمارے شوق میں برداشت کی تھیں۔ ایک اور مُلّا جو حاضر تھا بولا کسی بزرگ کا قول ہے رأیت ربی فی احسن صورۃ یہ کیونکر درست ہے جناب خواجہ نے فرمایا اس کی کئی توجیہیں ہیں ایک یہ کہ رأیت ربی وکنت فی احسن صورۃ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ رأیت ربی ای سیدی جبرئیل علیہ السلام۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۃ

۷۷ ویں مجلس

سعادت قدم بوسی میسّر ہوئی۔ یاران بزرگ میں سے چند آدمی تھے ہر چند وہاں جگہ خالی تھی مگر میں کچھ دور بیٹھا تھا خواجہ نے بطریق رحمت فرمایا قلندر سر برہنہ رہتے ہیں تو نے ریسماں سر پر کیوں لپیٹی ہے۔ (میں اُس دن سر پر ریسماں باندھے گیا تھا) پھر اور یاروں سے فرمایا یہ خوب بسر کرتا ہے اور یہ شعر پڑھا:

شعر

نے خادم ہیچکس نہ مخدوم کسے　　گوشاد بزی کہ خوش جہانے دارد

پھر حضرت شیخ سلطان الاولیاء اور اُن کے مُریدوں کا ذکر فرمایا کہ خداوندا وہ

وہ لوگ کیا نیک وصالح تھے اور کیا اچھا وقت تھا۔ پھر فرمایا اُس وقت کے علماء بھی سب دیندار وصالح تھے اور اب اکثر صالح ہیں پھر کہا ان دنوں دعوتیں عام ہوا کرتی تھیں بعرس کے دنوں میں اور آخری چہارشنبہ صفر میں خطائر و باغات میں جگہ نہ ملتی تھی۔ ہر طرف سرود و رقص ہوتا۔ پھر فراخ سالی اور ارزانی بیان کی جو سلطان علاؤالدین کے وقت میں تھی اُن دنوں موسم سرما میں ہر فقیر لبادہ پوش ہوتا۔ کافور نام مُہردار شاہی اکثر لبادے سلوا کر فقراء کو تقسیم کرتا بعضے دو دو پاتے۔
پھر یہ حکایت بیان کی کہ قاضی حمیدالدین ملک التجار جب اُن دنوں اودھ میں گیا تو وہاں دعوت کی مجھ کو بھی بُلایا تھا جب بعد دعوت لوگ رخصت ہوئے تو میں اور وہ ایک جگہ بیٹھے تو یہ قصہ بیان کیا کہ ایک بار میں نے سلطان علاؤالدین کو دیکھا پلنگ پر بیٹھے ہوئے، سر برہنہ، پاؤں زمین پر، فکر میں غرق۔ میں روبرو گیا۔ بادشاہ ایسا فکر میں تھا کہ کچھ خبر نہ ہوئی۔ میں نے باہر آکر یہ حال ملک فرید بک سے کہا کہ آج میں نے بادشاہ کو اس طرح دیکھا ہے تم بھی چل کر دیکھو کیا سبب اس فکر کا ہے اُن کی صدر پروانگی تھی وہ قاضی کے ساتھ اندر گیا بادشاہ کو باتوں میں لگایا۔ پھر عرض کیا کہ امیرالمسلمین سے کچھ عرض ہے حکم ہو تو بیان کروں بادشاہ نے اجازت دی قاضی حمیدالدین ملک التجار آگے بڑھا اور کہا میں بھی اندر آیا تھا حضور کو دیکھا سر برہنہ پریشان حال سو آپ کو کس بات کی فکر تھی۔ بادشاہ نے کہا سُنو چند روز سے دل میں سوچتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر حاکم کیا ہے اب کچھ ایسا کام کرنا چاہیئے کہ مجھ سے تمام مخلوق کو نفع پہنچے دل میں سوچا کیا کروں اگر تمام خزانہ اپنا اور سوچند اس کا تقسیم کروں تب بھی خلق کو نفع نہ ہوگا اب ایک بات سوچی ہے وہ تم سے کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ غلہ سستا کرنے کی تدبیر کروں کہ اس سے سب مخلوق کو فائدہ پہنچے اور یہ تدبیر کی ہے کہ بیوپاریوں کو حکم

دوں کہ حاضر ہوں وہ جو غلہ اطراف سے ہزاروں بیلوں میں لاد کر لاتے ہیں اِن کو خلعت دے کر اپنے خزانہ سے روپیہ قیمت کا دوں گا اور خرچ خانگی اُن کا الگ دوں گا کہ بے فکر ہو جائیں اور جو فائدہ ہو وہ اُن کو معاف کر دوں۔ تا اطراف قریب و بعید سے غلہ لائیں۔ اور میرے نرخ مقررہ کے موافق بیچیں۔ غرض یہی بات قرارداد ٹھہری اور نائکوں کو فرمان جاری ہوئے۔ خلعت، خرچ اور قیمت خزانۂ شاہی سے مِلا اور ہر طرح کا غلہ اطراف سے بکثرت آنے لگا۔ چند روز کے بعد فی من گندم سات چیتل کو آنے لگا اور گھی شکر سب چیزیں ارزاں ہوئیں۔ خلق آسودہ ہوئی سب نے نفع پایا۔ یہ بادشاہ علاؤالدین عجیب غریب پرور تھا۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا لوگ اُس کی قبر پر زیارت کو جاتے ہیں اور اپنی مُراد کے لئے رسّی اس کے مزار پر باندھ آتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی حاجتیں بر لاتا ہے۔ اپنا قِصّہ بیان کیا کہ مَیں سلطان علاؤالدین کے مزار پر گیا تھا۔ بعد نماز جمعہ کے فاتحہ پڑھ کر اگرچہ مجھ کو کچھ حاجت نہ تھی مگر میں اپنے دستار سے ایک دھاگا نکال کر وہاں باندھ آیا۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی پُکارتا ہے کہ سلطان علاؤالدین کی قبر پر کون شخص حصول مراد کے لئے رسی باندھ گیا ہے۔ اُس کے چند بار پُکارنے پر میں روبرو گیا اور کہا میں نے دھاگا باندھا ہے بولا تیری کیا حاجت ہے بیان کر۔ میں نے کہا مجھے کوئی حاجت نہیں کیا بیان کروں اور دل میں گذرا کہ جو مجھے حاجت ہے اس کے لئے روضۂ شیخ کافی ہے۔ غیر سے کیا چاہوں اِسی حال میں بیدار ہو گیا؛ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

۷۸ ویں مجلس

سعادتِ صحبت حاصل ہوئی۔ ایک سیّد مُرید ہونے آیا تھا ملازمتِ شاہی

میں محرّر تھا۔ حضرت خواجہ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا نماز باجماعت پڑھا کر جمعہ فوت نہ ہو روزہ ایامِ بیض لازم جان پھر کہا جو کوئی ایامِ بیض کے روزے رکھتا ہے اُس پر روزی فراخ ہوتی ہے اور میرے مُریدوں کو بھی وصیّت ہے کہ جو کام خدا اور رسول نے منع کیا ہے اُسے نہ کرنا۔ پھر فرمایا دولتِ دُنیا بے ثبات ہے تم خیال کر لو کہ میرے گھوڑے ہیں اور چند خدمت گار دست بستہ میرے روبرو کھڑے ہیں اِتنے درم و دینار کی ہمیشہ میری آمدنی ہے آخر یہ سب کچھ چھوڑنا ہے اور چھوٹنے والی چیز کا غم کرنا بے فائدہ ہے۔ غم اور فکر سرائے باقی کا ضروری ہے کہ اُس کو ہمیشگی ہے یہی بغور دیکھو کہ ہمارے روبرو کتنے تھے اور کتنے چلے گئے، آخر ہم سے پہلے تھے پہلے چل دیئے۔ پھر اُن سیّد سے پوچھا کیا کرتے ہو بولا قرآن مجید پڑھا کرتا ہوں۔ جو شخص اُن سیّد کے ساتھ آیا تھا بولا جناب یہ حافظ ہیں اور ان کے باپ بھی حافظ بزرگوار و صالح تھے۔ جناب خواجہ نے فرمایا حدیث شریف میں ہے اھل القراٰن ھم اھل اللّٰہ خاصۃ۔

مولانا شمس الدین حاضر تھے عرض کیا عرب میں قرآن شریف ہند کی طرح نہیں پڑھتے یعنی فقط لفظ و آیۃ یاد نہیں کرتے بلکہ ہر آیت کو مع اس کے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ وغیرہ احکامات کے پڑھتے ہیں۔ جب اُس کو مع احکام خوب یاد کر لیتے ہیں تو دوسری آیت شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں کہ سید باوجود نوکر ہونے کے تلاوت میں مشغول رہتے تھے فرمایا اگر کوئی گھر یا راستہ چلتے شب و روز قرآن پڑھتا رہے اور ذکرِ خدا میں مشغول رہے تو اُس کے لئے نوکری حجاب نہیں وہ صوفی ہے اور یہ شعر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا ارشاد فرمایا ؎ مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست ؛ کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

۷۹ ویں مجلس

شرفِ صحبت حاصل ہوا۔ ایک مُرید سے پُوچھا کیا پڑھتا ہے عرض کیا فقہ کی کتاب ھدایہ۔ جناب خواجہ نے فرمایا امام الحرمین ابوالمعالی کو اُن کے باپ ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں برکت کے لئے جا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو شیخ نے پوچھا کیا پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا خلافیات پڑھتا ہوں۔ شیخ نے دوبارہ فرمایا خلاف نچاہیئے، خلاف کرنا نچاہیئے۔ جب امام الحرمین ابوالمعالی شیخ کے پاس سے گھر لوٹ آئے تو اُن کے والد شیخ محمد جوینی نے پوچھا کہ زیارتِ شیخ کی۔ کہاں شیخ نے کیا کہا۔ یہ بولے مجھ سے شیخ نے پوچھا کیا پڑھتے ہو میں نے واقعی حال عرض کیا کہ خلافیات فقہا پڑھتا ہوں یہ سُن کر شیخ نے دو بار فرمایا خلاف نہ چاہیئے خلاف نہ چاہیئے۔ محمد جوینی نے کہا اے ابوالمعالی فقہ مت پڑھ اس علم کو چھوڑ دے۔ مگر شیخ کی اس بات کی برکت سے یہ ایسے فقیہ ہوئے کہ اُن کے شاگرد اطرافِ عالم میں پہنچے۔ میں نے عرض کیا ان کو امام الحرمین کیوں کہتے ہیں فرمایا اُنہوں نے دونوں حرمین شریفین میں امامت کی ہے۔ پھر فرمایا مُنکرانِ سماع بہت ہیں مگر اکثر لوگ منصف بھی گذرے ہیں۔ اس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حدود ہرات سے اس گاؤں میں گئے جہاں شیخ ابوالقاسم فراتی رہتے تھے اور ان اطراف میں جیسے اِس مُلک میں خانقاہ بناتے ہیں وہاں فقراء کے لئے محل بنوا دیتے ہیں اس میں مسافر اُترا کرتے ہیں۔ غرض شیخ ابوالقاسم فراتی نے ان کا آنا سُن کر شیخ ابوسعید کا استقبال کیا اور اپنے محل میں لے آئے۔ طعام دعوت سے فراغت کے بعد حضرت ابوالخیر نے

شیخ ابوالقاسم سے کہا پانچ آیتیں پڑھو کہ فاتحہ واسطے بزرگانِ دین کے کی جائے اور حضرت ابوسعید ابوالخیر کی عادت تھی یہ جہاں جاتے حافظ اور قوال دونوں آپ کے ہمراہ ہوا کرتے۔ شیخ ابوالقاسم فراتی منکرانِ سماع سے تھے ہیبت شیخ سے کچھ نہ بول سکے فقط یہی کیا کہ بعد فاتحہ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ قوالوں نے سماع شروع کیا۔ شیخ ابوسعید کو کیفیت ہوئی اُٹھ کھڑے ہوئے اور عین تواجد میں باہر آئے اور ابوالقاسم فراتی کے پاس آکر رقص کے لئے اشارہ کیا مگر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور وجد نہ کیا۔ جب حضرت ابوسعید نے دیکھا کہ یہ وجد نہیں کرتے تو کہا شیخ صحرا کی طرف دیکھو۔ انہوں نے اس طرف نظر کی تو تمام درختانِ صحرا کو تواجد میں دیکھا۔ یہ حال دیکھ کر شیخ ابوالقاسم کو کیفیت پیدا ہوئی، جامہ چاک کیا اور رقص شروع کیا۔ پھر اُن کا بھائی جو منکرِ سماع تھا اُس کو بھی رقص میں لائے ؛ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

۸۰ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی ہاتھ آئی۔ اِس بات کا بیان تھا کہ جس شخص کا وِرد وظیفہ فوت ہو جائے تو اس کا نام مُردوں کے دفتر میں لکھتے ہیں۔ مگر یہ بات صوفیہ کرام کے نزدیک ہے۔ پھر شیخ حسن نوری کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ اُن کی زیارت کو چلے اور اُن بزرگ کی یہ کرامت تھی کہ جو خواب دیکھتے سچ ہُوا کرتا جب قریب اس شہر کے پہنچے تو شب کو خواب میں دیکھا وہ فوت ہو گئے ہیں جب جاگے تو کہا میرا خواب کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ سالہا سال سے اس کا تجربہ ہُوا ہے اب جو وہ فوت ہو گئے تو میں گھر کو لوٹ جاؤں، پھر سوچا کہ اب قریب آگیا ہوں اگر زندہ نہ پایا تو اُن کی تربت دیکھ کر فاتحہ پڑھوں اس کے بعد لوٹ جاؤں گا۔

اِس خیال سے شہر میں آئے اور ہر کسی سے اُن کی تُربت دریافت کرنے لگے سب نے کہا وہ زندہ ہیں اُن کی تُربت کیا پوچھتے ہو۔ یہ حیران ہوئے کہ میرا خواب کبھی جُھوٹا نہیں ہوتا۔ غرض اُن سے جاکر ملے اور کہا اے خواجہ خواب میرا کبھی دروغ نہیں ہوا۔ میں نے ایک رات دیکھا کوئی کہتا ہے فلاں فوت ہوا۔ اب آکر آپ کو قیدِ حیات میں پایا یہ کیا بھید ہے۔ اُن بزرگ نے سوچ کر پوچھا یہ خواب دیکھے ہوئے کِتنے روز ہوئے انہوں نے وہ دن اور تاریخ بتائی۔ فرمایا تمہارا خواب سچّا ہے اس رات میرا وِرد (وظیفہ) قضا ہو گیا تھا عالمِ بالا سے مُنادی نے پکارا کہ فلاں شخص فوت ہوا۔ اس کے بعد یہ آیت شریف پڑھی فلنحیینه حیاةً طیبة۔ اِس کی تفسیر میں اقوال متعدّد ہیں مگر بیان حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا یہ ہے کہ مراد حیاۃ طیبہ سے قناعت ہے جس کو قناعت ملی گویا حیاۃ طیبہ ملی اور اسلام بھی حیاۃ حکمی ہے اور اعتاق بھی حکماً حیات ہے پھر فرمایا ایک حیات عوام کی ہے اور ایک حیات خواص کی حیات عوام قیام نفوس سے ہے اور حیاتِ خواص قیامِ اَوقات سے اگر اوقات وظائف اور اَوراد سے لبریز ہیں تو وہ زندہ ہیں اور اگر اوقات ضائع ہوئے۔ تو موت اُن کو حاصل ہوئی۔ اِس کے بعد ایک عالم کہ حاضر محفل تھا بولا جناب فلاں کتاب میں ایک مقام حل نہیں ہوتا۔ فرمایا کیا دشواری ہے۔ عرض کیا اُس میں لکھا ہے نفاق العارفین افضل من اخلاص المریدین۔ مطلب اس کا ذہن نشین نہیں ہوتا فرمایا یوں بھی ہے کہ ریاء العارفین اس واسطے کہ ایک ریاء مذمومہ ہے اور ایک محمودہ۔ ریاء مذمومہ یہ ہے کہ کوئی نماز پڑھے اِس نیت سے کہ لوگ دیکھ کر عابد زاہد تصوّر کریں اور اس خودنمائی میں نیت جذبِ منفعت دنیاوی ہو تو بعض علماء کے نزدیک وہ کافر ہوا کہ عبادت میں غیر کو شریک کیا اور حکم ہے کہ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ط مگر اکثر علماء

اسے فاسق کہتے ہیں کافر نہیں کہتے۔ اور ریا محمود یہ ہے کہ نماز پڑھے اس نیت سے کہ اور لوگ دیکھ کر اس کی پیروی کریں اور عبادت زیادہ کریں جیسے کوئی پیر مریدوں کو دکھانے کیلئے نوافل زیادہ پڑھے اور روزے رکھے تاکہ مریدوں کو تعلیم ہو۔ میں نے عرض کیا سوال ان کا نفاق سے تھا فرمایا نفاق ایسا ہی ہے کہ ایک دن ایک شخص جناب رسالت مآب کی خدمت میں آکر بیٹھا کچھ دیر بعد جب اُٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے حال سے لوگوں کو خبر دی کہ یہ بدمرد ہے۔ حاضرین سے ایک نے پوچھا یہ غیبت ہے۔ فرمایا غیبت نہیں یہ اخبار ہے اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیا کرتے تھے۔ اِس پر میں نے عرض کیا کہ اذکروا الفاجر بما فیہ بھی تو آیا ہے فرمایا یہ بیان غیبت کا ہے یعنی جب معلوم ہو کہ غیبت کرنے سے یہ فسق و فجور چھوڑ دے گا تو اُس کی غیبت کرنا رُوا ہے کہ وہ اُس خراب کام سے باز آئے یا اور لوگ اس بات سے مطلع ہو کر اُس کی صحبت سے پرہیز کریں ؁ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؁

۸۱ ویں مجلس

دولتِ دیدار حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شرع ہیں جو قول و فعل آپ سے صادر ہوا وہ سزاوارِ متابعت ہے۔ پھر کہا بناءِ مسلمان اِن دو چیزوں پہ ہے کہ جو خدا اور رسول نے فرمایا ہے اُس کی متابعت کرے اور جسے منع کیا ہے اُس کو ترک کرے۔ پھر یہ آیۃ شریفہ پڑھی وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ پھر کہا زمین کے تمام خزانے و دفینے آنحضرتؐ پر پیش کیے گئے کہ اُن کو بے حساب خرچ کریں مگر آپ نے قبول نہ کیا اور مالِ غنیمت سے خُمس آپ کا حصہ تھا جیسا کہ فرمایا

فان للہ خمسہ وللرسول فرمایا آنحضرت نے کہ خمس میرا حصہ ہے مگر وہ بھی لوٹ کر تم پر قسمت کیا گیا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ۔

ایک دن خدمتِ نبوی میں غنیمت بے شمار آئی تھی آپ لوگوں میں اُسے تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُس جگہ حاضر تھے جناب اُمّ المؤمنین عائشہ رضؓ اُن دنوں کم عمر تھیں یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس آ بیٹھیں اور کہا الیوم خماری ویوم مقنعی۔ جناب آنحضرت نے اور سب کو مال عنایت فرمایا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کو کچھ نہ دیا۔ جب کچھ باقی نہ رہا تو جناب صدیقہ نے بے ذوق ہو کر کہا ان کنت نبیا فافعل بنا ما فعل الأنبیاء قبلك۔ میں نے عرض کیا اِنْ واسطے شک کے ہے۔ خواجہ نے فرمایا، یہاں واسطے شک کے نہیں اکثر کہتے ہیں کہ اگر تو میرا فرزند ہے تو یہ کام نہ کرنا اور اگر تو میرا بھائی ہے تو ایسا کر۔ حالانکہ فرزندیت و اخوت میں کچھ شک و نقصان نہیں ہوتا لہٰذا اِس طرح کہا کہ اگر آپ نبیؐ ہیں تو وہ معاملہ کریں جو انبیاء اپنی بیویوں سے کرتے تھے۔ جب اُمّ المؤمنین سے یہ کلمہ بے ادبی کا سرزد ہوا تو جناب صدیق رضؓ نے طمانچہ مارنے کو ہاتھ اُٹھایا۔ جناب رسُولِ خُدا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا لا تضربها فانها صغیرۃ۔ جناب صدیق رضؓ ممانعت سے ہاتھ اُٹھا کر رہ گئے۔ حضرت ام المؤمنین کو تین طرح کے غم ہوئے ایک چادر نہ ملنے کا۔ دوسرے کلام بے ادبی کہنے کا۔ تیسرے باپ کی ناراضگی کا۔ غرض وہاں سے حیران و شرمندہ اُٹھ کر اپنے حُجرہ میں آئیں اور سر زانو پر رکھ کر بیٹھ گئیں مگر آنحضرت بھی فوراً اندر تشریف لائے اور آ کر سر پر کھڑے ہوئے مگر حضرت عائشہ رضؓ اُسی طرح سر جھکائے مغموم و حیران بیٹھی رہیں جب دیکھا یہ کچھ نہیں بولتیں تو دستِ مُبارک اُن کے کندھے پر رکھ کر فرمایا ایها الشیطان الخبیث اخرج من النفس الطیبة۔

حضرت اُمّ المؤمنین نے جناب رسالتمآب کا یہ کلام سُن کر سر اُٹھایا اور بولیں لقد خرج والذی بعثك بالحق نبیا۔ پھر فرمایا بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ غم جو حضرت عائشہ رضؓ کو حاصل ہُوا بہ سبب شومئ خواہش دنیا کے تھا کہ دوپٹہ اور مقنعہ طلب کیا۔ پھر فرمایا بعض کے نزدیک نزول اِن دو آیتوں کا اِسی محفل میں ہُوا ہے یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُس وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اللہ یقرئك السّلام فقال خیرت بین النبوة مع الفقر والنبوة مع الغنا فقال علیہ السّلام خیرت ان اکون نبیا فقیرا اجوع یومین واشبع یوما۔ مگر آپ کی سیری ایسی نہ تھی جیسے ہم پیٹ بھر کھاتے ہیں۔ پانچ چھ کھجوروں سے آپ شکم سیر ہو جاتے تھے پھر فرمایا جب یہ دو آیتیں اُتریں تو آپ نے ازواجِ مطہرات سے پوشیدہ رکھا اِس خیال سے کہ عورات ناقص العقل ہیں مبادا یہ فقر نہ اُٹھا سکیں اور طلاق لینا پسند کریں پس آپ نے اوّل اُمّ المؤمنین عائشہ رضؓ صدیقہ کو بُلایا کہ یہ سب میں فقیہ اور عالمہ تھیں۔ پھر کہا اے عائشہ رضؓ دو آیتیں نازل ہوئی ہیں میں تمہارے آگے اُن کو پڑھوں گا اور سُنا کر پوچھوں گا کہ کہو اب کیا جواب دیتی ہو اور دو باتوں میں سے کون سی چاہتی ہو۔ سو تم جلدی جواب نہ دے بیٹھنا اوّل اس کے جواب میں اپنے والد ماجد سے صلاح لینا پھر مجھے جواب دے دینا۔ پھر دونوں آیتیں اُن کے رُوبرو پڑھیں۔ جناب عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا یا رسول اللہ اُشاور لھذا ابابکر واللہِ اختار اللہ ورسولہ۔ جب جناب صدیقہ رضؓ نے صحبتِ نبوی ساتھ فقر کے قبول کی اور دوسری بیویوں نے حکمِ کلام الٰہی سُنا کہ ہم مُختار کی گئی ہیں تو چونکہ عورات

ناقص العقل ہیں بعض نے خیال کیا کہ آنحضرت نے تو فقر و فاقہ پسند فرمایا ہے اور ہم کو دعوتوں میں روسائے عرب کے میلے کچیلے بے زیور و لباس ہونے پر طعن و تشنیع ہوگی کہ رسولِ خدا کی بیویاں یوں شکستہ حال بے جامہ و زینت ہیں۔ مگر جب سُنا کہ جناب صدیقہ رضؓ نے بلا تامل خدا و رسول کو فقر و فاقہ کے ساتھ پسند و اختیار کیا تو یکایک سب نے پُکارا واللہ نختار اللہ ورسولہ والفقر۔ پھر خواجہ نے کہا کوئی دن آنحضرت شریف پر اُس دن سے خوشتر نہیں گذرا کہ جس دن سب بیویوں نے فقر کو پسند کیا اور رسولِ خدا سے جدائی پسند نہ کی۔ پھر فرمایا جنابہ صدیقہ رضؓ ان دو باتوں سے باقی بیویوں پر فخر کیا کرتی تھیں۔ ایک یہ کہ اور سب ثیبہ تھیں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے۔ دوسرے یہ کہ جب جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو سر مبارک جناب آنحضرت کا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے زانوئے مبارک پر تھا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۃ

۸۲ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر تقریر ترکِ دنیا پر کر رہے تھے کہ دنیا کی خاصیت ہے کہ اگر سر انگشت اُس پر رکھیں تو تمام انگشت تر ہو جائے گی پھر کہا اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے اور سب نے یہی حکم پہنچایا تاکہ کل قیامت کو تبلیغ کے مواخذہ سے سبکدوش رہیں مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا۔ پھر کہا عوارف میں یہ حدیث شریف منقول ہے۔ عن ابی موسی الاشعری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ کمثل رجل اتی قومًا فقال یا قوم انی رأیت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجا النجا فاطاعہ طائفۃ من قومہ

فادلجوا فانطلقوا علی مھلھم فنجوا وکذبت طائفۃ منھم فاصبحوا مکانھم فصبحھم الجیش فاھلکھم واجتاحھم فکذٰلک من اطاعنی فاتبع بما جئت بہ من الحق ۔ یعنی فرمایا آنحضرت نے لشکر شیطان تمہاری کمین میں ہے فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگے اور فرمانِ رسول بجا لائے اور دنیا سے مُحترز رہے اس کو آخرت میں حِصّہ کافی ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۔ اس کے بعد کہا آنحضرت علیہ السّلام نے فرمانِ الٰہی پہنچا دیا تاکسی کو روزِ قیامت عذر و حیلہ نہ رہے اور اُس پر یہ آیت شریفہ پڑھی رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

۸۳ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی حاصل ہوئی ۔ حضرت خواجہ کے ہاں ایک قلندر مہمان تھا جب میں حاضر ہوا تو اس قلندر کو بھی بُلوایا اور مجھ سے کہا ہمارے پاس ایک قلندر عالم کابل آیا ہوا ہے ۔ غرض جب وہ سامنے آیا تو جُھک کر با اَدب سلام کیا ۔ خواجہ نے فرمایا بیٹھو پھر اُس کی طرف متوجہ ہو کر یہ شعر پڑھا :

مُرتد نشوی قلندری کارِ تو نیست　　کافر نشوی عشق خریدار تو نیست

فرمایا مرتد ارتد وہ ہے اس کے معنے ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنا ہے تلافی اس کا ردّہ ہے ۔ سو جب تک صفاتِ ذمیمہ چھوڑ کر صفاتِ حمیدہ حاصل نہ کرے گا تو قلندری تیرا کام نہیں ۔ اور صفات ذمیمہ کیا ہیں حقد، حسد، بخل، طلب دنیا، خواہش چرب و شیریں، حصولِ شہوات ۔ پھر کہا کافر نہ ہوتا کیسے ۔

سو کفر کے معنے ستر کے ہیں یعنی چھپانا کاشتکار کو کافر کہتے ہیں کہ وہ تخم زمین میں چھپاتا ہے پس قلندر کو عاشق ہونا چاہیئے کہ اپنی حسنات کو پوشیدہ کرے پھر فرمایا تُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ اگلی اُمتوں کی توبہ قتل نفس تھی، اُن کی توبہ تب قبول ہوتی جب اپنے آپ کو مار ڈالتے تھے، مگر یہ آیت اُمتِ رسول اللہ کے حق میں منسوخ ہے کہ ان کی توبہ حسرت و ندامت سے فرمایا الندم توبۃ اور بعضوں نے کہا ہے یہ آیت اِس اُمت کے حق میں منسوخ نہیں کہ یہ مامور و مخاطب ساتھ ترک شہوات کے ہیں۔ سو جس نے شہوات ترک کیں اُس نے گویا اپنے نفس کو قتل کیا کہ یہی مراد مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے ہے قلندر مُردہ کی طرح ہے اِس لئے کہ اُس نے شہوات ولذّات کو ترک کیا ہے۔ پھر کہا نماز ہر شخص پڑھ سکتا ہے اور روزہ بھی سب رکھ سکتے ہیں مگر شہوات سے جدا ہونا اور ترکِ لذّات کرنا اور کام ہے اِس کا چھوڑنا مشکل ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ۔

کِسی شہر کے بادشاہ کی عورت بہت حسین تھی اتفاقاً وہ مر گیا اور عورت نے عدّت پوری کی۔ وہاں ایک شیخ بزرگ تھے، عورت نے کہلا بھیجا کہ میرا خاوند مر گیا ہے میں جوان حسین ہوں مال واسباب بکثرت ہے مجھ کو خوف ہے کہ کہیں یہ مال خواہشِ نفس میں صرف نہ ہو مجھے لِلّٰہ اپنے نکاح میں قبول کرلیں۔ شیخ نے قبول کیا اور نکاح ہوا رات کو عورت شیخ کے یہاں آئی یہ وظیفہ میں مشغول تھے رات کا تیسرا حصّہ گذرا یہ عورت بیٹھے بیٹھے تنگ آئی نیند غالب ہوئی۔ شیخ یہ دیکھ کر اُٹھے پلنگ پر آکر عورت کو بُلایا اور اُس کا ہاتھ لے کر اپنے شکم پر رکھا۔ اُن کے شکم پر چند گرہیں پڑ گئی تھیں۔ عورت نے پوچھا یہ گرہیں کیسی ہیں۔ کہا یہ ایسے ہوئیں کہ مجھ سے چند عورتوں نے نکاح کیا جب جی چاہا کہ اُن سے دِل لگی کروں تو میں نے اپنا جی مارا اور شہوت کو روکا، اُس سے ہر بار ایک گرہ شکم میں ہو گئی۔

عورت نے پھر ہاتھ شکم پر رکھا اور پوچھا یہ تازہ ایک گرہ معلوم ہوتی ہے کہ اب ہوئی پہلے نہ تھی۔ درویش نے کہا یہ تمہارے سبب سے ابھی ہوئی ہے۔

پھر فرمایا ایک درویش تھا۔ ایک حسین وجمیل عورت اس کے سامنے سے گذری اُس کی نظر اس پر ایک بار پڑی۔ انگشت سے ایک آنکھ نکال کر پھینک دی دوبارہ دوسری آنکھ نکالنا چاہی کہ ہاتف نے کہا بس کر ایک نظر کو ایک ہی سزا کافی ہے ایک آنکھ نکالنے سے اس گناہ کا عوض ہو گیا۔ پھر کہا مقصود ترک وتجرید سے یہ ہے کہ نماز و ذکر میں حضوری پیدا ہو جس کے تعلقات بہت ہوتے ہیں اُس کا دل اُن تعلقات میں پریشان رہتا ہے پس جب نماز و ذکر میں دل پریشان ہوا تو حضور نہ ہوگا۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ اور احسان کے باب میں یہ جملہ حدیث شریف کا پڑھا الاحسان ان تعبد الله کانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك ÷ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ÷

۸۴ ویں مجلس

شرفِ صحبت حاصل ہوا۔ ایک واعظ حاضر محفل تھا خواجہ نے اُس سے کہا جناب آنحضرت کے عُرس کے روز وعظ کہنا وہ بولا وعدہ، وعظ اُسی روز عُرس پر ہو گا۔ پھر اُس نے پوچھا کہ عُرس آنحضرت میں علماء کا اختلاف ہے۔ جناب خواجہ نے فرمایا اِسی لئے تفاسیر میں بھی اختلاف ہے۔ پھر ایک تفسیر نکال کر پیش کی اُس میں لکھا تھا کہ نزول آیت شریف اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ کا عرفہ کے دن ہوا۔ اس کے بعد جناب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم اکاسی[۸۱] دن زندہ رہے ہیں۔ ایک مُلّا نے پوچھا جناب کیا سبب ہے کہ لوگوں کو عرس آنحضرت علیہ السلام میں اس قدر اہتمام نہیں ہوتا

جیسا عرس مشائخ میں ہوا کرتا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کرنے والے تو پورا اہتمام کرتے ہیں پھر فرمایا اِن بارہ دنوں میں میرے شیخ الاسلام نظام الحق والشرع والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کھانا پکواتے بہ نیتِ عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا کرتا اور بارھویں دن تو دعوتِ عام ہوا کرتی تھی۔ پھر فرمایا جو کوئی کچھ کھانا بہ نیت ایصالِ ثواب کسی کی روح کے واسطے لوگوں کو دے تو وہ اس کی روح کو پہنچتا ہے۔ سو کونسا کھانا اس سے بہتر ہوگا کہ بہ نیتِ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا جاوے۔ آنحضرت ہمارے کھانے کے محتاج نہیں بلکہ ہم سب محتاجِ شفاعت آنحضرت کے ہیں۔ ہم اپنے رسوخ کے واسطے سعادت سمجھ کر کھانا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا پروردگار نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف حق تعالیٰ نے اپنے اظہار خدائی کے لئے مخلوق پیدا کی اور صالح وطالح (بدبخت) بنائے اور سب کو دو فرقہ کیا فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ پھر کہا فخلقت الخلق یہ اِخبار غیر واقع ہے جیسا دوسری آیت میں خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ لِیَعْبُدُوْنِ ٥ یہ بھی اِخبار غیر واقع ہے اس واسطے کہ یہ آیت چاہتی ہے کہ عبادت ومعرفت واقع ہو۔ حالانکہ خلاف اس کا ہے۔ پھر خود کہا کہ جواب اس کا یہ ہے کہ اس کلام میں تقدیر ہے حقیقت یوں ہے کہ الا لیعبدون ای لان امرھم بالعبادۃ اور وہاں حدیث قدسی میں بھی تقدیر ہے کہ فخلقت الخلق لاعرف ای لان امرھم بالمعرفۃ اور حکم عبادت ومعرفت کا سب کو ہے مؤمن ہوں خواہ کافر۔ پھر فرمایا مقصود علم سے عمل ہے۔ اور علم حسن لنفسہ بلکہ حسن لغیرہ ہے جیسے وضو کہ وہ بھی حسن لغیرہ ہے سو جیسے مقصود وضو سے نماز ہے اُسی طرح مقصود علم سے عمل ہے اور حصولِ عمل اصلاح دل پر موقوف ہے کہ شاہد اس کی یہ حدیث ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ان فی جسد ابن اٰدم لمضغۃ اذا صلحت صلح جمیع البدن الا وھی القلب۔ سو یہ حدیث آنحضرت نے اِس واسطے فرمائی کہ اُمّت دل کی اصلاح کے لئے کوشش کرے اور علامت دل کے صالح ہونے کی یہ ہے کہ طاعت میں ذوق وراحت پائے۔ اگر نماز میں ہو تو اتنا ذوق ہو کہ چاہے نماز ہی پڑھتا رہے اور اگر تلاوتِ قرآن یا ذکر کرے تو اتنا خوش ہو کہ چاہے یہی کرتا رہوں۔ سو یہ علامت صلاحیتِ قلب کی ہے اور اگر اصلاحِ قلب میں کوشش نہ کرے گا تو دل فاسد ہو جائے گا اور اُس کے تمام بدن میں فساد قبول کرے گا اور نماز، تلاوت و ذکر میں اُس کو کچھ حلاوت و حضور نہ ہو گا۔ جیسے مقصود وضو سے نماز ہے ویسے ہی نماز سے مقصود حضور ہے وکل شی غافل عن مقصودہ فھو باطل۔ پھر فرمایا یہ ہماری نماز کیا نماز ہے بیکاروں کی طرح نماز پر کھڑے ہوئے اُس میں یہ خیال رہا کہ جلد دو سنتیں اور پڑھ لیں ⁂ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۸۵ ویں مجلس

سعادتِ صحبت نصیب ہوئی ایک لشکری صالح خواجہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کا حال پوچھ رہے تھے۔ فرمایا طلبِ دُنیا میں اگر نیت خیر کی ہو تو وہ فی الحقیقت طلبِ آخرت ہے اور اِس پر یہ حدیث پڑھی قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من طلب الدنیا حلالًا مباحًا متکاثرًا لقی اللہ وھو علیہ غضبان ومن طلب استعفافا عن المسئلۃ وصیانۃ لنفسہ جاء یوم القیامۃ ووجھہ کالقمر البدر۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار پانچ سو دینار زر حضرت ابو سعید ابو الخیر پر قرض ہو گئے اور آپ کی خانقاہ میں اُس وقت ایک سو بیس صوفی مقیم و مسافر تھے داروغہ نے شیخ سے عرض کیا کہ پانچ سو

دینار قرض ہوگئے ہیں مصارفِ مطبخ میں۔ شیخ نے کہا اُونٹ سواری کا لاؤ۔
خادم شتر تیار کر لائے۔ شیخ اُس پر بیٹھے اور کہا ابوالفضل فراقی کے پاس جاتا
ہوں قصبۂ مہینہ کے پاس ایک گاؤں تھا اس میں ابوالفضل فراقی رہا کرتے
تھے حسن مودّب خادم خانقاہ شیخ نے پہلے ایک آدمی ابوالفضل کے پاس دوڑایا
کہ جا کر کہہ دے شیخ ابوسعید مع ایک سو بیس صوفیوں کے تمہارے پاس آتے
ہیں۔ شیخ ابوالفضل نے یہ سن کر کھانا پکوایا اور پا برہنہ گاؤں سے اُن کے
استقبال کو نکلے۔ مل کر شیخ کے قدموں پر گرے اور گھر لے آئے۔ وہاں رسم ہے
کہ قریب خانقاہ متعدد مکانات تیار کرتے ہیں کہ مہمانوں کو ان میں اُتاریں۔ شیخ
کو مع فقرار ایک مکان میں اُتارا اور تین دن مہمانی کی اس کے بعد پانچ سو اشرفی
ایک گرہ میں اور دو سو اشرفی دوسری گرہ پارچہ میں باندھ کر حسن مودّب کے پاس
لائے۔ کہا یہ پانچ سو اشرفیاں ادائے قرض حضرت شیخ کو لایا ہوں اور یہ دو سو توشہ
ہے فقرار کے سفر خرچ کے لئے۔ حسن مودب نے کہا کہ میں بے اطلاع نہیں لے
سکتا لے چلو کہ شیخ کے روبرو رکھیں۔ ابوالفضل نے ہمراہ آکر شیخ کی نذر گذرانیں
حسن مودّب نے عرض کیا کہ یہ پانچ سو اشرفیاں اُدائے قرض کو لایا ہے اور یہ دو سو
توشۂ راہ صوفیوں کیلئے حضرت شیخ اُس کی اِس تواضع سے بہت خوش ہوئے۔
فرمایا اے ابوالفضل میں تیرے لئے یہ دُعا کرتا ہوں کہ دنیا تجھ سے جاتی رہے کہ
دُنیا مبغوضِ خدا ہے۔ ابوالفضل نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ مجھ کو درویشوں کی خدمت
بواسطے اِسی دُنیا کے حاصل ہوتی ہے اگر دُنیا میرے پاس نہ ہوتی تو شیخ کب مجھ کو
اپنے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز فرماتے۔ شیخ نے یہ سُن کر ہاتھ اُٹھائے اور دُعا
کی کہ خداوندا ابوالفضل کو دنیا کے ہاتھ میں مت سونپنا بلکہ دُنیا اس کا توشۂ آخرت
کرنا کہ باعث نکال و عقاب اس کا نہ ہو۔ خواجہ نے فرمایا جب تک ابوالفضل

زندہ رہے بہ برکت اس دعا کے دنیا نہر کی طرح ان کے در پر بہتی رہی ؛
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۸٦ ویں مجلس

سعادتِ صحبت حاصل ہوئی۔ حضوریٔ نماز کا بیان شروع فرمایا کہ عزیمت نماز میں یہ ہے کہ اوّل سے آخر تک حضور رہے مگر اِس نظر سے کہ مصلّی کو حرج ہو گا۔ علماء نے کہا کہ تحریمہ اور سلام کے وقت تو حضور ضرور ہو نماز کے بیچ میں اگر حضور فوت ہُوا تو وہ معاف ہے۔ مگر یہ حکم بطور رخصت کے ہے اور عزیمت وہی ہے کہ نماز میں از اول تا آخر حضور رہے اور اِس کا قیاس مسئلہ زکوٰۃ پر ہے کہ اگر کوئی اوّل سال میں مالک نصاب ہو اور سال کے بیچ میں نصاب نہ رہے پھر آخر سال میں نصاب کامل ہو گیا تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر کہا اس حدیث میں کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب میں علماء نے نفیِ فضیلت مراد لی ہے یعنی فضیلت نماز بے حضور قلب نہیں اگرچہ بے حضور جائز ہے روا ہو جائے گی مگر بہتر جب ہی ہو گی کہ بحضور دل ہو اور مشائخ طریقت حقیقتِ فضیلت مُراد لیتے ہیں کہتے ہیں جس نماز میں حضور قلب نہ ہو وہ رُوا ہی نہیں۔ فرمایا العبادۃ اسم لما شرعہ المرء ابتغاء لمرضات اللّٰہ تعالیٰ بخلاف ھواء النفس۔ اور اس کے بعد یہ حدیث پڑھی کہ المصلی یناجی ربہ۔ فرمایا دیکھو تم جو نماز پڑھتے ہو اُس میں راز دل خدا تعالیٰ سے کہتے ہو یا نفس و ہَوا سے۔

نمازی کو چاہیئے جب ہاتھ تحریمہ کو اُٹھائے اور اللّٰہ اکبر کہے تو سمجھے کس کی تعظیم کرتا ہوں اور سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ میں کس کی پاکی بیان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کس کو کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ میں جانے کس کی عبادت کرتا ہوں۔ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

میں خیال کرے کس سے مدد طلب کرتا ہوں اسی طرح جانے کس کے روبرو جھکتا ہوں اور کسے سجدہ کرتا ہوں اور نماز میں دائیں بائیں نظر نہ کرے۔ اس پر یہ حدیث پڑھی لو علم المصلی مع من یناجی ما التفت۔ پھر کہا سنن و نوافل مکملاتِ فرائض ہیں اگر فرائض میں حضوری فوت ہوئی تو حضوری نوافل کی مکمل اس کی ہو جائے گی کیونکہ مقصود نماز سے حضور قلب ہے کہ فرمایا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ پھر کہا الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ کہا دِل رئیس جوارح ہے اور جوارح تابعِ دل۔ قبلہ اعضاء کا کعبہ شریفہ اگر اعضا متوجہ کعبہ کو نہ ہوں گے نماز درست نہ ہوگی۔ اسی طرح قبلۂ دل ذاتِ پاک حق تعالیٰ ہے اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو پھر کیسی نماز۔

ایک درویش نے جو کہ حاضر تھا اس وقت حکایت حسن افغان کی یاد دلائی کہ فوائد الفواد میں جناب شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ خواجہ حسن افغان ایک مسجد میں گئے امام نے اُٹھ کر نماز شروع کی اور نماز میں اُس کو یہ خیال ہوا کہ فلاں شہر میں جا کر گھوڑے خریدوں اور فلاں جگہ لے جا کر بیچوں۔ بعد سلام حسن افغان امام کے پاس گئے اور کہا اے حضرت آپ چلے اور میں پیچھے ہوا۔ تم فلاں شہر گئے، گھوڑے خریدے اور دوسرے شہر میں لے جا کر فروخت کئے۔ پھر وہاں سے غلام مول لے کر اور جگہ بیچے۔ میں تمہارے پیچھے سرگرداں رہا آخر یہ کیا نماز ہے۔ اِس قصّہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ یہ آمادگی وضو کے وقت سے چاہیئے کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ الوضوء انفصال والصلوٰۃ اتصال فمن لم ینفصل لم یتصل:۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

۸۷ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی ۔ جناب خواجہ کی طبیعت میں کچھ حزن تھا۔
ایک بزرگ ملنے آیا تھا اُس کی جہت سے اُتر کر بیٹھے تھے اُس نے اوّل حالِ
عارضہ دریافت کیا بولا آپ کو اکثر کچھ نہ کچھ رنج و خلش رہتی ہے ، گاہے غیب
سے کوئی غم ہو جاتا ہے ان اشد البلاء علی الانبیاء ثم الاولیاء فالامثل۔ یہی
علامت جناب کی ولایت کی ہے کہ خاصانِ حق کبھی صدمات سے فارغ نہیں ہُوا
کرتے اس پر ایک اور یار نے یہ حدیث شریف پڑھی قال رسول اللہ صلّی
اللہ علیہ وسلم المؤمن لا یخلوا عن علۃ او قلۃ او احد یؤذیہ ۔
اُس وقت آپ نے فرمایا میرے مُرشد حضرت سلطان الاولیاء کو بھی ہمیشہ کچھ نہ
کچھ زحمت و تکلیف رہا کرتی تھی گاہے دردِ بدن کبھی صداع کبھی رنجِ بواسیر
کبھی بُخار۔ کبھی ان سے خالی نہ رہتے۔ ایک بار عین سماع دردِ پہلو ہُوا کہ پریشان
کر دیا۔ پھر فرمایا تکلیف ہمیشہ رہا کرتی تھی مگر علاج کبھی کبھی کیا کرتے ۔ پھر فرمایا
فتوحات کا یہ حال تھا کہ دولت کا دریا دروازے کے آگے بہتا تھا۔ کوئی وقت
فتوحات سے خالی نہ ہوتا صبح سے شام تک لوگ آتے بلکہ عشاء تک۔ مگر لینے
والے لانے والوں سے زیادہ ہُوا کرتے اور جو کوئی کچھ لاتا اُس سے زیادہ حضرت
کی عنایت سے پاتا۔ پھر کرامت کا ذکر کیا کہ ایک بار ایک امیر سو تنکہ زر نذر کو لایا
آپ نے قبول نہ فرمایا۔ جب دیکھا بہت رنجیدہ ہوتا ہے تو اُس میں سے ایک تنکہ
قبول کیا باقی وہ پاس لئے غمناک بیٹھا رہا دل میں کہتا تھا اگر حضرت شیخ سب قبول
فرمائیں تو میری سعادت ہے۔ شیخ نے فرمایا میں نے یہ سب اس لئے قبول نہ کئے
کہ تیرے کام آئیں گے لے جا میرے پاس اور مال ہے پھر اُس سے کہا اُلٹی طرف

دیکھ ۔ اُس نے نظر کی تو دیکھا انبار اشرفیوں کا لگا ہُوا ہے ۔ سر قدموں پر رکھ کر جانے کو اُٹھا ۔ آپ نے اسے منع کیا کہ جو کچھ دیکھا ہے اُسے اور سے مت کہنا ۔ وہ پوشیدہ نہ رکھ سکا باہر آکر یہ حال لوگوں سے بیان کر دیا ۔ پھر فرمایا :۔

ایک بار سلطان قطب الدین کو کسی بدخواہ نے کہا کہ شیخ تمہاری فتوحات قبول نہیں کرتے اور اُمراء اور سرداروں کے لائے ہوئے فتوحات قبول کر لیتے ہیں ، آخر وہ سب بھی تو آپ ہی کے یہاں سے لے جاتے ہیں ۔ سلطان قطب الدین نے یہ بات سچ جان کر حکم کیا کہ کوئی امیر یا سردار شیخ کے یہاں نہ جائے اور دیکھو وہ اس قدر دعوت لوگوں کی کہاں سے کرتے ہیں اور جاسوس مقرر کئے کہ دیکھتے رہیں جو امیر وہاں جائے مجھ سے آکر اطلاع کریں ۔ جناب شیخ نے جب یہ سُنا فرمایا کھانا آج سے زیادہ پکایا جائے ۔ ایک مُدت بعد سلطان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ خانقاہِ شیخ کا کیا حال ہے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پہلے جسقدر پکتا تھا اب اس سے دوگنا پکتا ہے ۔ بادشاہ یہ سُن کر پشیمان ہُوا کہا میں غلطی پر تھا اُن کا معاملہ عالمِ غیب سے ہے ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

۸۸ ویں مجلس

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی ۔ آیت شریف اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ کی تفسیر میں فرمایا ۔ خوب غور سے سنو اِس کے معنٰی باریک ہیں ۔ اس آیت میں چار چیزیں مذکور ہیں ، مشتری بائع ، مبیع ، ثمن ۔ اب جانو مشتری کون ہے اور بائع کون ہے اور وہ جنس بیچی گئی کیا ہے اور قیمت اس کی کیا ہے پس خریدنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور بیچنے والے مومنین ہیں اور وہ چیز جو فروخت ہوئی وہ مسلمانوں کی جانیں اور مال ہیں اور

قیمت اُس مال کی بہشت ہے اب چاہیئے کہ مبیع یعنی جس چیز کو کہ بیچتے ہیں
مملوک بائع کی ہو۔ کہ انسان جس چیز کا مالک نہ ہوگا اُسے کس طرح بیچے گا۔
پس مؤمن کو چاہیئے پہلے اپنے نفس کا مالک ہو اور مالک نفس کا وہ ہے جو
فرمان خدا اور رسول کا بجا لاتا ہے یعنی ان کا کہا کرتا ہے اور جس سے منع کیا اُسے
نہیں کرتا۔ پس ایسا شخص مالک اپنے نفس کا ہے کہ اپنے نفس کو خدا کی بندگی
میں بیچا ہے اور اُس کی راہ میں مال خرچ کیا ہے تو فردائے قیامت اُس کو بہشت
قیمت میں ملے گی پھر فرمایا بیع و شریٰ میں مبیع شرط ہے یعنی جو کچھ بیچا ہے وہ
مشتری کو سونپ دے۔ پس مومن کو بھی چاہیئے کہ جان و مال اپنا خُدا کے سپرد
کرے اس وقت قیمت پانے کا حقدار ہو گا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ
اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ تو جس
نے اپنا جان و مال بیچا اور اُس کی قیمت میں بہشت لی تو اُسے چاہیئے کہ اپنے
جان و مال کو خدائے تعالیٰ کے سپرد بھی کر دے تا فردائے قیامت قیمت میں
بہشت لے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ جناب یہ تو خرید و فروخت باطنی ہے
صحت اِس کی کیسے ظاہر معلوم ہو کہ معاملہ پورا ہو چکا۔ فرمایا جب دل مؤمن
کا اُس پر مستقیم و مضبوط ہو گیا کہ جو کچھ خدا و رسول نے کہا وہ کرتا ہے اور جس
سے منع کیا اُسے نہ کیا تو اُس نے اپنی مملوک چیز کو خدا کے ہاتھ بیچ دیا، اب
فردائے قیامت کو قیمت پائے گا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

۸۹ ویں مجلس

سعادتِ پائے بوسی ہاتھ آئی۔ بہت سے مُسافر خواجہ صاحب کے پاس
چند روز سے مہمان تھے۔ مجلس کے وقت اُن کو بُلوایا پھر یہ حکایت شروع کی کہ

ایک بار سردی کے موسم میں ملک اودھ سے میں خدمت میں حاضر ہوا تھا، اور شوقِ زیارت شیخ کا اس قدر غالب تھا کہ سر و پا کی خبر نہ تھی۔ جب آیا تو جماعت خانہ مسافروں سے بھرا ہوا تھا۔ اقبال نے کہا تم کو شیخ نے چند بار یاد کیا ہے کہ اتنے دن ہوئے فلاں نہیں آیا۔ یہ عنایتِ شیخ یاد کرکے خواجہ کو گریہ آیا۔ پھر کہا شیخ کے روبرو مجھ سے کھانا نہ کھایا جاتا تھا نہ کوئی چیز یاد آتی تھی۔ پھر کہا اثر پیر کا مرید پر اُسوقت ظاہر ہوتا ہے کہ موافق فرمان پیر کے رہے اور متابعت ظاہر و باطن میں پیر کی کرے اگر متابعتِ پیر پوری نہ کرے گا تو پیری مریدی کا کچھ فائدہ نہ ہوگا تو جب متابعت نہ کر سکے تو مرید کیوں ہو کہ کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ پھر اس کے مناسب یہ حکایت فرمائی کہ :۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرید نے آکر عرض کیا کہ جناب پیر کا مرید پر کیا حق ہے اور مرید کا پیر پر کیا حق ہے۔ شیخ الشیوخ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر چند روز بعد اس نے یہی عرض کیا تو شیخ نے فرمایا کاغذ و دوات و قلم لا۔ وُہ لے آیا۔ شیخ نے شاہِ روم کو خط لکھ کر مع ایک مصلا بطور ہدیہ اُس مرید کو دیا اور کہا کہ یہ بادشاہ کے پاس لے جاوہ لے کر فی الفور روانہ ہوا۔ اور بخیال تاخیر ادائے حکم میں جوتی پہنے نہ گیا کہ وہاں رسم ہے کہ خانقاہ میں برہنہ پا آتے ہیں اور فقراء و مسافر جوتے علیحدہ ایک طرف دور اُتارتے ہیں برہنہ پا چلدیا اور زن و فرزند کو بھی رخصت کرنے گھر تک نہ گیا۔ چند روز میں روم پہنچا۔ محلاتِ شاہی کے پاس جاکر شیخ الشیوخ کے خط کی اطلاع دی بادشاہ نے سُن کر فی الفور اُسے اندر بلایا اور خط و مصلیٰ لے کر چوما، سر پر رکھا، پھر کھول کر پڑا اور مرید کو تین دن اپنے یہاں علیحدہ مکان میں اُتارا طرح طرح کے کھانے کھلائے، ہر وقت مزاج پرسی کرتا تھا پھر رخصت کیا اور ایک عمدہ

اونٹ اور بے چوبہ خیمہ خورد و خوبصورت مع ایک کینزک ترکیہ کے خدمتِ شیخ کو اُس مرید کے ہمراہ بھیجی اور خرچ وافر اُس کو دلوایا۔ جب یہ لوٹا تو مُرید جوان خوبصورت تھا اور کینزک بھی نوعمر حسین کہ شاہ روم نے شیخ کے واسطے بھیجی تو جاننا چاہیئے کہ کیسی کچھ ہوگی، نہایت جمیلہ وشکیلہ تھی راہ میں ہر بار وہ لونڈی تیز نظر سے براہِ محبت اُس کی طرف دیکھتی یہاں تک کہ ایک منزل میں جب اُس نے چند بار نظر گرم محبت سے مُرید کو دیکھا تو اُس نے اُس کی طرف ہم آغوشی کو ہاتھ بڑھایا۔ ہنوز اُس کے بدن تک ہاتھ نہ پہنچا تھا کہ صورت شیخ الشیوخ کی انگشتِ حیرت مُنہہ میں دابے ہوئے مُرید کے سامنے آئی۔ مُرید یہ دیکھ کر جو ہاتھ بڑھایا تھا سمیٹ لیا اور شرمندگی سے بے خود ہو گیا اور شہوت بالکل جاتی رہی۔ جب شیخ الشیوخ کی خدمت میں آکر حاضر ہوا تو شیخ نے پہلے یہ فرمایا کہ حق پیر کا مُرید پر تو وہ تھا جو تو جاتے وقت بجا لایا کہ نہ جوتی پہنی نہ زن و فرزند کو رُخصت کرنے گیا کہ اس قدر فرمانِ شیخ میں تاخیر نہ ہو جائے برہنہ پا بے ملے چل دیا سو یہی حق پیر کا مُرید پر تھا اور حق مُرید کا پیر پر وہ تھا جو تو نے راہ میں دیکھا۔ مُرید یہ سُن کر شرمندہ و سرنگوں ہو گیا۔ پھر جناب خواجہ نے یہ آیت پڑھی وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ فرمایا وہ برہان بھی یہی تھا کہ صورتِ حضرت یعقوب علیہ السلام روبرو آئی تھی انگشت مُنہہ میں دبائے ہوئے۔ کہ مفسرین نے یہ بھی ایک قول لکھا ہے اور جو نبی کا معجزہ ہو جائز ہے کہ ولی کی بھی ویسی ہی کرامت ہو۔ اُس پر میں نے عرض کیا، کیا ممکن ہے کہ پیر حالتِ حیات میں صورتِ روحانی اپنی ظاہر کرے فرمایا ہاں ممکن ہے۔ پھر فرمایا کتاب تحفۃ البررہ میں لکھا ہے کہ مُرید کو چاہیئے اس پر یقین لائے کہ پیر کی دو صورتیں ہیں ایک روحانی دوسری جسمانی۔ جہاں پیر صورت جسمانی سے حاضر نہیں ہو سکتا، صورتِ روحانی سے وہاں حاضر ہو جائے۔

اور غرض اس حکایت سے رعایتِ آداب اور نعمت کا پانا ہے اور مناسب ان فوائد کے یہ دوسری حکایت بیان فرمائی کہ:۔

ایک مُرید تھا جب تک وہ سامنے پیر کے ہوتا دوزانو باادب بیٹھا رہتا۔ اور الگ بھی دوزانو بیٹھا کرتا کبھی زانو کھڑا کر کے نہ بیٹھتا۔ لوگوں نے اُس سے کہا تو کبھی زانو نہیں اُٹھاتا۔ اور آرام سے نہیں بیٹھتا ہے۔ اُس نے کہا کب روا ہے کہ میں پیر کے روبرو زانو کھڑا بیٹھوں۔ وہ بولے شیخ اور شہر میں ہے اور تو اور شہر میں۔ بولا میرا پیر صورتِ جسمانی سے غائب ہے اور صورتِ روحانی سے میرے روبرو حاضر۔ پھر وہ ایک دن زانو اُٹھا کر بیٹھا۔ لوگوں نے پوچھا آج کیا سبب جو خلافِ عادت زانو اُٹھائے بیٹھے ہو۔ بولا میرے پیر نے اس وقت جہان سے سفر کر کے عالمِ باقی کی راہ لی ہے چند روز بعد خبر آئی کہ فلاں شیخ دارالبقا کو رحلت کر گیا۔ اور اس کے مناسب ایاز کی حکایت فرمائی کہ:۔

ایاز جب سلطان محمود کی خدمت سے گھر آتا تو ایک حجرۂ خاص اپنا بند رکھتا تھا اُس میں جاتا پھر در بند کر لیتا اور کوئی وہاں نہ جا سکتا تھا۔ ایک دن کسی دشمن نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز جب دولت سرا سے گھر جاتا ہے تو ایک حجرے میں کہ خزانہ جواہرِ نفیسہ کا وہاں جمع کیا ہے بیٹھ کر دیر تک تنہا اُن کو دیکھا کرتا ہے وہاں اور کوئی نہیں جا سکتا۔ ایک روز دوپہر کو بادشاہ ایاز کے گھر آیا، پوچھا ایاز کہاں ہے۔ کہا اپنے حجرے میں ہے۔ بادشاہ نے وہ بات سچ جانی اور اُس حجرہ کے پاس جا کر دروازے کے شگاف سے دیکھا کہ ایاز قصرِ شاہی کی طرف مُنہہ کئے دست بستہ کھڑا ہُوا ہے۔ بادشاہ دیر تک کھڑا دیکھتا رہا کہ وہ اُسی طرح کھڑا ہے۔ پھر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایاز باہر آیا بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ بادشاہ حُجرے میں گیا وہاں کچھ نہ دیکھا مگر حجرے کے ایک

کونے میں ایک بوریا اور لوٹا مٹی کا رکھا پایا۔ کہا اے ایاز یہ لوٹا اور بوریا کیسا ہے۔
بولا لوٹے میں وضو کا پانی اور چٹائی نماز پڑھنے کی ہے۔ فرمایا میں دیر تک شگاف
در سے دیکھتا تھا کہ تو دیر تک میرے محل کی طرف دست بستہ کھڑا ہوا ہے
بولا میرا کام دن بھر آپ کی خدمت گذاری ہے جب اَوراد و نماز سے فارغ
ہوتا ہوں تو قصرِ سلطان کی طرف مُنہ کئے کھڑا رہتا ہوں۔ بادشاہ کو اُس کے
اس طریقہ اور عقیدت پر تعجب ہوا ۞

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۰ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی۔ جناب خواجہ تقریر فرما رہے تھے کہ ایک
بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقہ سے تھے گھر میں تشریف لے جا کر
بیبیوں سے پوچھا ھل عندکم من غذاء۔ وہ بولیں مالکِ خانہ آپ ہیں
جو کچھ گھر میں دیا ہو یاد فرمائیے۔ آپ یہ سُن کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رض
آئے اور پاس بیٹھ گئے پھر حضرت عمر فاروق رض بھی آئے اور بیٹھ گئے اور یہ بھی
بھوکے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا قوموا بنا الی رجل صالح یا فرمایا الی بیت
رجل صالح۔ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض دونوں رکابِ سعادت میں چلے
اور دل میں سوچتے جاتے تھے کہ آپ نے جو مردِ صالح فرمایا ہے تو دیکھئے ایسا
خوش نصیب کون ہے۔ اتنے میں جناب نبوت مآب ابوالہثیم انصاری کے
دروازے پر آئے یہ اصحاب صفہ سے تھے ہمیشہ مسجدِ نبوی میں رہا کرتے۔ آپ
نے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ اُن کی بیوی نے پوچھا کون ہے۔ فرمایا میں رسول خدا
اور دو مصاحب میرے ابوبکر رض و عمر رض ہیں۔ اُن کی بیوی نے کہا یا رسول اللہ پانی

نہ تھا ابوالہشیم مشک لے کر پانی لینے گئے ہیں۔ اسی عرصہ میں ابوالہشیم آئے اور جناب آنحضرتؐ کو در پر کھڑا دیکھا تو مشک اُتاری، پانی لائے تینوں نے تھوڑا تھوڑا پانی پیا پھر آنحضرت نے فرمایا اے ابوالہشیم تم جانتے ہو ہم کس لئے آئے ہیں۔ عرض کیا مجھ کو یارسول اللہ معلوم نہیں۔ فرمایا تم نے وعدہ کیا تھا کہ خوشۂ خُرما آپ کے واسطہ رکھا ہے سو پیش کروں گا اب وہ لاؤ۔ ابوالہشیم نے کہا گھر میں تشریف لے چلیں۔ آپ اندر گئے اُنہوں نے خوشۂ خرما لاکر روبرو رکھا۔ آنحضرت نے مع یاروں کے وہ نوش فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد کیا، والذی نفسی بیدہ اللہ تعالیٰ یسئلکما عما اکلتما وشربتما۔ ایک عالم خدمت میں حاضر تھے کہا بقدر ضرورت کھانے کا حساب نہیں۔ خواجہ نے کہا حلال کا بھی حساب ہوگا مگر حساب آسان اور تھوڑا۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

غرض جب آنحضرتؐ اور جناب ابوبکرؓ وعمرؓ اُسے کھاکر فارغ ہوئے تو آپ نے ابوالہشیم سے کہا میں نے جہاد کو لشکر فلاں طرف بھیجا ہے جب تم سنو وہ لشکر لَوٹ آیا تو تم میرے پاس آنا کہ تم کو مال غنیمت میں سے کچھ دوں گا یہ تو اصحابِ صُفّہ سے تھے مال کیا کرتے مگر ارشاد نبوی قبول کیا۔ عرض کیا حاضر ہوں گا۔ جب لشکر لوٹ آیا تو ابوالہشیم حاضر خدمت شریف ہوئے جناب آنحضرت نے ایک کنیزک عطا فرمائی اور یہ سفارش کر دی کہ اے ابوالہشیم یہ نماز اچھی طرح پڑھتی ہے ابوالہشیم اس کو اپنے گھر لائے اور اپنی بیوی سے کہا کہ آنحضرت نے موافق وعدہ یہ کنیز دی ہے اور فرما دیا ہے کہ یہ نماز عمدہ پڑھتی ہے اس کو اچھی طرح رکھنا۔ بیوی نے کہا تم نے مجھ پر اور اپنے اوپر دونوں کے ظلم کیا۔ ابوالہشیم بولے کس طرح۔ بیوی نے کہا جس لونڈی کے حق میں جناب آنحضرتؐ

نماز اچھی پڑھنے کی گواہی دیں تو ہماری مجال ہے کہ ہم اُس سے خدمت لیں ابوالہشیم نے کہا اب کیا کروں۔ بیوی نے کہا یا اس کو پھر آنحضرت کے پاس لے جا یا آزاد کر۔ اُنھوں نے اُسے آزاد کر دیا اور آنحضرت کی خدمت میں قصّہ بیان کیا۔ جناب رسالتمآب نے اُن کی بیوی کے حق میں فرمایا انها الموفقة بامور العقبیٰ۔ اُمورِ آخرت پر وہ دُنیا کو قبول نہیں کرتی پھر فرمایا دنیا بھی بصورت کنیزک ہے ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۱ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی۔ علماء و قضاۃ کی محفل تھی۔ ایسی محفل میں علماء ایک طرف بیٹھا کرتے۔ بعضے بحث کیا کرتے کسی کا نام زنگولہ رکھتے اور کسی کا صدر الشریعۃ۔ اس کے بعد مولانا فخر الدین رازی کی حکایت بیان کی کہ وہ موضع ہرکو سے ولایتِ یونان میں گئے کہ وہاں جا کر فضلاء سے بحث کریں یہ ابھی راہ میں تھے کہ اُن کی خبر یونان پہنچ گئی کہ مولانا فخر الدین رازی بحث کو آتے ہیں اور سوا اس کے اور کوئی غرض اُن کی نہیں اور علماء یونان علومِ حکمیہ اور کلام وغیرہ میں مشہور ہیں جب وہاں کے بادشاہ نے یہ خبر سُنی باوجودیکہ خود بھی فاضل تھا مگر اپنے علماء کو جمع کیا اور کہا کہ مولانا فخر الدین تم سے بحث کو آتے ہیں وہ بڑے فاضل ہیں تم سب آمادہ ہو رہو۔ وہ بولے ہم ویسے سَو کو جواب دے سکتے ہیں اُس کو الزام دیں گے۔ بادشاہ نے کہا دو حال سے خالی نہیں یا تم قائل ہو گے یا وہ۔ اگر تم غالب ہوئے تو فهو المراد اگر وہ غالب آیا تو نام بدنام ہوگا کہ یونانیوں نے الزام پایا کسی تدبیر سے اُس کو راہ میں قتل کرنا چاہیئے کہ یہاں نہ آئے وزیر بولا ایک اور تدبیر بھی ہے کہ ایک خیمہ کھڑا کیا جائے اور اُس کے درمیان میں

پردہ کھڑا کریں ایک طرف علماء ہوں دوسری طرف سازندے چنگ و رُباب لے کر چند حسینوں کے ساتھ بیٹھے رہیں، وہاں کے سازندے نوازندے اس قیامت کے ہوتے ہیں کہ انسان کو اپنی خوش آوازی اور ساز سے چاہیں سُلا دیں چاہیں ہنسائیں خواہ رُلائیں اور جب چاہیں وجد میں لائیں۔ الغرض حکماء بحث شروع کردیں جب دیکھیں مولانا فخر الدین غالب آتا ہے اور ہمارے علماء قائل ہوا چاہتے ہیں تو درمیان کا پردہ اُٹھایا جائے اور سازندے نواسنجی مع سازوں کے شروع کریں، حسینانِ ہوش ربا روبرو ہوں۔ مولانا اُن کو دیکھ مبہوت ہو جائیں گے خصوصًا بانگِ چنگ سُن کر اور ایسے محو ہوں گے کہ بے ہوش ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے یہ رائے پسند کی اور خیمہ کھڑا کر کے آرائش محفل کا حکم دیا۔ اُدھر مولانا قریبِ شہر پہنچے تو بادشاہ نے استقبال کیا عمدہ محل میں اُتارا۔ بولا آپ یہاں کے علماء کے روبرو کچھ فوائد بیان فرمائیں۔ مولانا نے روزِ فردا کا وعدا کیا۔ دوسرے دن مجلس منعقد ہوئی۔ علمائے یونان جمع ہوئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا کوئی مسئلہ عقلی شروع کرو۔ مولانا بحث میں مشغول ہوئے وہ سب ایکبارگی بولنے لگے۔ مولانا نے بادشاہ سے کہا آپ دانشمند ہیں یہ علماء جو ایکبار بولتے ہیں تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فقط ایک عالم جو سب کا بڑا ہو گفتگو کرے۔ الغرض بحث میں مولانا ہر ایک کو بند کرتے گئے ایک باقی رہا تھا کہ بادشاہ نے پردہ اٹھانے کو فرمایا۔ مولانا اُن حسینانِ ہوش ربا کو دیکھ کر سازوں کی خوش آہنگی میں حواس باختہ ہو گئے۔ جب دیکھا یہاں استقلال محال ہے، تو چھری کمر سے نکال کر اپنے پاؤں پر ماری اُس درد کی تکلیف سے ہوش میں آئے اور شہر سے بھاگ گئے۔ ہرچند بکوشش روکا نہ رُکے۔

مشہور ہے کہ مولانا نے ایک بار عمر بھر میں ایک عورت سے زک اُٹھائی ہے۔

ایک بزرگ عورت تھی جسے ماما کہتے تھے مولانا اس سے ملنے گئے۔ ماما نے کہا اے فخر الدین خدا کو پہچانتا ہے۔ مولانا نے کہا عجب عورت ہے میں نے کئی کتابیں معرفتِ خدائے تعالیٰ میں تصنیف کی ہیں اور یہ مجھ سے یوں کہتی ہیں۔ ماما اس خطرہ پر مطلع ہو کر بولی وہ کتابیں علمِ کلام کی جو معرفتِ ذات و صفات خدائے تعالیٰ میں تصنیف کی ہیں وُہ قبل معرفت کی ہیں یا بعد معرفت کی۔ مولانا محفہ میں سوار تھے یہ سُن کر غلاموں کی طرف دیکھ کر کہا کہ جنازہ فخر رازی کا لاؤ کہ ایک عورت سے قائل ہوا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۲ ویں مجلس

سعادتِ پابوسی ہاتھ آئی۔ حضرت خواجہ مشغولِ گفتگو تھے اور فرما رہے تھے کہ ایک بار جناب شیخ قدس سرہ العزیز نے مجلس میں فرمایا تھا کہ جو توکل کرے اور اُس پر تین فاقے گذریں تو اللہ تعالیٰ چوتھے دن اس کو ضرور کچھ پہنچاتا ہے۔ یہ سن کر ایک درویش کہ حاضرِ محفل تھا بولا میں نے تین دن توکّل میں فاقہ کئے اور روز چہارم بھی مجھ کو کچھ نہ ملا۔ خواجہ نے فرمایا مولانا تم نے دل میں خیال کیا ہو گا کہ اگر فلاں شخص میرے واسطے آج کچھ بھیجے تو بہتر ہو گا بلکہ یہ بات زبان سے بھی کہی ہو گی، سو یہ چوتھا فاقہ اس خیال کی شومی سے ہوا۔

پھر ایک بزرگ سے روایت کی کہ وہ کہا کرتے دُنیا کے فقیر بہت شکم سیر کھانا جانتے ہیں کہ توکّل کر کے علیحدہ ایک مکان میں بیٹھ جاتے ہیں اور نعمتیں کثیر اُن کو پہنچتی ہیں پھر فرمایا توکل سے بیٹھنے والے کو لازم ہے کہ اگر سفر کرے تو اس نیت سے کہ علم حاصل کروں یا کسی مقبولِ بارگاہِ خدا سے ملوں کہ کوئی مردِ خدا

کچھ نعمت مجھ کو عنایت کر جائے۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ:۔

ایک درویش کو لنکان لوکان کہتے تھے وہ ہمیشہ ایک گھر کے کونے میں مشغول رہا کرتا۔ ایک دن گھر سے نکل کر کہیں گیا تھا کہ چند درویش اُس کے گھر آئے اور اُس کے لڑکے سے پوچھا شیخ کہاں ہے۔ لڑکے نے کہا کہیں باہر گئے ہیں۔ اُن کے گھر میں ایک درخت کھجور کا سالہا سال سے خشک ہو گیا تھا۔ جب سُنا شیخ گھر میں نہیں تو ان میں سے جو صاحب حلقہ تھا اس نے اپنا تھوک اس درخت پر ڈالا وہ فی الفور تر و تازہ پھلدار ہو گیا۔ وہ درویش چلے گئے جب لنکان لوکان گھر میں آیا درختِ خُرما کو تر و تازہ باردار دیکھا۔ پوچھا کوئی آیا تھا اُس کی دُختر نے کہا چند فقراء آئے تھے مجھ سے پوچھا شیخ کہاں ہے میں نے کہا کہیں باہر گئے ہیں۔ اُن میں جو بزرگ تھا اُس نے یہ سُن کر اس درخت پر تھوک دیا۔ یہ فی الفور تر و تازہ پھلدار ہو گیا۔ لنکان لوکان یہ سُن کر روئے۔ کہا افسوس میں نے سالہا خونِ دل کھایا اور گھر بیٹھا رہا اس نیت سے کہ کوئی مردِ خدا آئے اور حاجت میری بر آئے۔ آج چند مرد آئے افسوس میں موجود نہ تھا، ایسی سعادت مجھ سے فوت ہوئی۔ یہ سب وبال سلامتی قدم کا ہے اگر پاؤں نہ ہوتے تو باہر کیوں جاتا۔ اپنی دختر سے کہا پڑوسی کے گھر سے کلہاڑی مانگ لا، وہ لے آئی اُنہوں نے اپنے پاؤں کاٹ ڈالے پھر دُختر سے کہا یہ دونوں پاؤں اٹھا کر طاق میں رکھ دے۔ پھر کبھی گھر سے نہ نکلے اور چند سال گذرے اتفاقاً پھر وہ درویش آئے۔ ملے بیٹھے پوچھا تمہارا پاؤں کیا ہوا۔ لنکان لوکان نے کہا ایک بار چند فقراء مردانِ خدا آئے تھے میں کہیں گھر سے باہر گیا ہوا تھا اُن کے سرگروہ نے اِس درخت پر تھوک دیا یہ سالہا سال سے خشک تھا فی الحال تر و تازہ پھلدار ہو گیا۔ جب میں باہر سے گھر آیا اور یہ حال سُنا تو سوچا کہ میں

مدتوں گھر میں اِس نیت سے بیٹھا رہا کہ کوئی مردِ خدا آئے ۔ جب آیا تو میں
کہیں باہر گیا ہوا تھا یہ سعادت جو مجھ سے فوت ہوئی بہ سبب شوخیٔ قدموں کے
ہوئی اگر پاؤں نہ ہوتے کیوں باہر جاتا میں نے اُس وقت دونوں پاؤں کلہاڑی مار کر
کاٹ ڈالے ۔ اُس درویش نے پوچھا وہ پاؤں کیا ہوئے گھر میں ہیں یا باہر
پھینک دیئے ۔ بولا اِس طاق میں رکھوا دیئے تھے ۔ اس درویش نے دیکھ کر وہ
پاؤں اُتارے خشک ہو گئے تھے پھر اُس نے سیدھا قدم سیدھی پنڈلی کے
قریب رکھا اور اُلٹا اُلٹی ساق کے ۔ پھر کہا فاتحہ پڑھ کر دُعا کرو ۔ فاتحہ تمام نہ
ہوئی تھی کہ پاؤں مل کر تروتازہ ہو گئے ۔ خواجہ نے فرمایا یہ وہی درویش تھے
جن کے سرگروہ نے تھوک درختِ خرما پر ڈالا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے سرسبز
کر دیا یہ وجہ تسمیہ اُن کے لنکان لوکان کی ہوئی ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۳ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی میسر ہوئی ۔ جناب شیخ الاسلام کے عُرس کے چھ دن
رہے تھے سامان کی تیاری ہو رہی تھی ۔ فرمایا جب بخارا میں عرس شیخ سیف الدین
باخرزی آتا ہے تو تمام شہر کے لوگ کھانا پکاتے ہیں اور تیس گاؤں اُن کے
روضہ کے لئے وقف ہیں ۔ آمدنی ہر دہ کی چالیس ہزار دینار ہے ۔ بخارا میں سال
کی چار عیدیں ہوتی ہیں اُن میں ایک عید عُرس شیخ سیف الدین کی ہے اور
ایک ماہ شعبان میں کہ اجتماع خلق ہوا کرتا ہے اور دو عیدیں یہی معمول اسلام کی ۔
پھر عقیدہ مُریدی میں گفتگو آئی کہ مُرید کو پیر سے عقیدہ کیسا چاہیئے ۔ فرمایا
مولانا فخر الدین بغدادی نے کتاب تحفۃ البررہ میں لکھا ہے کہ مرید کو پیر پر

اس قدر عقیدہ چاہئے کہ جانے مجھ کو سوا میرے پیر کے اور کوئی خدا تک نہ پہنچائے گا اگرچہ اور بھی پیر بہت ہیں مگر مجھ کو قربِ حق اُن سے نصیب نہ ہو گا بجز صحبت اپنے پیر کے۔ پھر یہ بھی اُسی کتاب میں ہے کہ مرید اِس بات پر بھی یقین رکھے کہ پیر کی ایک صورتِ جسمانی ہے دوسری صورت روحانی۔ صورت روحانی متحیر نہیں ہوتی۔ رُوا ہے کہ جب مُرید صورت جسمانی پیر کا تصوّر کرے تو وہ صورتِ روحانی سے حاضر ہو نہ صورتِ جسمانی سے ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۹۴ ویں مجلس

سعادتِ قدم بوسی میسّر آئی۔ گفتگو حفظِ قرآن پر شروع ہوئی۔ جناب خواجہ نے فرمایا قرآن شریف اُس دل میں اُترتا ہے جو دل معصیت اور خواہشات کی گندگی سے پاک وصاف ہو اور مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی کہ ابوعمر نے کہا کہ ایک بار میں راہ میں جاتا تھا ایک لڑکا نہایت جمیل وشکیل سامنے آیا، ابوعمر کی نظر اُس پر پڑی۔ اُس نظر پر مکتفی نہ ہُوا دوبارہ باختیارِ خود خواہش سے دیکھا تمام قرآن الف الحمد سے سین والناس تک دل سے محو ہو گیا۔ اِس واقعہ کے بعد جناب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور حال اپنا کہا۔ خواجہ نے کہا تیرا علاج اس کے سوا نہیں کہ مکہ کو جا اور وہاں محراب جو ابوحنیفہ کی ہے اِس میں دو رکعت ادا کر کے بیٹھ جا وہاں ایک شخص ظاہر ہو گا۔ جب وہ بھی نماز پڑھ کر بیٹھے تو تم اُس کے رُوبرو جا کر اپنا واقعہ کہنا۔ ابوعمر مکہ گئے اور محراب امام اعظم میں دوگانہ پڑھ کر بیٹھ گئے۔ ایک پیر مرد آیا اور دوگانہ پڑھ کر وہ بھی بیٹھ گیا ابوعمر اُس کے روبرو گئے۔ کہا میں راہ میں جاتا تھا ایک حسین روبرو

آیا۔ اچانک اُس پر میری نظر پڑی۔ پھر دوبارہ باختیار خود میں نے اُس کو دیکھا تمام قرآن شریف جو یاد تھا فراموش ہوگیا۔ وہ پیر مرد حضرت خواجہ خضرؑ تھے لعاب اپنے دہن مبارک کا انگشت شہادت سے لے کر اُس کی زبان میں لگا دیا، فی الحال تمام قرآن از سرِ نو یاد ہوگیا۔ اسی اثنا میں ایک اور پیر مرد آیا اور دوگانہ پڑھا۔ اوّل بزرگ نے اس دوبارہ آنے والے کی بہت تعظیم کی جب وہ چلا گیا تو خواجہ خضرؑ نے ابو عمر سے کہا تم انہیں پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے مگر اُنھوں نے مجھے رُسوا کیا۔

اِس کے بعد ایک مُلک زادہ کہ خدمتِ خواجہ میں بیٹھا ہُوا تھا اُس سے دریافت کیا کونسی کتاب پڑھتے ہو۔ بولا تلخیص۔ فرمایا اس کتاب میں عجائب وغرائب بہت ہیں منجملہ اُن کے یہ دو قاعدے غریبہ جو اس آیت شریف میں مذکور ہیں بیان فرمائے قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ؁ انما واسطے حصر کے ہے پس یہ قرآن منذر نہ ہوگا مگر اُسی کو جو مُتبع اُس کا ہے نہ کافروں کا اور رحمٰن بروزن فعلان صیغہ مبالغہ کا ہے یعنی کثیر الرحمۃ۔ سو جو کثیر الرحمۃ ہو اُس سے خشیت کیونکر متصور ہوگی اگر لفظ قہار یا جبار ہوتا تو مناسب تھا۔ جواب اوّل کا یہ ہے کہ مراد اتباع سے اتباع قرآن کا ہے اور جب یہ اتباع مؤمنوں سے حاصل ہُوا تو گویا حصر بھی انہیں کے حق میں ہُوا۔ جواب دوسرے کا یہ ہے کہ خشیت میں مدح مؤمنوں کی ہے اس واسطے کہ قہار سے سب ڈرتے ہیں مگر گنہگار مسلمان جب تک نہ جانیں کہ رحمتِ حق بے نیاز ہے اُس سے نہ ڈرتے ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ؁

۹۵ ویں مجلس

دولت پائبوسی میسّر ہوئی۔ جناب خواجہ قصہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کا فرما رہے تھے کہ ایک بار آپ نیشاپور میں تشریف لے گئے مخلوق وہاں کی آپ سے برکت حاصل کرنے لگی وہاں ایک شخص معتبر امام محمدؒ کراخی نام تھا جب انہوں نے نام ابوسعید کا سُنا تو لعنت کی اور جب اُن کی محفل میں ذکر آپ کا ہوا کرتا۔ تو لعنت کیا کرتے۔ ایک بار امام محمدؒ بیمار ہوئے شیخ نے اُن کی عیادت کو جانا چاہا۔ مُریدوں نے عرض کیا وہ آپ کا ادب نہیں کرتا کیوں جاتے ہو شیخ نے نہ مانا سواری کو محفہ منگوایا آپ کا حکم لوٹا نہ سکتے تھے۔ سواری حاضر کی آپ سوار ہوئے حسن مودّب خادم خانقاہ نے ایک درویش کو پہلے استمزاج کے واسطے بھیجا۔ جب اس درویش نے جاکر امام محمد کراخی سے کہا کہ شیخ ابوسعید آپ کی عیادت کو آتے ہیں تو بولے دروازہ میرے گھر کا بند کردو کہ اندر نہ آئیں اور اُن سے کہہ دو میرے پاس کیوں آتے ہیں کلیسائے نصاریٰ میں جائیں۔ اُس درویش نے آکر حسن مودّب سے یہ جواب کہا۔ سب مُریدانِ ہمراہی بدمزہ ہوئے۔ شیخ نے اُن کے چہروں سے رنجِ خاطر دریافت کرکے پوچھا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کی آپ وہاں کیوں جاتے ہیں ہم نے پہلے اُس درویش کو بھیجا تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے مطلع ہو۔ اُس نے سُن کر کہا کیوں آئے اُسے کلیسا میں جانا چاہیئے۔ حضرت ابوسعید نے یہ سُن کر حکم دیا کہ ہم اُس بزرگ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے مجھ کو کلیسا کی طرف لے چلو یہ سُن کر خُدام ومعتقدین اور زیادہ حیران ہوئے کہ یہ اور دوسری بُلا کیا اُٹھ کھڑی ہوئی مگر کسی کو مجالِ عرض نہ تھی۔ شیخ نے فرمایا محفہ بڑے کلیسا کی طرف پھیرو۔ جب بناچاری اُدھر چلے تو راہ میں

ایک رافضی ملا اُس نے پوچھا اس محفہ میں کون ہے لوگوں نے کہا شیخ ابوسعید۔ بولا اُس پر لعنت ہو۔ یاروں نے یہ سُن کر اس کو زدوکوب کرنا چاہا مگر شیخ نے باصرار منع کیا کہ خبردار کوئی اِسے کچھ نہ کہنا وہ اپنے قول میں مُحق ہے کہ ہمارے دین کو باطل جانتا ہے سو لعنت باطل پر کرتا ہے۔ جب اُس رافضی نے یہ خُلق آپ کا دیکھا اور یہ کلام سنا کہ وہ ہمارے دین کو باطل جان کر امرِ باطل پر لعنت کرتا ہے۔ حیران ہُوا اور شیخ کے قدموں پر آگرا۔ تائب ہو کر ساتھ ہو گیا۔ جب وہاں سے آگے بڑھ کر کلیسا کے قریب پہنچے تو گرجے میں شور ہُوا کہ شیخ ابوسعید بہ رہنمائی خلق کلیسا میں آتا ہے۔ اتفاقًا وہ دن یکشنبہ (اتوار) کا تھا۔ جملہ نصارٰی وہاں جمع تھے اور اس کلیسا میں دو تصویریں تھیں۔ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اور اُس دن دونوں تصویروں کی پرستش ہوتی تھی۔ سو شیخ کا آنا سُن کر شور و غُل کرنے لگے کہ شیخ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں داخل ہوتا ہے۔ غرض محفہ شیخ کا کلیسا کے اندر لے گئے قریب اُن دونوں تصویروں کے آپ نے تصویر حضرت مسیح علیہ السّلام کی طرف متوجہ ہو کر یہ آیت شریفہ پڑھی ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور اگر تم نے یہ نہیں کہا اور تم پر بہتان ہے تو واسطے اِظہارِ بندگی کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو۔ حضرت ابوسعید کے یہ کہتے ہی وہ دونوں تصویریں پھر گئیں اور رُو بقبلہ ہو کر خدائے تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ جب اُن نصارٰی نے دیکھا کہ دونوں صورتوں نے قبلہ کی طرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا تو سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ شہر میں ایک غوغا ہُوا کہ شیخ ایک کلیسا میں گیا تھا ایسی کرامت دکھا کر ہزاروں نصارٰی کو مسلمان کیا۔ پھر شیخ نے مکان میں آکر یاروں سے کہا کہ اُس پیر کی فرماں برداری سے جو میں گرجے میں گیا کیسے فائدے ہوئے، رافضی تائب ہُوا، ہزاروں نصارٰی مسلمان

ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ بات آپ کی امام محمد کراخی نے سُنی کہ تمہارے حسب ارشاد شیخ کلیسا میں گئے اور ہزاروں لوگ اسلام لائے۔ شیخ کی کرامت دیکھ کر خود سوار ہو کر حضرت ابوسعید کے گھر تشریف لائے اور قدموں میں گر پڑے۔ جب خواجہ نے یہ حکایت تمام کی دلوں میں نہایت ذوق پیدا ہُوا۔ پھر گفتگو دربارۂ محبت واقع ہوئی۔ فرمایا جو کوئی کسی سے محبّت کرے تو چاہیئے کسی کام میں خلاف مزاج اپنے محبوب کے نہ کرے۔ پھر کہا صِدقِ محبت، متابعت ہے اگر کسی نے دعوٰی محبت کا کیا اور متابعت نہ کی اور خلاف مرضیٔ محبوب کام کیا تو وہ مُدعی ہے مُحِب نہیں بلکہ دشمن اس کا ہے۔ پھر اس باب میں یہ دو شعر عربی پڑھے۔

اشعار

اطعت لامریك بصرم حبلی مُرِیهم فی اجتهم بذالك

فلهم طاوعوك فطاوعیهم وان عصووك فاعصی من عصاك

پھر کہا شاشی کے باب الامر میں لکھا ہے کہ ترکِ اطاعت عِصیان ہے پھر واسطے تصدیق اس مضمون کے یہ ایک اور شعر عربی پڑھا۔ **شعر**

لو کان حبك صادقا لاطعته ان المحب لمن یحب مطیع

فرمایا ایک درویش کسی شہر میں گیا۔ دیکھا تمام شہر کبود پوش ہے۔ وُہ بھوکا تھا ایک باغ میں گیا۔ وہاں درخت انجیر بہت تھے اور لڑکیاں درخت پر چڑھی انجیر کھا رہی تھیں۔ فقیر کو دیکھ کر چند انجیر اُس کی طرف پھینک دیئے اُس نے وُہ کھالئے اور ان لڑکیوں کو بھی کبود پوش پایا۔ پوچھا اِس شہر میں کیا رسم ہے کہ سب کبود پوش ہیں یہ لباس تو ماتم کا ہے۔ اُن لڑکیوں نے کہا ہم سب ماتمی ہیں جب سے خبر رحلت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنی تھی اِس قوم کے سب لوگوں نے جامۂ کبود پہنا تھا۔ پھر یہ رسم ہمارے درمیان ہو گئی کہ کوئی

سفید نہیں پہنتا مگر کبود محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔

پھر حکایت خواجہ اویس قرنیؒ کی بیان کی کہ جنگِ اُحد میں جب ایک دُردانہ دندان مبارک رسول علیہ السّلام سے شکستہ ہُوا تو خواجہ اویس موضع قرن میں تھے یہ سُن کر براہِ محبّت اپنا ایک دانت توڑ ڈالا پھر سوچا شاید وہ اور دانت ہو اپنا ایک اور دانت توڑا۔ غرض اسی طرح اُنتیس دانت اپنے توڑے۔ اس بیان میں خواجہ پر گریہ غالب ہوتا تھا مگر روکتے اور بیان کرتے جاتے تھے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۶ ویں مجلس

دولتِ مجالست حاصل ہوئی۔ جنابِ خواجہ بیان فرمارہے تھے کہ بندہ پہنچا ذکر اس آیت شریف کا تھا۔ پہلا حکم تقوٰی کا ہے پھر صحبتِ صادقین۔ پھر کہا صادق وہ لوگ ہیں کہ جن کی صحبت میں لوگ کامل ہو جائیں اور تقوٰی اختیار کریں اور یہ محبّت وخلت جو دنیا میں صادقین سے ہو آخرت میں بھی مُفید ومُثمر برکات رہے۔ بخلاف اُن لوگوں کے جن کی صحبت یہاں مورثِ فسق وفساد ہوتی ہے کہ وہ لوگ قیامت میں باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ ارشاد خداوندی ہے اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ؀

ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ قیامت میں ایک کو بہشت میں لے جائیں گے وہ اپنا مقام خُلد بریں میں دیکھ کر ملائکہ سے پوچھے گا کہ یہ مرتبہ بلند مجھ کو پروردگار نے آج یہاں عنایت کیا ہے۔ میرے مصاحب کو بھی جو دنیا میں تھا دیا یا نہیں۔ فرشتے کہیں گے تو نے اعمالِ صالحہ بہت کئے تھے لہٰذا اُن کے عوض میں یہ مراتب پائے ہیں تیرے یار نے وہ عمل نہیں کئے لہٰذا اُس کو ایسا درجہ نہیں ملا۔

پس وہ شخص مناجات و دعا کرے گا کہ بارِ الٰہا تو جانتا ہے میں نے جو عمل کیا ہے وہ اپنے اور اس کے دونوں کے واسطے کیا ہے۔ اس پر وہ رؤف و رحیم حکم دے گا کہ اُس کے اس یار کو بھی ایسا ہی مرتبہ دیں۔ غرض ثمرۂ صحبتِ صادقین وہاں بھی ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۷ ویں مجلس

سعادتِ ملاقات حاصل ہوئی۔ فرمایا فردائے قیامت کو اللہ تعالیٰ مدعی بندے کا ہوگا اور جناب رسول علیہ السلام مدعی اُمت پر اسی طرح پیرانِ طریقت مُریدوں پر دعوٰی کریں گے۔ جس نے فرمانِ الٰہی کے بجالانے میں سُستی کی ہے اُس نے خدا تعالیٰ کو اپنا دشمن کیا ہے اور جس نے سُننِ رسول علیہ السلام کو ترک کیا اور اُس پر مواظبت نہیں کی اُس نے رسول کو اپنا خصم کیا ہے۔ اور جس نے رضائے پیر کو ترک کیا اُس نے پیر کو اپنا خصم کیا۔ پھر فرمایا لازم ہے کہ انسان ان تینوں کو وہاں اپنا مدعی اور دشمن نہ بنائے۔ پھر کہا ہر شخص کی ایک پونجی ہے کہ انتظام اُس کا اُس سرمایہ سے ہوتا ہے مثلاً مایہ بادشاہ کا خزانہ اور حشم اور خدم تاج و تخت ہے اگر یہ چیزیں اس کے پاس نہ ہوں تو مُفلس ہو جائے گا۔ اور سرمایہ کاشتکار کا بیل، ہل، بیج ہے اور سرمایہ عالم کا علم و کتاب اگر علم بھول جائے تو گویا اُس کا سرمایہ جاتا رہا۔ اسی طرح درویش کا بھی سرمایہ ہے اور وہ حضورِ دل ہے پروردگار کے ساتھ۔ اگر درویش کی حضوری جاتی رہی تو مُفلسِ بے مایہ ہو جائے گا۔ پھر فرمایا جو وقت فقیر کا بے حضور جاتا ہے اُس سے قیامت میں شرمندہ ہوگا۔ اِس پر یہ دو شعر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے پڑھے۔

اَشعار:۔ گویم آں روز کہ در خدمتِ جاناں بودم الخ۔ پھر فرمایا یہی تینوں قیامت میں اِس کے مدعی ہوں گے یعنی اللہ اور رسول اور پیر اُس سے ناراض اور الگ ہو جائیں گے

اور اس کے مناسب یہ حکایت فرمائی۔

ایک بادشاہ تھا اُس نے قاعدہ مقرر کیا تھا کہ دربار عام کے وقت جو چاہتا اس کے پاس بلا اجازت چلا جاتا اور اپنی حاجت خود کہہ سُن لیتا، چوبدار و دربان کسی کو مانع نہ ہوتے۔ ایک دن کوئی فقیر گدڑی پوش حسب قاعدہ بادشاہ کے پاس جانے لگا۔ دربانوں نے للکار کر روکا۔ درویش نے حیران ہو کر کہا اے خواجہ یہاں کی تو رسم ہے کہ ہر شخص بے اجازت اندر جاتا ہے تم مجھ کو منع کیوں کرتے ہو شاید میرے کپڑے حقیر و مختصر دیکھتے ہو۔ دربان نے کہا ہاں بہ سبب لباس تجھے روکتا ہوں کہ یہ لباس جو تو نے پہنا ہے اولیائے خدا کا ہے اس لباس سے دنیا کے دروازے پر نہیں آتے لوٹ جا یہ لباس اُتار کر لباس دنیا پہن آ۔ پھر تجھ کو نہ روکوں گا۔ مگر عزت اس لباس کی تجھ کو اندر جانے سے منع کرتی ہے۔ درویش نے یہ بات سُن کر اپنی حاجت چھوڑی اور کہا میں لباس درویشوں کا نہ اُتاروں گا۔ پھر آپ نے یہ بیت پڑھا **بیت**

درگہِ خلق ہمہ زرق دنیا است و ہوس   کار درگاہِ خداوند جہاں دار و بس

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۹۸ ویں مجلس

دولتِ مجالست حاصل ہوئی۔ ایک قاضی مُلکِ بہار سے آیا تھا۔ جناب خواجہ نے فرمایا بہار دلکشا مقام ہے کہ وہاں حضوری شیخ کی حاصل ہوتی ہے پھر وہاں کے ایک خطیرہ کا ذکر کیا کہ عمدہ مقام باراحت ہے ایک بادشاہ نے اپنے واسطے بنوایا تھا۔ پھر اُس قاضی سے پوچھا کہ وہ امیر وہاں دفن ہوا کہ نہیں۔ اُس نے عرض کیا کہ اُس ہی خطیرہ میں دفن ہوا ہے۔ خواجہ نے فرمایا اس کی بڑی عمر ہوئی اور بہت شہروں میں رہا مگر چونکہ نیت صادقہ تھی پروردگار نے وہیں پہنچایا۔ اور مناسب اس کے یہ حکایت فرمائی اور اول یہ آیت شریف پڑھی اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ۔ اِس کی نبوت میں اختلاف ہے مگر ولایت متفق علیہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے

ہیں کہ بادشاہ تبع نبی تھا۔ اور آنحضرتؐ سے بھی جب لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تبع نبی ہے۔ پھر کہا اس میں بھی اختلاف ہے کہ عرب سے تھا یا حاکم عرب تھا ایک بار جماعت اہل کتاب پر جنگ میں غالب آیا اور اُن کو قید کر لیا اور اُن سے اپنا دین چھپا کر پوچھا کہ تمہاری کتابوں میں کہیں آیا ہے کہ کوئی پیغمبر احمد نام کا آخر میں مبعوث ہوگا۔ پھر اُن سے رسول اللہؐ کی صفت اور صورت دریافت کی۔ اہلِ کتاب نے کہا کہ وہ مکّہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ شریف میں سکونت اور قبر شریف ہوگی۔ تبّع نے یہ سُن کر مدینہ کے لوگوں سے پوچھا کہ مکہ میں کوئی شخص احمدؐ نام اس صورت وصفت کا ہے سب نے کہا نہیں۔ تبع نے کہا حسبِ کتاب توریت انجام کار عنقریب پیغمبرِ آخر الزماں مبعوث ہوں گے۔ مدینہ منوّرہ میں آنحضرت کے لئے محل بنوایا اور کہا کہ میں نے یہ مکان رسول آخر الزمان کے واسطے بنوایا ہے عنقریب اُن کا ظہور ہوگا۔ اِس گھر کو میں اُن کے واسطے وقف کرتا ہوں۔ جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو وہ گھر ایوب انصاری کے قبضہ میں تھا جب آنحضرتؐ نے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں نزولِ سعادت فرمایا تو حکم کیا کہ جہاں میرا اونٹ بیٹھے وہیں اُتروں گا۔ آپ کا اونٹ تمام مدینہ میں پھرا اور ایوب انصاریؓ کے دروازہ پہ آکر بیٹھ رہا اِس میں حِکمت یہی تھی کہ آنحضرت اُسی گھر میں کہ جو تبع نبی نے بنام آنحضرتؐ وقف کیا تھا اقامت فرمائیں۔ غرض چونکہ خلوص نیت تھا اللہ تعالےٰ نے وہیں پہنچایا۔

اس کے بعد یہ آیت شریف پڑھی وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ فرمایا اُس شخص نے دیوار کے نیچے خزانہ دفن کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی یہ میرے فرزندوں کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کو پہنچایا۔

میں نے عرض کیا کہ قصّہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا بیان فرمائیں۔ کہا کہ یہ قِصّہ مشہور ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جناب خضرؑ سے مل کر کہا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ یعنی کیا متابعت کروں میں تمہاری

اِس بات پر کہ سکھاؤ مجھ کو اپنے علم لدنی سے جو تعلیم کئے گئے ہو تم۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ کہا تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اور باوجودیکہ حضرت خضرؑ نے تین کام کئے اوّل کہا اگر میرے ساتھ رہتے ہو تو فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ مجھ سے کچھ سوال نہ کرنا۔ حضرت موسیٰؑ نے قبول کیا اور کہا سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۔ پھر دونوں کشتی پر سوار ہوئے اُسی کو توڑا۔ از روئے بشریت اعتراضاً کہا اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا یعنی کشتی توڑنا باعث غرق کرنے اُس کے لوگوں کا ہے سو یہ کام اچھا نہیں کیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا میں کہہ چکا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ یعنی مت مواخذہ کرو مجھ سے بھول چوک کر۔ پھر آگے چل کر ایک لڑکا راہ میں دیکھا، حضرت خضرؑ نے اُسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ نے کہا تم نے جو نفس معصوم کو قتل کیا اچھا نہ کیا۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا میں نے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ جناب کلیم اللہؑ نے کہا کہ اگر پھر بولوں تمہارے کام میں تو مجھ کو رفاقت سے الگ کر دینا۔ پھر دونوں بھوکے پیاسے ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ گاؤں والوں نے کھانا نہ دیا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا پھر وہاں ایک دیوار دیکھی کہ گرا چاہتی تھی حضرت خضرؑ نے اُس کو ہاتھ سے چھو کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر تیسری بار کہا کہ اگر آپ چاہیں تو بطور مزدوری اِس دیوار سیدھا کرنے پر کچھ لے لیں۔ حضرت خضرؑ نے یہ تیسری بار کا سوال سن کر کہا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ بس اب مجھ میں تم میں جدائی ہے اور بھید اِن تینوں باتوں کا مفصل بیان کیا کہ کشتی والے غریب ہیں اور ظالم بادشاہ آنے والا ہے کہ کشتیاں بیگار میں پکڑتا ہے، اب اس کو بیکار دیکھ کر چھوڑ دے گا۔ اور کلام شریف میں جو آیا ہے كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا تو صالح کہنے میں یہ حکمت ہے کہ صالح شخص جو کام کرتا ہے وہ موافق عقل وحکمت وشریعت کے کرتا ہے ورنہ بے اس لفظ کے خیال ہوتا کہ شاید اُس نے براہِ بخل خزانہ گاڑ کر اس پر دیوار بنا دی ہو۔ پھر فرمایا ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے

کہ ساتویں پشت میں وہ شخص صالح گذرا تھا اُس کی برکت وصلاحیت نے یہاں تک اثر کیا کہ حق تعالیٰ نے ساتویں پشت میں پہنچایا۔ پھر فرمایا کہ حصولِ اعمال کیلئے مشقت اور تعب درکار ہے۔ اور یہ حدیث شریف پڑھی کہ فرمایا آنحضرت شریفؐ نے کہ اجرك على قدر تعبك ونصبك۔ پھر کہا تعب ومشقت اعمال میں نفس کو ہوتا اور روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور آرام پاتی ہے کہ وہ درد اور تھکاوٹ فراموش ہوجاتی ہے۔ اور اس کی مثال فرمائی کہ جناب آنحضرتؐ کے قدم مبارک طولِ قیام سے نمازِ شب میں ورم کرجاتے تھے اور آپ کو اس محنت سے راحت وسرور ہوا کرتا تھا اور نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور اگر اس عبادت میں ذوق وراحت نہ ہوتی تو قیام ممکن نہ ہوتا۔ اور دوسری مثال یہ کہی کہ ایک بار حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے پاؤں میں ایسا کانٹا چبھا تھا کہ اُس کا نکالنا دشوار تھا جب آپ نماز میں مشغول ہوئے تو یادِ الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ لوگوں نے وہ خار قدم مبارک سے کھینچ لیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔

پھر فرمایا جب تک دل میں محبتِ الٰہی نہ ہو محنت نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ آیت شریفہ پڑھی۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ اسی آیت کا ترجمہ حافظ علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں کہا ہے ؎

کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

چونکہ آسمان وزمین وغیرہ محلِ محبت نہ تھے لہٰذا قبول نہ کیا اور انسان نے کہ محلِ محبت تھا قبول کیا اور عشق ومحبت میں ضد ومخالفت ہے اسی واسطے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

۹۹ ویں مجلس

سعادتِ خدمت حاصل ہوئی۔ ایک عالم عرب سے آئے ہوئے تھے،

آپ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو. کہا مقنع بافی کرتا ہوں۔ اس پر جناب شیخ نے یہ حکایت فرمائی کہ شیخ احمد نہر والہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑا بنا کرتے تھے کبھی کبھی کرگھہ میں بنتے ہوئے ایسا حال طاری ہوتا تھا کہ غائب ہو جاتے۔ کچھ دیر بعد جب موجود ہوتے تو کپڑا پورا بنا ہوا تیار پاتے۔ ایک دن قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ العزیز اُن سے ملنے کو آئے کچھ مدت باہم بیٹھ کر جب قاضی صاحب جانے لگے تو کہا اے شیخ احمد کب تک اس کام میں رہوگے۔ یہ کہہ کر چلے گئے شیخ احمد اُٹھے کہ میخ تانے کی مضبوط کریں کہ ڈھیلی ہوگئی تھی وہ سنگ ہاتھ پر اس زور سے پڑا کہ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ شیخ احمد نے کہا یہ ہاتھ میرا شیخ قاضی حمید الدین ناگوری نے توڑا ہے۔ اس کے بعد شیخ احمد وہ کام چھوڑ کر بالکل خدائے تعالیٰ سے مشغول ہوئے۔

پھر فرمایا قاضئ کاشان فقراء کے معتقد نہ تھے۔ لوگوں نے جب بے اعتقادی کا باعث پوچھا تو کہا وہ درویش اور اولیاء جو میں نے دیکھے اب کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا کیسے؟ فرمایا اولیاء کا کیا بیان کروں۔ ایک مزدور صاحب کسب کا قصّہ کہتا ہوں میں ایک بار کاشغر میں تھا۔ وہاں میری چھوٹی چھری کہ نہایت محبوب تھی، اتفاقاً بیچ سے ٹوٹ گئی میں نے نہایت غمناک ہو کر وہاں کے چھری سازوں کو دکھائی اور کہا مثل سابق کے بنادو کہ شکستہ نہ معلوم ہو اور جو مزدوری چاہو لے لو۔ سب نے کہا یہ جوڑنے کے قابل نہیں۔ قاضی نے کہا مجھ کو پہلے جیسی بلا عیب درست چاہیئے بولے یہ ہرگز نہ ہو سکے گا پھر اُن کاریگروں نے قاضی سے کہا فلاں محلے میں جاؤ وہاں اس نام کا ایک کاریگر صاحب ولایت ہے۔ شاید اُس سے تمہاری غرض بر آئے۔ قاضی دریافت کرتے ہوئے اُس کے پاس پہنچے اور چھری اُس کے رُوبرو رکھ کر کہا میں اس کو بصورتِ سابق بلا فرق بنوایا چاہتا ہوں. بولا ویسی نہیں ہو سکتی قاضی نے کہا مجھے تو لوگوں نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میرا مطلب تم سے برآئے گا اور میں اسے بہت عزیز رکھتا ہوں للّٰلہ درست کر دیجئے۔ اُس نے یہ سُن کر چھری میرے ہاتھ سے لے لی۔ اور قریب اپنے مُنہہ لے جاکر مجھ سے پوچھا

تم کِس شہر کے ہو۔ میں نے کہا کاشان کا۔ اِتنے عرصہ میں وہ جیسی تھی بلا فرق دُرست ہوگئی۔ پھر مجھ کو دی کہا کہ لے جا۔ میں لے کر نہایت خوش ہوا۔

پھر جناب خواجہ نے فرمایا لقمۂ کسب وہنر پاکیزہ ہوتا ہے اور کہا اَبدال اللہ جو کوہستان میں رہتے ہیں پہاڑ سے لکڑی، گھاس توڑ کر شہر میں بیچتے ہیں ایک شخص لاتا ہے باقی وہیں پہاڑ میں رہتے ہیں وہ لکڑی وغیرہ بیچ کر کھانا مول لے جاتا ہے۔ قُوت ان کا اس طرح ہوا کرتا ہے۔ یا دوائیں یا پہاڑی میوے لاکر فروخت کرتے ہیں جو کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ سو ایک ابدال لاکر بیچتا ہے اور سب کے لئے خوراک خرید لے جاتا ہے۔

اِس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار مولانا حسام الدین اندیتی حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں آئے آپ نے فرمایا مولانا آج میں نے ایک ابدال کو دیکھا۔ عرض کیا کہاں پر۔ جناب شیخ نے کہا میں زیارتِ مزار حضرت بی بی فاطمہ سامؒ کو گیا تھا۔ وہاں ایک تالاب ہے اُس پر ایک شخص کو دیکھا کہ ٹوکرا لکڑیوں کا سَر سے اُتار کر کنارے پر رکھا ہے اور ایسا اچھا وضو کیا کہ میں دیکھ کر متعجب ہوا، بعد وضو دو رکعت نماز باراحتِ تمام پڑھی مجھ کو اُس کی طرزِ نماز سے اور زیادہ تعجب ہوا۔ پھر خالی ٹوکرا تین بار دھویا، پھر ایک ایک لکڑی دھوکر درود پڑھ کر اُس میں رکھتا گیا۔ اِسی طرح سب دھوکر مع سبد تین بار تالاب میں غوطہ دے کر کنارے پر رکھا کہ پانی ٹپک جائے۔ میں متعجب ہوکر اُٹھا اور روپیہ جو میری دستار میں تھا کھول کر اُس کے رُوبرو پیش کیا اور کہا کہ اے خواجہ اِسے قبول کرو۔ اُس نے کہا کہ اے شیخ مجھ کو اس بات سے معذور رکھ۔ میں نے کہا تم دو پیسے کے لئے اتنا بوجھ اور مشقت اُٹھاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ایک روپیہ مُفت دِلواتا ہے نہیں لیتے۔ بولا معاف رکھئے۔ میں نے کہا کیفیت نہ لینے کی بیان کرو۔ بولا بیٹھو تو بیان کروں۔

جناب شیخ اور وہ شخص دونوں بیٹھے اُس نے کہنا شروع کیا کہ میرا باپ یہی کام کرتا تھا میری خورد سالی میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ پھر

مجھ کو اماں نے اس قدر احکام عبادتِ الٰہی سکھا دیئے کہ بے خوف نماز پڑھتا ہوں پھر والدہ نے انتقال کے وقت مجھے بُلا کر کہا کہ چھپّر میں ایک کپڑا گرہ لگا رکھا ہے لے آ۔ میں ڈھونڈ کر لے آیا اور والدہ کے روبرو رکھا۔ اُس نے کھول کر کچھ جدا کیا اور کہا اِتنے میں کفن لانا اور اتنا غسّال کو دینا اور اِتنا گورکن کو۔ پھر بیس[۲۰] روپے یا کچھ کم مجھ کو دیئے کہ یہ خرچ تیری تمام عمر کا ہے تیرا باپ باغوں میں جا کر ککڑی اور ترکاری بیچ کر لاتا تھا اُس سے گذر ہوتی تھی۔ یہ تیرا سرمایہ ہے ککڑی اور ترکاری تو بھی لا کر بیچا کر اور سوائے اِس کے کسی اور وجہ سے مت کمانا۔ جب اُس نے یہ قِصہ تمام کیا تو جناب شیخ نے جان لیا کہ یہ ابدال اللہ سے ہے اور ابدال کسی سے کچھ نہیں قبول کرتے فقط مزدوری اور محنت پر گذر کرتے ہیں ؛

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۰۰ ویں مجلس

سعادت پائبوسی حاصل ہوئی۔ فرمایا ایک حکیم تھا جب چند روز متواتر اُس کو فاقہ سے گذرے اور کھانا نہ ملا تو دریا کے گھاٹ پر گیا۔ وہاں چند پتے زرد آلو کے پڑے تھے کسی باغبان کے پھینکے ہوئے۔ حکیم بھوک سے اُن کو اُٹھا کر کھانے لگا۔ کوئی امیر دُنیا دار بھی وہاں آنکلا۔ حکیم کو اِس حال میں دیکھ کر گھوڑے سے اُترا اور بعد تسلیم و تعظیم کے حکیم سے باتوں میں کہا کہ اگر آپ صحبت بادشاہ کی اختیار کریں تو یہ پتے کھانے سے بچ جائیں۔ حکیم نے اُسی طرح نصیحت و محبت سے کہا کہ اگر تم برگِ زرد آلو پر قناعت کرو تو اہل دُنیا کے ننگِ صحبت سے خلاصی پاؤ ؛

مؤلف خیر المجالس کہتے ہیں میں نے یہ حکایت مولانا برہان الدین غریب

سے سُنی تھی اور اُن کے ملفوظات میں اِس حکایت کو لکھ چکا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب کو خواب میں دیکھا ہے پوچھتے ہیں کیا کتاب تمام ہوئی۔ میں نے عرض کیا ہاں پھر ایک کتاب لاکر میرے روبرو کھولی۔ پڑھی، کتاب تھی کہ زر اُس سے ظاہر ہوتا تھا پھر وہ کتاب مجھ کو مرحمت فرمائی اور اہل مجلس سے کہا ایسی نعمت اس کو دینی چاہیئے ؀

والحمد للہ علی الاتمام والصلوٰۃ علیٰ رسولہ والتحیۃ والسلام

تمت

اسلامی کتب

کتاب	مرتبہ	روپے	پیسے
تذکرہ خواجہ گیسو درازؒ مع تلخیص	مرتبہ اقبال الدین احمد	۵	۵۰
〃 مخدوم علاء الدین احمد صابر کلیریؒ	〃 عادت مرزا	۴	۵۰
〃 علمائے ہند	〃 محمد ایوب قادری ایم۔اے	۱۵	۰۰
〃 صوفیائے پنجاب	〃 اعجاز الحق قدوسی	۱۵	۰۰
〃 صوفیائے سندھ	〃 〃 〃	۷	۵۰
〃 علمائے سلف و نابینا علماء	محمد مجیب الرحمٰن شیروانی	۲	۷۵
انوار قدسیہ فی آداب عبودیہ	عبدالوہاب شعرانی	۶	۰۰
سیرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	سید فضل احمد ابن احمد	۷	۰۰
البدر (جنگ بدر پر نادر کتاب)	مولوی عبدالوسع عثمانی	۲	۵۰
تزک بابری گلیز کاغذ مترجمہ	رشید اختر ندوی	۱۰	۰۰
تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ	محمد ایوب قادری ایم۔اے	۷	۰۰
ہمایوں نامہ مترجمہ	رشید اختر ندوی	۴	۵۰
تزک تیموری 〃	ابو الہاشم ندوی	۴	۰۰
ابو ریحان البیرونی 〃	رشید اختر ندوی	۱۰	۰۰
سیرت نعمان	شبلی نعمانی	۷	۵۰
الفاروق	〃	۷	۰۰
سوانح مولانا روم	〃	۲	۷۵
مفردات فی غریب القرآن	امام راغب اصفہانی (مترجمہ مولانا محمد عبدہٗ)	۳۰	۰۰
فوائد بندہ نواز	معشوق حسین خاں	۱	۷۵
فضائل قرآنی بر صحف آسمانی	حاجی رحیم بخش	۲	۷۵
التکشف عن مہمات التصوف	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۵	۰۰
اولیائے لاہور	ملک لطف ایم۔اے	۶	۰۰
اولیائے ملتان	سید اولاد علی گیلانی	۶	۰۰
رسول کی باتیں	مولانا احمد سعید دہلوی	۲	۵۰
عرش الٰہی کا سایہ	〃 〃	۱	۰۰
ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟	〃 〃	۱	۲۵
معراج المومنین	صوفی عابد میاں	۱	۵۰
اسلام مشرق میں	مولانا وحید احمد	۴	۰

ملنے کا پتہ

واحد بک ڈپو جونا مارکیٹ کراچی